سیرت محمدی کی روشنی میں

جدید اسلامی ریاست کی تشکیل

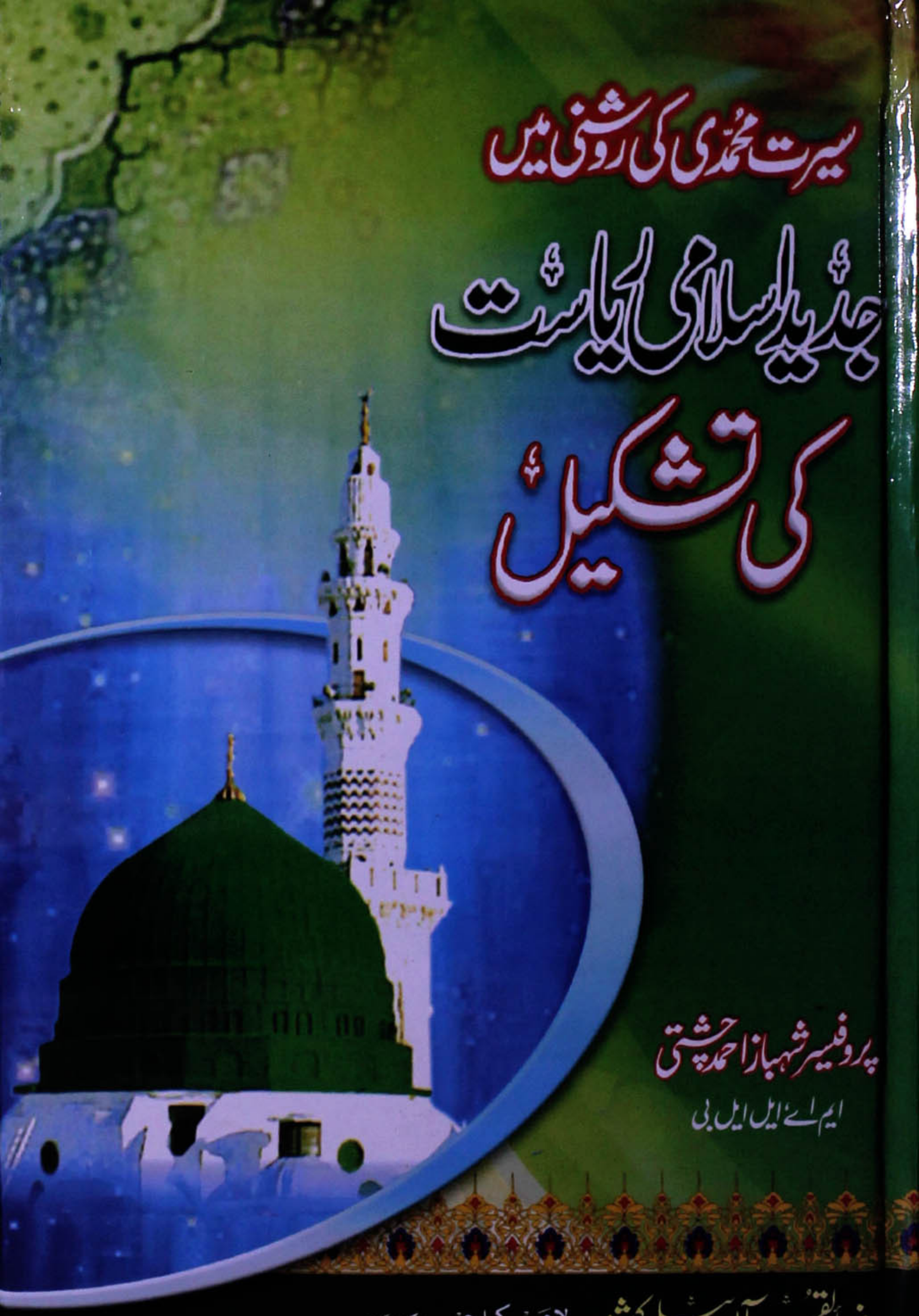

پروفیسر شہباز احمد چشتی

ایم اے ایل ایل بی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

سیرت محمدی کی روشنی میں

جدید اسلامی ریاست کی تشکیل

پروفیسر شہباز احمد چشتی

ایم اے ایل ایل بی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	جدید اسلامی ریاست کی تشکیل
مصنف	پروفیسر شہباز احمد چشتی ایڈووکیٹ فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	جون 2008ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	ST55
قیمت	155/-

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

......انتساب......

اس مبارک ہستی کے نام

☆...... جن کی نگاہِ کیمیا اثر نے ذروں کو رشکِ آفتاب بنا دیا۔

☆...... جن کی صحبتِ مبارکہ نے خاک نشینوں کو عرش نشیں بنا دیا۔

☆...... جن کے من موہنے مکھڑے نے غمزدہ انسانیت کے آنگن میں مسکراہٹیں بکھیر دیں۔

☆...... جن کے وجود مقدس نے لاکھوں مردہ دلوں کو مسیحائی بخشی۔

☆...... جن کے کردار کے حسن نے عرب کے متعفن ماحول کو فردوسِ اعلیٰ بنا دیا۔

☆...... جن کی شانِ کرم نے غلاموں کو آقا اور آقاؤں کو رشکِ ملائک بنا دیا۔

☆...... جن کی شان رحمۃ للعالمینی سے دنیا امن وآشتی کا گہوارہ بنی۔

میری مراد ھے:

باعثِ تخلیقِ کائنات، فخرِ دو جہاں، رحمت عالمیاں، ختمی مرتبت

حضرت مُحَمّد مصطفٰی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(فداہ ابی وامی واولادی وحیاتی)

Marfat.com

.....فہرست.....

پیش لفظ 7

حصہ اول.....سیرتِ نبوی کی مہک

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حکمت عملی 15

واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس 26

عقیدۂ ختم نبوت کے نفسیاتی اثرات 33

سیرت طیبہ کی روشنی میں نظام احتساب 43

سیرت محمدی اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں 58

عقیدۂ ختم نبوت اور اکابرین اہلسنت کا کردار 65

حدیثِ لولاک پر اعتراضات کا علمی جائزہ 94

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا جذبۂ عشق وحضوری 105

توہین رسالت.....یورپ کے زوال کا نقطۂ آغاز 113

حصہ دوم.....قانونی چیلنجز اور اُن کا حل

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا اور مغرب کا پراپیگنڈہ 118

حدود آرڈیننس.....شرعی سزاؤں میں کارفرما حکمتیں 131

حدود آرڈیننس پر اعتراضات کا علمی جائزہ 144

Marfat.com

تحفظِ حقوقِ نسواں بل کا علمی محاکمہ 154

حصہ سوم..... جدید تہذیبی کشمکش میں ہمارا کردار

جدید اسلامی ریاست فکر اقبال کی روشنی میں 168
اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش 180
کامیاب زندگی کا اسلامی تصور 187
مسلم امہ کی کفر پر برتری کا راز 214
عالمی دہشت گردی کے اسباب اور ان کا حل 219
کوسووکی آزادی..... یورپ میں دوقومی نظریہ کا احیاء 224
عالم اسلام کے خلاف نیا امریکی پلان 228

حصہ چہارم..... قلبی واردات اور روحانی مسائل کا حل

امت مسلمہ کو پھر ایک حسین کی تلاش 233
واقعہ کربلا..... حق و باطل کا امتیازی پیمانہ 239
تعمیر انسانیت میں حضور غوث الاعظم کا کردار 243
تصوف روح اسلام 249
اولیائے کرام کے عرس منانے کا شرعی طریقہ 261

Marfat.com

.....پیش لفظ.....

شاید کسی صاحبِ دل کا احساسِ خفتہ جاگ اُٹھے

اس وقت امت مسلمہ جس اضطراب کا شکار ہے وہ صاحبانِ علم سے مخفی نہیں ہے۔ ہر طرف خونِ مسلم کی ندیاں بہائی جارہی ہیں۔ عالمی سطح پر بے عزتی اور بے توقیری کا رویہ مسلمانوں سے برتا جارہا ہے۔ سیاسی حوالے سے عالمی طاغوت کے گماشتے مسلمان ریاستوں کو اپنی ذاتی جاگیریں اور کالونیاں سمجھ کر ہم پر من مانی پالیسیاں مسلط کررہے ہیں۔ معاشی حوالے سے مسلمانوں کا مستقبل تاریک کرنے کیلئے نت نئے اقتصادی پیکجز متعارف کروا کر مسلمانوں کی اقتصادی حیثیت کو کمزور کیا جارہا ہے۔ تعلیمی حوالے سے مسلمان معاشروں سے نصب العین نواز نصاب ونظام تعلیم ختم کر کے ان کے نظام تعلیم کو سیکولر دھارے میں شامل کرنے کی شعوری کوششیں ہورہی ہیں اور تہذیبی سطح پر تو مسلمانوں کی نئی نسل کو ایسے اخلاق باختہ کلچر کے سانچے میں ڈھالا جارہا ہے کہ مسلمان اپنی اصل شناخت کو بھول کر اغیار کی مکارانہ چالوں کے مہرے بن سکیں۔

ان حالات میں اصحاب فکر ودانش کیلئے دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ حالات پر خاموش تماشائی بن کر صرف کف افسوس ملنے پر اکتفا کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہر شخص اپنے دائرۂ کار میں اپنے حصے کی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے حالات کے ریلے کا رُخ بدلنے کی عملی کوشش کرے۔ تاریخی شہادت یہ ہے کہ بسا اوقات ایک جملہ، ایک واقعہ اور حادثہ ہی قوموں کی تاریخ بدل کر رکھ دیتا ہے۔

اس حقیقت سے مجالِ انکار نہیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے

Marfat.com

دکھوں کا مداوا کسی اور جگہ نہیں بلکہ صرف اور صرف بارگاہ محمدی میں ہے نظریۂ اسلام کو اپنی زندگیوں میں عملاً نافذ کرنے اور جدید علم کلام کی روشنی اپنی نسل نو کو مطمئن کرنے سے ہم زوال وانحطاط کو فتح سے بدل سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے خالق نے ہماری دینی ودنیوی اور اُخروی زندگی کی کامیابی کیلئے نمونہ (Roll Model) ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا ہے۔ اگر مسلمان اپنے تمام امور میں راہنمائی کیلئے سیرتِ طیبہ کو سامنے رکھ کر منصوبہ بندی کریں تو مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین محکم ہے کہ آنے والا دور مسلم اُمہ کا دور عروج ہوگا اور یہ اُمت ایک بار پھر اقوامِ عالم کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے قابل بن سکے گی۔

زیر مطالعہ کتاب دراصل میرے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو میں نے یا تو کسی سیمینار میں پڑھے یا پھر اپنے ماہنامہ وائس آف ضیاء الاسلام میں لکھے۔ جن سیمینارز میں' میں نے شرکت کر کے صاحبانِ فکر ودانش کے جھرمٹ میں یہ مقالات پیش کئے اُن میں مرکز تحقیق فیصل آباد کے زیر اہتمام "دوروزہ قومی سیرت سیمینار" میں مسلسل دومرتبہ مقالے پیش کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے علاوہ جماعت جنداللہ کے زیر اہتمام ہالیڈے ان ہوٹل اسلام آباد میں عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے دومرتبہ مقالے کا خلاصہ تقریری انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اسی طرح زاویہ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام لاہور کے فلیٹیز ہوٹل میں اپنے ایک مقالہ کا خلاصہ تقریری انداز میں پیش کیا۔ ایک مقالہ اجمیری لاء کالج گجرات میں بھی پڑھا گیا۔ اگرچہ ان سیمینارز میں وقت کی کمی کے پیش نظر تفصیلی مقالہ کی بجائے صرف زبانی چند نکات پر اکتفا کرنا پڑا مگر اس پورے موضوع کو میں بعد ازاں تحریری شکل دے کر مقالاتی صورت میں ضرور ڈھالتا تاکہ وہ الفاظ وحروف جو نوک زبان سے ادا ہوئے وہ محض فضا میں بکھرنے کی بجائے سینۂ قرطاس پر رقم ہو کر آنے والی نسلوں کیلئے نفع بخشی کا

Marfat.com

باعث بن سکیں۔ باقی جہاں تک ماہنامہ وائس آف ضیاء الاسلام میں چھپنے والے مضامین ومقالات کا تعلق ہے تو میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ میری تقریر وتحریر کا موضوع اسلام، عالم اسلام اور پاکستان رہے۔ بالخصوص عصر حاضر کے جوہری، تکنیکی اور سائنسی حالات کے تناظر میں ''ایک جدید اسلامی ریاست کی تشکیل'' کے بنیادی خدوخال اور لائحہ عمل کیا ہوسکتا ہے؟ میں اس کے بارے میں جاننے کے حوالے سے ہمیشہ متجسس رہتا ہوں۔ زیرنظر مقالات اگرچہ میرے بین الاقوامی دوروں (امریکہ وبرطانیہ) سے قبل لکھے ہوئے ہیں لیکن ان میں' میں نے عالم اسلام کو درپیش مسائل کی نشاندہی کرکے ان کا قابلِ عمل حل تلاش کرنے کی حتی المقدور سعی کی۔

ایک شخص علم وفکر کی جتنی بھی منزلیں طے کرلے پھر بھی اس کی فکر وسوچ کے بہت سے گوشے تشنہ ہی رہتے ہیں اور اس کی فکر کو راہنمائی کی ضرورت رہتی ہے اور جہاں تک میرا معاملہ ہے، مجھے کبھی بھی اپنے بارے میں نہ تو علمی ثقاہت کا زعم ہوا ہے اور نہ ہی اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھنے اور اس پر ڈٹ جانے کا خبط ذہن پر سوار ہوا ہے۔ میں ہمیشہ ہر صاحبِ علم وفکر اور نظر ودانش کے دسترخوانِ حکمت ودانائی سے خوشہ چینی کا طالب رہا ہوں۔ مگر ایک ولولہ انگیز آرزو ہر وقت بے تاب رکھتی ہے کہ موجودہ عہد میں مسلم امہ جس طرح انتشار وافتراق کا شکار ہوکر تماشا گاہِ عالم بنی ہوئی ہے، اس کے امراض کا کھوج لگا کر حقیقی علاج تلاش کیا جائے تاکہ اگر فرض کریں ہم نہیں تو ہماری آنے والی نسلیں تو کم از کم اغیار کے جبر واستحصال کا شکار رہنے کی بجائے عزتِ نفس، خودداری اور غیرت کے ساتھ جینے کے قابل بن سکیں۔

میرا ''جدید اسلامی ریاست کی تشکیل'' کا یہ جو نقشہ ہے' غالب امکان ہے کہ اس سے بہت سے اصحابِ فکر ودانش اختلاف کریں گے جو کہ ان کا حق ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص نے اپنا قومی وملی فریضہ ادا کرنے کیلئے کوئی نہ کوئی کردار تو ادا کرنا

Marfat.com

ہے۔ علامہ اقبال، غزالی، رازی اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی نابغۂ روزگار شخصیات کی طرف ہم جو سب سے بڑی خوبی منسوب کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ صرف علم کے نقال ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنے عہد کے ماحول کے تناظر میں ملت اسلامیہ کو درپیش چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کیلئے علمی ورثہ کے ساتھ ساتھ اپنے دماغ کے دریچوں سے پھوٹنے والی روشنی کو بھی استعمال کیا ہے۔

کسی بھی مسئلہ کو دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کا ہر شخص کا اپنا زاویۂ نگاہ ہوتا ہے جس سے اختلاف تو ہوسکتا ہے مگر اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ بسا اوقات ایک ہی مسئلہ پر متضاد آراء سامنے آجاتی ہیں، ہر کوئی اپنے طریقے سے سوچ رہا ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ ان میں خیر کا پہلو داخل فرما دیتے ہیں۔ آپ اپنی گھڑی کو کھول کر دیکھیں اس میں کچھ گراریاں دائیں سے بائیں اور کچھ بائیں سے دائیں چل رہی ہوتیں ہیں۔ لیکن ساری گراریاں بحیثیت مجموعی مل کر جو نتیجہ دے رہی ہوتی ہیں وہ ایک ہوتا ہے اور وہ وقت بتانا ہے۔ یہ آراء کا تنوع (Diversity) امت کیلئے سودمند رہا ہے، اسی کو کہا گیا ہے کہ امت کا علمی وفکری اختلاف باعثِ رحمت ہے اور مغربی دنیا تو خاص طور پر اس بات پر فخر کرتی ہے کہ ان کے معاشرے میں اختلافِ آراء کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور ویسے بھی بڑا ہنگامہ خیز اور سنسنی خیز دور ہے۔ میڈیا اور سیٹلائٹ سسٹم نے دنیا کو ہلاک کر کے رکھ دیا ہے۔ لحہ بہ لحہ بدلتی عالمی صورتحال میں مسلمانوں کا مقام کیا ہونا چاہیے؟ یہ آج کے طالب علم کی Assignment ہونی چاہیے تاکہ وہ بین الاقوامی فریم ورک میں کسی نہ کسی جگہ ایڈجسٹ ہو کر ملک وقوم کی اور دین حق اسلام کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ ویسے بھی دینی اعتبار سے اپنے عہد کے حالات سے بے خبر رہنے والا آدمی ناپسندیدہ ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ولم یھتم بامر المسلمین فلیس منھم" جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں فکرمند

Marfat.com

نہیں ہوتا، بے حسی اور بے فکری کا شکار رہتا ہے وہ مسلمانوں میں شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہے۔

ان مقالات کی ترتیب وتدوین میں میرے رفیق وحامی جناب علامہ مہر حیات حیدری صاحب نے میرے ساتھ خصوصی معاونت فرمائی ہے، انہوں نے کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر فائنل پرنٹ تک رتجگوں کے مراحل سے گزر کر اسے مفید عام بنایا ہے۔ لہٰذا وہ خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جگر گوشہ حضرت ضیاء الامت صاحبزادہ حاجی حفیظ البرکات شاہ صاحب بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کی طباعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

زیر نظر مقالات بس بے حسی و بے حمیتی کے بندھن کو توڑنے کر افرادِ امت کے اندر بیداری، احیاء اور اولوالعزمی پیدا کر کے انہیں سراپائے عمل و کردار بنانے کی ایک ہلکی سی کوشش ہے جو شخص بھی ان مقالات کا مطالعہ کر کے ان میں خیر اور بھلائی کا پہلو پائے وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور جو کوئی کمی یا کمزوری اور نقص وخامی پائے اسے میرے فہم کے سقم پر محمول کر کے درگزر سے کام لے۔

مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کا داعی و آرزومند

خاکپائے سلطان حسینان عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شہباز احمد چشتی

ایم۔اے سیاسیات، ایل۔ایل۔بی

فاضل بھیرہ شریف

لیکچرار اجمیری لاء کالج گجرات

07-03-2008 بروز جمعۃ المبارک

بمطابق 28 صفر المظفر 1429ھ

بوقت 4 بجے سحر بمقام ادارہ ضیاء الاسلام مرغزار کالونی گجرات

Marfat.com

.....حصہ اول.....

☆سیرت نبوی کی مہک☆

اس حصہ میں وہ مسائل بیان کئے گئے ہیں جن کا حل براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ سے تلاش کیا گیا ہے کیونکہ اس مرکز مہر ووفا سے راہنمائی حاصل کئے بغیر دہشت زدہ انسانیت امن وآشتی کی بہاروں سے آشنا نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

عصرِ حاضر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حکمت عملی

پہلے وقتوں میں تبدیلیاں صدیوں کے بعد رونما ہوتی تھیں مگر دنیا کا اقتصادی وسیاسی منظر نامہ تبدیل ہونے کی وجہ سے اب مہینوں اور دنوں میں تبدیلیاں آرہی ہیں۔ یہ دنیا ایک سمٹا ہوا دیہات (Global Village) بن چکی ہے۔ جس میں اقوام عالم برادریوں کی صورت میں بقائے باہمی کے اصولوں پر ایک دوسرے کے ساتھ اپنے معاملات طے کر رہی ہیں۔ ان حالات میں مسلم امہ کو اپنی بقاء (Survival) کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ معاشی استحکام کے بغیر کوئی برادری، خاندان یا قوم زمانے کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ لہٰذا امت مسلمہ کیلئے ایسی زبردست اور قابل عمل معاشی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے جس کی بدولت یہ امت اقوامِ عالم میں نہ صرف عزت کے ساتھ جینے کے قابل بلکہ قیادت کی بھی اہل ہو سکے۔

عصرِ حاضر میں تجارت وصنعت کی وسعت نے معاملات وسائل کی نئی نئی صورتیں اور مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ لہٰذا میرے نزدیک مسلم اسکالرز پر دو طرح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ غور وخوض کر کے موجودہ دور کی معاشی پیچیدگیوں کے مختلف قابل عمل حل سامنے لائیں اور دوسرا یہ کہ مغربی استعمار نے ہم پر جو معاشی نظام مسلط کر رکھا ہے' اس کی خرابیوں سے نجات حاصل کر کے معاشی سرگرمیوں کو اسلام کے اقتصادی نظام کے سانچے میں ڈھالیں۔

موجودہ نظام ہائے معیشت

عصر حاضر میں دنیا میں جو معاشی نظام رائج ہیں۔ ان میں دو نظام سب سے

Marfat.com

زیادہ نمایاں ہیں۔ایک سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism)جس کو عربی میں ''الرأسمالیه'' کہتے ہیں اور دوسرا اشتراکی نظام(Socialism)جس کو عربی میں ''الاشتراکیه'' کہتے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام

سرمایہ دارانہ نظام معیشت کا سارا زور اس بات پر تھا کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کیلئے ہر شخص آزاد ہے اور معیشت کا ہر مسئلہ بنیادی طور پر صرف طلب ورسد کی بنیاد پر ہی حل ہوتا ہے۔ اس نظام نے تجارتی وصنعتی سرگرمیوں کو ہر طرح کی قانونی واخلاقی پابندیوں سے آزاد کردیا تا کہ ہر شخص ارتکاز دولت کے مناسب طریقے استعمال کرسکے۔اس نظام کا بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ جب ہر شخص کو یہ فکر لاحق ہوگی کہ میں زیادہ سے زیادہ نفع کماؤں تو وہ معیشت کے میدان میں وہی کام کرے گا جس کی معاشرے کو ضرورت ہوگی۔ اس طرح حکومت کو لوگوں کی معاشی سرگرمیوں میں مداخلت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ چنانچہ اس اصول کیلئے '' laisez faire'' کی اصطلاح استعمال ہوئی جو اصل میں ایک فرانسیسی لفظ ہے یعنی حکومت کی عدم مداخلت کی پالیسی اور اس لفظ کا ترجمہ ہے ''کرنے دو'' اس طرح سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ اپنی نجی ملکیت میں اشیاء بھی رکھ سکتا ہے اور وسائل کی پیداوار بھی۔ اس نظام کا دوسرا نام مارکیٹ اکانومی (Market Economy)یعنی بازار پر مبنی معیشت بھی ہے جس میں بازاری قوتوں یعنی طلب ورسد سے کام لیا جاتا ہے۔

اشتراکی نظام

سرمایہ دارانہ نظام کے ردعمل کے طور پر کارل مارکس مسیحی فلسفی نے اشتراکی نظام معیشت پیش کیا۔ اشتراکی فلسفے نے سرمایہ دارانہ فلسفے کا رد کرتے ہوئے کہا کہ اس نظامِ معیشت کے تمام مسائل کو طلب ورسد کی اندھی بہری طاقتوں کے حوالے

Marfat.com

کردیا ہے۔ اشتراکیت نے یہ فلسفہ پیش کیا کہ زمینوں اور کارخانوں کو لوگوں کی نجی ملکیت سے نکال کر ریاست کی اجتماعی ملکیت میں دیا جانا چاہیے۔ جب یہ سارے وسائلِ حکومت کی ملکیت میں ہوں گے تو حکومت کو پتہ ہوگا کہ وسائل کتنے ہیں اور معاشرے کی ضروریات کیا ہیں۔ اس طرح ترجیحات کے تعین اور وسائل کی تخصیص حکومتی منصوبہ بندی کے تحت تشکیل پائے گی۔ اشتراکی فلسفے نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ عامل پیداوار صرف دو چیزیں ہیں۔ زمین اور محنت۔ زمین چونکہ انفرادی ملکیت نہیں بلکہ اجتماعی ملکیت ہے۔ لہٰذا اس پر مخصوص لگان یا کرایہ دینے کی ضرورت نہیں اور جہاں تک محنت کا تعلق ہے تو اس کا تعین حکومت اپنی منصوبہ بندی سے کرے گی کہ مزدوروں کو ان کی محنت کا کتنا صلہ ملنا چاہیے۔

دونوں نظاموں کا تنقیدی جائزہ

یہ دونوں نظام ہائے معیشت چونکہ انسانی اختراع تھے۔ لہٰذا یہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان دونوں نظاموں نے انسانوں کی مشکلات کے ازالے کی بجائے اس کی کلفتوں میں اضافہ ہی کیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی آزادی دے کر معاشرتی تفاوت کو جنم دیا ہے۔ جس سے طبقاتی منافرتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اس نظام کے بطن سے یہ خرابی بھی پیدا ہوئی کہ ایک مخصوص فرد یا گروہ نے کثرت سرمایہ کے بل بوتے پر مارکیٹ پر اپنی غیر قانونی برتری اور اجارہ داری (Unlawful Supermacy and Monopoly) قائم کرلی تاکہ اس کے نتیجے میں ایسی صورت حال پیدا ہو کہ مخصوص گروپ ایک مخصوص چیز پیدا کرلے۔ اس پر اپنی مقررہ کردہ من مانی قیمت وصول کرے اس کے علاوہ منڈی میں سینکڑوں خرابیاں اس نظام نے پیدا کیں۔ مثلاً اجتماعی مصالح کو نظر انداز کرکے ذاتی منافع کی اجازت دی۔ مگر اس پر اخلاقی پابندی

Marfat.com

عائد نہ کی۔ جس کے نتیجے میں سود، سٹہ بازی اور قمار بازی نے جنم لیا۔ جنہوں نے معیشت کے فطری توازن کو بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس طرح تقسیم دولت کا نظام ناہمواری کا شکار ہو گیا اور اس نظام نے مزدور اور غریب کے دکھوں کا مداوا کرنے کی بجائے انہیں غربت کے ایسے تنور میں جھونک دیا جہاں وہ ہمیشہ کیلئے جلتے رہیں اور سرمایہ دار ان کا تماشہ دیکھتے رہیں۔ اس نظام کی ستمگری سے نجات کیلئے اشتراکی معیشت کا فلسفہ پیش کیا گیا۔ مگر یہ نظام سرمایہ دارانہ نظام سے زیادہ سفاک نکلا جس نے انسان کی حریت فکر اور شخصی آزادی کا گلا گھونٹ دیا اور اس کی ذاتی جدوجہد پر قدغن عائد کر کے اسے ریاستی تحویل میں دے دیا تا کہ حکمران مشین کے پرزوں کی طرح اس سے اپنی مرضی کا کام لے سکیں۔ اگر سرمایہ دارانہ نظام میں ایک مخصوص سرمایہ دارانہ طبقہ معیشت پر اپنی اجارہ داری قائم کر سکتا ہے تو کیا اشتراکی نظام میں حکمران ٹولہ معیشت کو اپنی زرخرید لونڈی نہیں بنا سکتا تو سوال پیدا ہوا کہ آخر انسان کی فلاح اور مادی ترقی کیلئے وہ کون سا طریقہ ہے جس کی بدولت ایک مساواتی طبقہ وجود میں آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی دنیاوی کامیابی کے وہ تمام طریقے ناپائیدار اور عارضی ہیں جنہیں فقط ایک انسان نے اپنے فکر کے حسن سے تراشا ہے۔ انسان کی دائمی اور مسلسل کامیابی کیلئے معیشت کا صرف وہی نظام کامیاب ہے جو الہامی نظام معیشت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں خود اور اور سنت کی صورت میں اپنے نبی مکرم ﷺ کے ذریعے انسانیت کو عطا فرمایا ہے اور یہ نظام محض خیالی یا تصوراتی نہیں بلکہ ایسا عملی نظام تھا کہ انسانیت صدیوں سے جس سے مستفیض ہوتی رہی۔۔

اسلامی نظام معیشت

معیشت کے میدان میں ہمیں جو شرعی اسلامی احکامات ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام سرمایہ دارانہ نظام کی طرح نہ ریاستی دولت کو چند افراد کے ہاتھوں

Marfat.com

میں مرتکز دیکھنا چاہتا ہے اور نہ ہی وسائل پیداوار کو فرد کی شخصی یا نجی ملکیت سے نکال کر حکومتی تحویل میں دینا چاہتا ہے۔ اسلام نے شخصی جدوجہد کی اجازت دی ہے مگر اس پر اخلاقی پابندیاں عائد کردی ہیں کہ صرف جائز اور حلال طریقے سے ہی روزی کمائی جاسکتی ہے اور پھر معاشرے کو ارتکاز دولت سے بچانے کیلئے زکوٰۃ وصدقات کا نظام متعارف کروایا ہے تاکہ معاشرے کے اندر طبقاتی نفرتوں کی بجائے مساواتی حسن پیدا ہو۔ اسلام نے معیشت کے میدان میں حکومتی مداخلت کو مصلحت اور ضرورت کے تابع کردیا ہے۔ مشہور فقہی قاعدہ ہے: ''تصرف الامام بالرعية منوط بالمصلحة'' یعنی حکومت کے عوام پر اختیارات مصلحت کے ساتھ مشروط ہیں۔

اسلام طلب ورسد کو تسلیم کرتا ہے مگر سرمایہ دارانہ نظام کی طرح نہیں جس میں یہ بازاری قوتیں عدم توازن کا شکار ہوجاتی ہیں بلکہ اسلام نے طلب ورسد کے باہمی امتزاج سے ایک متوازن معیشت کو وجود بخشا ہے۔ چنانچہ اسلامی تاریخ میں کئی واقعات ایسے ملتے ہیں جہاں طلب ورسد کی بازاری قوتوں میں توازن قائم کیا گیا۔ مثلاً ایک حدیث ملتی ہے کہ کوئی دیہاتی اپنی زرعی پیداوار شہر میں فروخت کرنے کیلئے لاتا تو بعض شہری اس کو مشورہ دیتے کہ تم اپنا مال خود لے جا کر نہ بیچو بلکہ ہمیں دے دو تاکہ ہم مناسب وقت پر اس کو فروخت کرکے اس کی زیادہ قیمت وصول کرسکیں۔ نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے شہریوں کو ایسا کرنے سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''دعوا الناس يرزق الله بعضهم عن بعض'' لوگوں کو آزاد چھوڑ دو تاکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے رزق عطا فرمائے۔ اس طرح نبی پاک ﷺ نے بیچنے والے اور خریدنے والے کے درمیان تیسرے شخص کی مداخلت کو رد فرمادیا تاکہ بازار میں طلب ورسد کا متوازن نظام قائم ہوسکے۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ دیہاتی جب خود جا کر اپنی پیداوار بیچے گا تو

Marfat.com

یقیناً مناسب نفع پر ہی بیچے گا اور دوسرا یہ کہ اسے چونکہ جلدی واپس جانا ہوتا ہے لہٰذا وہ ذخیرہ اندوزی نہیں کرے گا۔

اشتراکی نظام میں حکومتی مداخلت پر زور دیا گیا ہے مگر اسلامی نظام معیشت صرف عند الضرورت ہی ایسی مداخلت کو مناسب سمجھتا ہے۔ مثلاً ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ جب ہیضے کی وبا پھوٹ رہی ہو تو حکومت خربوزے کی خرید و فروخت پر پابندی عائد کر سکتی ہے۔ حکومت کی طرف سے یہ پابندی صرف اسی وقت تک قائم رہے گی جب تک ہیضے کی بیماری ختم نہیں ہو جاتی۔ اسی طرح بازاری قیمت سے بہت زیادہ یا بہت کم قیمت پر چیز بیچنے سے بھی منع فرمایا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ بازار میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ معروف قیمت سے کم داموں پر کوئی چیز فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے اسے ارشاد فرمایا: ''اما ان تزید فی السعر واما ترفع عن سوقی'' یا تو قیمت میں اضافہ کرو پھر ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ۔ اسلام نے معیشت کے میدان میں مضاربہ اور مشارکہ کا نظام متعارف کروا کر بھی انسانیت کو بھلائی اور فلاح کا راستہ بتایا ہے۔ سودی نظام میں ایک شخص اپنے سرمائے کے بل بوتے پر دوسرے کا استحصال کرتا ہے۔ چونکہ سرمایہ دار کو اپنے سرمائے پر مخصوص شرح کے حساب سے منافع لینا ہوتا ہے۔ چاہے کاروبار کرنے والے کو نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے جبکہ اسلام میں ہر وہ شخص جو کسی کاروبار میں سرمایہ کاری کر رہا ہے۔ اسے نفع کی امید کے ساتھ ساتھ نقصان کا خطرہ بھی مول لینا پڑتا ہے۔ الغرض سرمایہ دارانہ نظام ہو یا اشتراکی نظام دونوں نظاموں میں دولت کا استحقاق عاملین پیدائش کی حد تک محدود رکھا گیا ہے۔ لیکن اسلام میں ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے جس کی توفیق سے ایک عامل پیداوار وجود میں آتا ہے۔ لہٰذا اس آمدنی میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ ان کے مالوں میں محتاج اور محروم کا ایک معین حق ہے۔

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حکمت عملی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ایک زبردست معاشی حکمت عملی (Economic Stratigy) وضع فرمائی تا کہ اسلامی ریاست مضبوط معاشی ستونوں پر استوار ہو کر دیگر شعبہ ہائے حیات میں اپنی گرفت مضبوط کر سکے۔ کیونکہ کسی بھی ریاست کا معاشی نظام اس کی بقاء کیلئے ریڑھ کی ہڈی (Back Bone) کی حیثیت رکھتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد انصار و مہاجرین کو جب باہم رشتہ اخوت میں منسلک کیا تو ساتھ ان کی ذہنی تسلی و تشفی کیلئے ارشاد فرمایا کہ جب دو خاندان مل کر محنت کریں گے تو ذرائع آمدنی میں اضافہ ہوگا جس سے آمدنی بھی بڑھے گی۔ اس طرح ایک خاندان دوسرے پر بوجھ بننے کی بجائے اس کیلئے معاشی خوشحالی کا سبب بنے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کا مسئلہ حل کرتے ہوئے ایک سو کے قریب خاندانوں کو ایک ہی مجلس میں باہمی اخوت میں منسلک (Adjust) فرما دیا۔

اس کے علاوہ جنگ بدر کا پس منظر بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ہجرت مدینہ کے باوجود کفار مکہ کی ریشہ دوانیوں میں فرق نہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکمت عملی یہ طے فرمائی کہ دشمن کی قوت کا زور توڑنے کیلئے ضروری ہے کہ دشمن کو معاشی لحاظ سے کمزور کیا جائے تا کہ وہ اسلامی تحریک کے خلاف اپنی مزاحمت ختم کر دے۔ یہی وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ سے روانگی کے وقت مسلح ہو کر یا زیادہ صحابہ کو ساتھ لے کر نہیں گئے کیونکہ مقصود جنگ لڑنا نہیں تھا بلکہ اس تجارتی قافلے کا راستہ روکنا تھا جس کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا ابوسفیان شام سے مکہ کی طرف ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لے کر آ رہا تھا جس میں مشہور مستشرق سپرنجر کے اندازے کے مطابق پچاس ہزار

Marfat.com

پاؤنڈ مالیت کا ساز و سامان تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب دیکھا کہ کفار مکہ ہجرت کے باوجود مسلمانوں کو تنگ کرتے، ان کے مال لوٹتے اور ان پر حملے کرنے سے باز نہیں آتے تو آپ ﷺ نے یہ طے فرمایا کہ اس تجارتی قافلے کو جس میں مکہ مکرمہ کا تقریباً ہر خاندان شریک تھا' روک کر انہیں معاشی لحاظ سے بے دست و پا بنایا جائے جس کا نتیجہ بالآخر جنگ بدر کی صورت میں نکلا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار کامیابی عطا فرمائی جس سے اردگرد کے قبائل پر مسلمانوں کی معاشی اور سیاسی دھاک بیٹھ گئی اور یہی چیز آگے جا کر اسلام کے عالمگیر پیغام کے پھیلاؤ کا سبب بنی۔

ان دو واقعات سے ملتے جلتے بیسیوں واقعات اسلامی تاریخ میں ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسلامی معاشرے کو روحانی و اخلاقی سطح کے ساتھ ساتھ اعلیٰ مادی و روحانی بنیادوں پر بھی استوار فرمایا۔

تقسیم زر کا نظام

اسلام میں تقسیم زر کا نظام جابرانہ یا ظالمانہ نہیں بلکہ عادلانہ ہے جس میں مال و دولت اغنیاء سے لے کر فقراء و غرباء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث نبوی ﷺ ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک شخص اپنے اونٹ پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوا۔ وہ اپنے اونٹ کو دائیں بائیں چلا رہا تھا۔ وہ اونٹ تھکاوٹ کی وجہ سے چل نہیں سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس زاد سفر نہیں راوی کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف ضروریات اور اموال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زائد اموال پر ہم میں سے کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ 339-338)

اسلام نے زکوٰۃ کی تقسیم کا نظام قائم کر کے بھی ارتکازِ دولت کی بجائے تقسیم

Marfat.com

دولت کا نظام اپنایا ہے۔ اسلام سے قبل کسی مذہب نے تقسیم دولت کا ایسا متوازن نظام متعارف نہیں کروایا۔ مثلاً اسلام سے پہلے کے مذہبوں میں سرکاری آمدنی کے ذرائع یعنی کن کن چیزوں پر ٹیکس لیا جائے اس کی تفصیل تو ملتی ہے مثلاً توریت وغیرہ میں لیکن کن کن مدات میں انہیں خرچ کیا جائے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ وہ حکمران کی صوابدید پر ہوتا تھا کہ جیسے چاہے اس کو خرچ کرے لیکن قرآن وہ پہلی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق اتنی تفصیلات نہیں ملتیں جتنی دولت کو خرچ کرنے سے متعلق تفصیلات ملتی ہیں کہ کس کو کتنی رقم دی جائے۔ مثلاً وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ کہ کھیتی باڑی کرنے والا زراعت کی پیداوار سے بھی زکوٰۃ دے گا۔ الغرض اسلام دیگر ازموں کے برعکس ان تمام وسائل کو جن کا بہاؤ فردِ واحد یا معاشرے کے مخصوص طبقہ کی طرف جائے روکتا ہے اور تقسیم دولت کا ایسا متوازن نظام دیتا ہے جس میں تین براعظموں پر پھیلی ہوئی اسلامی ریاست میں زکوٰۃ کا عامل زکوٰۃ اکٹھی کر کے جب مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کرنے کیلئے نکلتا ہے تو شام کو آ کر خلیفہ کو یہ رپورٹ پیش کرتا ہے کہ مجھے زکوٰۃ لینے والے کم اور دینے زیادہ ملے ہیں۔

عصر حاضر کے معاشی مسائل اور ان کا حل

عصر حاضر کافرانہ یقین اور مومنانہ بے یقینی کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ آج معاشی تغیر نے دین کی بجائے وطن پرستی کو عمرانی وحدت کے شعور کی اساس بنا دیا ہے۔ عصر حاضر میں مسلم امہ معاشی چیلنجز کا بھرپور مقابلہ کرنے کی استعداد رکھتی ہے مگر افسوس اس بات پر ہے کہ ارباب فکر و دانش ذہنی طور پر اسلام کی بجائے سیکولر نظام ہائے حیات کے سامنے سرنگوں (Surrender) ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہر شکست خوردگی کا ازالہ ممکن ہے لیکن اگر کوئی فرد یا قوم ذہنی شکست خوردگی کا شکار ہو جائے تو حوادثات دہر کا کوئی ہلکا سا جھونکا بھی ان کی زندگی کا چراغ گل کر سکتا ہے۔

Marfat.com

عصر حاضر کے بہت سے معاشی مسائل ایسے ہیں جن کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا مسلم اسکالرز کی ذمہ داری ہے۔ میں چند ایک مسائل اور ان کے اجمالی حل کا ذکر کر رہا ہوں۔

1..... احتکار یا بلیک مارکیٹنگ (Black Marketing)

یہ عصر حاضر کا ایک ایسا معاشی مسئلہ ہے جس نے تقسیم دولت کے منصفانہ عمل کو منجمد کر رکھا ہے۔ ایک مسلمان کیلئے کسی طرح بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ اشیائے پیداوار کو مارکیٹ میں لانے سے اس لئے روکے رکھے کہ جب وہ اشیاء بازار میں نایاب ہو جائیں گی تو وہ انہیں زیادہ نفع پر فروخت کر سکے گا۔

حدیث پاک میں ایسے عمل کی بڑی سخت ممانعت آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کھانے پینے کی اشیاء کو مزید مہنگائی اور کمیابی کی نیت سے چالیس رات تک روکے رکھا وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں۔

اسلام کے معاشی نظام کا خوبصورت ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں انسان تو ایک طرف رہا۔ جانوروں کی خوراک کے احتکار سے بھی منع کیا گیا ہے۔ امام سرخسیؒ نے المبسوط میں لکھا ہے: **یکرہ احتکار قوت البھائم۔**

جانوروں کی خوراک کا احتکار (ذخیرہ اندوزی) مکروہ ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں جو دین جانوروں اور حیوانوں کی خوراک کی ذخیرہ اندوزی سے منع فرما رہا ہے وہ انسانوں کے غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟

2.....عالمی اسٹاک ایکسچینج پر اس وقت مخصوص یہودی لابی کا قبضہ ہے جس نے دنیا کی معیشت کو اپنی پاکٹ منی بنا رکھا ہے۔ عالمی معیشت جب تک یہودی ساہوکاروں کے قبضہ میں ہے مسلم امہ اس وقت تک اغیار کی دست نگر ہی رہے گی۔ لہٰذا امت مسلمہ کی عالمی معیشت کی چیرہ دستیوں سے نجات کیلئے ضروری ہے کہ ایسی ٹھوس منصوبہ

Marfat.com

بندی کی جائے جس سے مسلمان صیہونی قبضہ گروپوں، عالمی، اسلحہ برداروں اور سٹہ بازوں کے چنگل سے نجات حاصل کر سکے۔

مثلاً آج ڈالر اور یورو عالمی مارکیٹ میں دنیا کی کرنسیوں کو روندرہے ہیں۔ لہٰذا ان سے نجات کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مسلم ممالک اسلامی دینار یا کوئی بھی ایسی مشترکہ اسلامی کرنسی شروع کریں جو سب مسلم ممالک کیلئے قابل قبول ہو۔

میرے نزدیک اگر اس وقت بھی امت مسلمہ بیدار نہ ہوئی اور اس نے اقوام عالم میں اپنے جاندار کردار کیلئے نبوی معاشی حکمت عملی کو نہ اپنایا تو مسلمان جان لیں تاریخ کے فیصلے بڑے اٹل ہوا کرتے ہیں۔

تاریخ کی گھڑیوں نے وہ دور بھی دیکھا ہے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

Marfat.com

واقعہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ دراصل انسانی تاریخ کے ان عظیم واقعات میں سے ہے جنہوں نے ذہنوں کے ارتقائی عمل میں ہلچل مچا دی۔ اس کی حقیقی اہمیت، کیفیت معراج میں نہیں بلکہ مقصدیت اور حقیقت معراج میں ہے۔

واقعہ معراج کے سائنسی ثبوت سے قبل اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ مذہب وسائنس میں کہیں تصادم نہیں، سائنس مذہب کی تکذیب نہیں بلکہ تائید وتصدیق کرتی ہے اور سائنسدان کسی شئے کے ظاہری مطالعہ سے اس حقیقت کو پالیتا ہے۔ پرانے متکلمین عموماً یونانی افکار ونظریات سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ ان کو معیاری حقائق تصور کرتے ہوئے وحی کے ایمانی حقائق کو ان کی کسوٹی پر پرکھنے لگے لیکن موجودہ سائنسی دور میں مادی کائنات کے زیادہ گہرے مطالعے نے خدا اور معراج پر ایمان کے نئے نئے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اب ماہر طبیعات کا مقصد ظواہر دنیا (Appearance World) کے پیچھے (Real Existence) حقیقی وجود کو معلوم کرنا ہے۔ سائنسی نظریات کی نوعیت اب عقیدوں یا مسلکوں یعنی (Reeds) کے بجائے پالیسیوں کی ہوکر رہ گئی ہے جس کا معنیٰ ہے مذہب وسائنس میں مصالحت۔ یہی وہ آج کا بڑا سائنسی انقلاب ہے جس نے سائنس کو مذہب کے راستے پر ڈال دیا ہے جس سے وحی نبوت اور معراج کے ایمانی اعتقاد کی طرف پیش رفت ہوئی ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کا سائنسدان آئن سٹائن لکھتا ہے۔

Science without religion is lame and religion without science is blind.

Marfat.com

1.....معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہے۔ ایک خدا کی عادت مبارکہ ہے مثلاً نر اور مادہ کے امتزاج سے بچے کا پیدا کرنا یہ تو انسانی عقل میں آسکتا ہے لیکن مٹی سے آدم کا بنانا، حضرت صالح علیہ السلام کے ڈنڈے سے پہاڑ کا پھٹنا اور اونٹنی کا باہر نکلنا اور حضرت مریم علیہا السلام کے کمرے میں غیر موسمی پھلوں کا آنا خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ یہ چونکہ عقل انسانی میں نہیں آسکتا تھا تو عقل نے صاف اس کا انکار کر دیا لیکن ضروری نہیں کہ جو چیز عقل میں نہ آئے اس کے وجود کا انکار کر دیا جائے مثلاً ہوا اور خوشبو کے مادی وجود کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ لیکن اس سے ان کے عدم وجود پر دلیل نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا منکر معراج منکر خدا ہے۔ کیونکہ جو خدا چھ دن میں زمین و آسمان تخلیق کر سکتا ہے بیج سے پودا اور پودے سے پھل اور پھول پیدا کر سکتا ہے اس کیلئے یہ کوئی بعید نہیں کہ ایک افضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر قوسین کی رفعتوں تک لے جائے۔

2.....حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر معراج کا آغاز زمین سے ہوا تھا لہٰذا ہم زمین ہی سے اس کا آغاز کرتے ہیں۔ سائنسی تحقیق کے مطابق زمین سورج سے جدا ہونے والا ایک سیارہ ہے۔ سورج زمین سے 9 کروڑ 30 لاکھ یا 14 کروڑ 88 لاکھ کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ سورج پر 9 سیارے ہیں زمین کی طرح ہر سیارے کے گرد ایک نہیں زیادہ چاند گردش کر رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج زمین سے اٹھ کر سورج و چاند اور آسمانوں کی بلندیوں سے گزرنے لگے تو سارے سیارے اور ماہ و انجم زیر پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ بقول اقبال:۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

3.....حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ام ہانی کے گھر سے چلے تو دائیں بائیں فرشتوں

Marfat.com

کی بارات تھی جس براق پر آپ سوار ہوئے اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں انسان کی نگاہ جاتی ہے وہاں اس کا قدم جاتا تھا۔ بعض لوگ براق کی اس تیز رفتاری کا انکار کرتے رہے اور کر رہے ہیں کیونکہ: ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

لیکن آج سائنس نے شکوک وشبہات کی اس دھند کو دور کر دیا ہے جہاں تک صرف براق کی تیز رفتاری کا تعلق ہے تو مصنوعی سیارے، خلائی راکٹ اور اڑن طشتریاں اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ لیکن سائنس نے تحقیق کی کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔ انسانوں کے بنائے اعداد وشمار جب وسعت کائنات کی پیمائش کیلئے کافی نہ ہو سکے تو سائنسدانوں نے نوری سال بنائے نور کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہوتی ہے اور براق برق کی جمع ہے جس کا معنیٰ نور یا روشنی ہے تو براق ایک نورانی وجود تھا اور پھر قدرت کاملہ نے اسے جس ہستی کی خدمت پر مامور کیا تھا وہ از خود بھی سراپا نور تھی تو موجودہ سائنس نے براق کی تیز رفتاری کے اس شک کو بھی دور کر دیا ہے۔

جدید سائنس اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اگر کسی مادہ چیز کی رفتار روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو اس کا مادی جسم بدل جاتا ہے اور اس قدر لطیف ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کیلئے رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ مثال کے طور پر اگر پنکھے کے بلیڈز کی رفتار روشنی سے بڑھ جائے اور ہم اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیں تو وہ ہاتھ کٹ نہیں سکتا کیونکہ اس بلیڈ کا مادی وجود ختم ہو جاتا ہے۔

پرانے زمانے کے سائنسدان کسی چیز کا وقوع بیان کرنے کیلئے تین ڈائی مینشنز لمبائی، چوڑائی اور بلندی کی اصطلاحوں سے کام لیتے تھے۔ لیکن حال میں چوتھی ڈائی مینشن بھی "وقت" کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جانے لگا ہے۔ معراج کا معاملہ ان

Marfat.com

چاروں ڈائی مینشنز کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ کسی جگہ کا وقت مطلق نہیں بلکہ نسبتی حقیقت رکھتا ہے۔ اس کائنات کے ہر سیارے کا وقت مختلف نوعیت سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ جہاں بھی چلے جائیں آپ کے کام کا مدار اسی جگہ کے وقت کے معیار کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ رسول پاک ﷺ کی معراج کا فلسفہ بھی اس حقیقت سے سمجھ میں آسکتا ہے جب آپ کو معراج کیلئے بلایا گیا تو آپ کی سواری کی رفتار روشنی کی رفتار سے زیادہ تھی۔ اسے دنیا کے وقت سے باہر نکال لیا گیا۔ اس حالت میں آپ کا تعلق دنیا کے وقت سے منقطع ہوگیا اور آپ عالم بالا کے اوقات کے مطابق مشغول رہے۔ اس حقیقت کو اللہ پاک بہتر جانتے ہیں کہ اس وقت کے مطابق آپ نے عالم بالا میں کتنا عرصہ قیام فرمایا وہاں آپ نے وہ کچھ دیکھا جو احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔

4..... جب آپ مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو جبرائیل آپ کو قبۃ الصخراء پر لے آئے وہاں حضور نبی اکرم ﷺ کو ایک سیڑھی نظر آئی جو زمین سے آسمان کو چھو رہی تھی۔ یہ ارتقاء معراج کی سیڑھی تھی جو کرسی نما تھی آپ اس سیڑھی پر چڑھ کر آسمانوں کی طرف گئے اسی سیڑھی سے فرشتے آتے جاتے ہیں۔ انسانی عقل اس سیڑھی کی کیفیت وغیرہ سے بھی منکر رہی ہے۔ لیکن سائنس نے اس معمے کو حل کر دیا ہے کہ مرأۃ مسلسلہ کا عظیم سحابہ ستاروں کا ایک بہت بڑا نظام ہے جس کی شکل اور ساخت ہماری کہکشاں سے ملتی ہے۔ یہ مرأۃ مسلسلہ ہم سے سات لاکھ نوری سال دور ہے سائنس نے مرأۃ مسلسلہ کا کھوج لگا کر نورانی سیڑھی کی کیفیت کے بارے میں پیدا ہونے والے شبہات کے دھندلے کو بھی دور کر دیا ہے۔

5..... آسمانوں کی بلندیوں کا یکے بعد دیگرے سفر کرتے کرتے جب سرور کائنات ﷺ ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ نے ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا جس کے بال و پر بے شمار تھے۔ یہ فرشتہ بہشت کی ایک نہر ''نہر النور'' میں غسل کرتا ہے اور باہر آکر اپنے

Marfat.com

بال پر جھاڑتا ہے تو جہاں جہاں پانی کی بوند گرتی ہے ایک فرشتہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس جسیم و جلیل فرشتے کے وجود اور اس کے عمل کو انسانی عقل ہمیشہ جھٹلاتی رہی کہ صرف مذہبی طلسم اور اعتقادی الف لیلیٰ ہے لیکن سائنس کی ترقی نے انسانی عقل کے اس عقدے کو بھی حل کر دیا ہے کہ ہماری زمین بھی سورج سے ٹپک کر علیحدہ ہوئی ہے اور خلاء میں اب بھی ایسے سحابے اور کہکشائیں موجود ہیں جن سے بارش کی طرح برستی سیال گیسیں اور مادے شب و روز چمکتے ہیں اور تارے بن جاتے ہیں تاروں کے نئے جھرمٹ اس طرح وجود میں آرہے ہیں کہ نئی گلیکسیاں اسی عمل سے بنتی ہیں تو اگر ستاروں کے جھرمٹ کا وجود میں آنا خلاف عقل نہیں تو پھر حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے مطابق اس فرشتے کے بال و پر سے فرشتوں کا جنم لینا کیسے خلاف عقل ہو سکتا ہے بلکہ تخلیق و تعمیر کے بہت سے راز ایسے ہیں انسانی عقل اور سائنس جن کو ابھی تک نہیں پا سکی۔

6..... سدرہ سے آگے سرور کونین ﷺ حجابات عظمت سے گزر کر قاب قوسین پر کھڑے ہوئے جہاں آپ تنہا نور ہی نور میں کھڑے تھے۔ بتقاضائے بشریت آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں تھوڑا سا بوجھ آیا۔ امام شعرانی نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ خدا کی طرف سے آواز آئی: قف یا محمد ﷺ ان ربک یصلی علیک۔ اے محبوب ﷺ! ٹھہر جا یہاں تک آنا تیرا کام تھا آگے تیرا رب تجھ پہ درود پڑھتا ہوا تجھے لینے کیلئے آرہا ہے۔ ان حجابات عظمت کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانے لیکن بعض سرے سے ان کا انکار کرتے ہیں۔ سائنس نے اس ہٹ دھرمی کا جواب بھی اس طرح دیا کہ اجرام فلکی کی (Galaxies) سے ہم واقف ہیں یہ تاروں کا مجموعہ ہے جس میں ایک کھرب سے زیادہ تارے ہیں جو ہمارے سورج سے مماثل یا اس سے بھی بڑے چھوٹے ہیں اور یہ بھی کچھ کچھ حجابات عظمت سے مشابہ ہیں۔

Marfat.com

7.....فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى پر آغوش الوہیت میں بیٹھ کر جمالِ خداوندی کے نظارے کے بعد جب آپ واپس پلٹے تو یہ واپسی بھی حیران کن تھی۔ حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق جب آپ واپس آئے تو ابھی بستر کی گرمی باقی تھی، دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی، وضو کا پانی جاری تھا۔ عقل اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے عاجز رہی کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے ایک ہستی زمین سے اٹھ کر آسمانوں سے ہوتی ہوئی عرش اعظم تک جا پہنچے وہاں جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرے لیکن زمینی نظام ابھی جوں کا توں رہے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے اور دوسرا یہ کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ہانی کے گھر سے چلے تھے تو نبض ہستی رک گئی تھی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو کائنات کی نبض پھر چل پڑی لیکن سائنس اس سوال کا جواب اس طرح دیتی ہے کہ ایک آدمی راکٹ کی مدد سے اندازاً روشنی کی رفتار سے سفر کرتا ہوا کسی ایسے ستارے پر پہنچے جو 33 نوری سال ہم سے دور ہو اور پھر اسی رفتار سے زمین پر واپس آئے تو زمین والوں کیلئے تو 44 سال بعد اسے دیکھنا نصیب ہوگا لیکن ایسا لگے گا کہ وہ ایک آدھا دن میں واپس آ گیا کیونکہ اتنے عرصے میں اس کیلئے وقت کی رفتار اور بھوک و پیاس کا احساس بہت کم ہو جائے گا۔ اس سے سفر معراج کی واپسی میں تیز رفتاری کی دلیل کا پتاہ چلتا ہے کیونکہ جاتی دفعہ آپ براق پر سوار ہو کر گئے تھے اور واپسی پر نبوت کی رفتار سے تشریف لائے تھے۔

8.....معراج سے واپسی پر آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: بلال رضی اللہ عنہ تو مکہ کی گلیوں میں چل رہا تھا تو میں نے جنت میں تیرے قدموں کے چلنے کی آواز سنی۔ عقل اس بات کی تردید کرتی رہی کہ عرش و علیٰ سے فرشِ زمین کی آواز کیسے سنی جا سکتی ہے عقل کو معلوم نہیں کہ نبوت کی سمع و بصر کی قوت زیرِ زمین اشیاء سے بھی واقف ہے لیکن

Marfat.com

موجودہ دور میں ڈش اور ٹی وی اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے اس شبہے کا ازالہ کر دیا کہ ڈش کے ذریعے ٹیلی ویژن کی سکرین پر جو چیز دنیا کے ایک کونے میں ٹیلی کاسٹ کیجائے وہ تصویر و آواز مکانی رکاوٹوں کے باوجود دنیا کے دوسرے کونے میں دیکھی اور سنی جاسکتی ہے تو شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب عرش اعظم پر تھے تو زمین جو سورج سے جدا ہونے والا سیارہ ہے۔ حضور ﷺ کی آنکھوں کے سامنے ٹیلی ویژن کی طرح تھی اور حضور ﷺ اس کی سکرین پر ساری زمینی مخلوق کو دیکھ رہے تھے۔

الغرض سائنس نے ابھی تک ترقی کے مراحل طے کر کے معراج النبی ﷺ کے واقعہ کی چند جزئیات کو بے نقاب کیا ہے۔ سائنس اور دیگر انسانی علوم جوں جوں ترقی کے زینے طے کرتے جائیں گے معراج مصطفیٰ ﷺ کے درخشندہ معارف وحقائق اس پر کھلتے جائیں گے جب سائنس اپنے ارتقاء کی آخری منزل پر فائز ہوگی تو وہ مقام معراج محمدی ﷺ کی ابتداء ہوگی۔

9.....ایک عام انسان کا خلا کو تسخیر کرنا اور چاند کی آغوش میں جانا اگر ناممکن نہیں ہے تو کاروان انسانیت کے امام کا اس سے بھی آگے چلا جانا خلاف عقل کیسے ہوسکتا ہے کہ سفر معراج النبی ﷺ دراصل انسانوں کو فضاؤں اور خلاؤں میں پرکشائی پر آمادہ کرتا ہے اور میرے نزدیک جس طرح غاروں میں اللہ اللہ کی ضربیں لگانے سے انسان پر حق کے دروازے کھلتے ہیں۔ اسی طرح ایک سائنس دان جب اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں خدا کی ذات اور معراج النبی ﷺ کی حقیقت کو پانے کا سراغ لگاتا ہے تو قدم قدم اس پر بھی حق روشن ہوتا چلا جاتا ہے اور اسے وہی لذت وحلاوت نصیب ہوتی ہے جو غاروں میں یادِ الٰہی میں مستغرق رہنے والے انسان کو حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

عقیدہ ختم نبوت کے نفسیاتی اثرات

علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک مقالے(Islam & Ahmadism)میں عقیدہ ختم نبوت کے فکری وتمدنی پہلوؤں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس عقیدہ کے نفسیاتی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے اقبالؒ نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ مستقبل میں نفسیات کا کوئی طالب علم میدان عمل میں آئے اور عقیدۂ ختم نبوت کے نفسیاتی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے نفسیاتی سطح پر اس عقیدہ کی حقانیت کو ثابت کردے۔

میں نفسیات کا طالب علم تو نہیں ہوں میرا Subject تو Law ہے۔ میں قانون کا طالب علم ہوں۔ تاہم اس موضوع کی افادیت کے باعث اس پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے اپنے مقالے میں کہا کہ قادیانیوں نے اپنے (باطل) عقیدہ کی تائید کیلئے الشیخ محی الدین ابن عربیؒ کے ایک قول کا حوالہ دیا ہے کہ ان کے نزدیک ''ایک امتی پیغمبرانہ مشاہدات وتجربات سے گزر سکتا ہے۔'' علامہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ خیال نفسیاتی طور پر ناپختہ ہے اور اگر اسے درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس حد تک ترقی صوفی کی شخصی کامیابی ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد وہ ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ جو مجھے نہ مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مردود جہنمی ہے۔ علامہ نے فرمایا کہ میں نے ابن عربی کی فتوحات مکیہ کے متعلقہ حصے کا مطالعہ کیا ہے اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قول قادیانیوں کے خلاف جاتا ہے اور ابن عربی عقیدہ ختم نبوت کے اس شدت سے قائل تھے جیسے کوئی صحیح سنی العقیدہ شخص

Marfat.com

ہوسکتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اگر شیخ ابن عربی کو کشف کے ذریعے معلوم ہو جاتا کہ مشرق میں ہندوستان کے ایک ملک میں ایک شخص پیدا ہونے والا ہے جو عقیدہ خاتمیت محمدی میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرے گا تو وہ یقیناً اس دور کے علماء کو متنبہ فرما دیتے کہ اس فتنہ سے بچ کر رہنا۔

جوڈ (Joad) ایک جگہ لکھتا ہے کہ اگر کسی انسان میں علم کی وسعت ہو تو وہ مفکر یا فلاسفر ہوتا ہے اور اگر اس میں جذبات کی گہرائی ہو تو وہ تخلیقی نابغہ (Creative Genius) ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ جس ذات میں علم کی بلندیاں، حقائق کی وسعتیں اور تخلیقی جذبات کی گہرائیاں انتہائی اعتدال کے ساتھ یکجا ہو جائیں تو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ وحی چونکہ اکتسابی چیز نہیں بلکہ وہبی ہے۔ اس لئے بعض لوگ بطور خاص قادیانی یہ سمجھتے ہیں کہ نبی میں کسی ذاتی صلاحیت اور قابلیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کسی نہ کسی ذریعے سے انسانوں تک پہنچانی ہوتی ہے۔ اس لئے اس مقصد کیلئے جو بھی انسان سامنے آجائے خدا اس کے ذریعے وحی کو انسانوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ خیال بنیادی طور پر ناقص اور مقام نبوت سے یکسر بے خبری کا نتیجہ ہے۔ وہ وحی جس کو اٹھانے سے پہاڑ انکار کر دیں مگر انسان کامل اور قلب محمدی ﷺ اس کو اٹھانے کیلئے تیار ہو جائے وہ عام سینہ یا عام انسان کیسے ہوسکتا ہے۔ دراصل ایسا خیال نبوت وولایت میں بنیادی فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے نبوت وولایت کا بنیادی فرق واضح کروں تا کہ بات سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

1.....پہلی بات تو یہ ہے کہ ولایت تکمیل ذات کیلئے ہوتی ہے جبکہ نبوت تکمیل شریعت کیلئے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ولایت نبوت کا ذیلی شعبہ ہے۔ لہٰذا جب اسلام کی

Marfat.com

شریعت نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا تو پھر شریعت کی تکمیل کے بعد نئی نبوت کا تقاضا کرنا بلکہ اس کے بارے میں سوچنا بھی نفسیاتی طور پر فکری افلاس اور نظری اپاہج پن کا نتیجہ ہے۔ اس تصور کے واضح ہو جانے کے بعد اب یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ولایت نبوت کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتی اور ایک صوفی کا گزران دوائر میں ہو ہی نہیں سکتا جن سے وحی کا نزول ہوتا ہے۔ ایک صوفی کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کے اپنے کسب و ہنر کا نتیجہ ہوتا ہے جبکہ نبوت یکسر ایک وہبی عطیہ ہے مگر یہ بھی اچانک نہیں مل جاتی بلکہ اللہ پاک جس سینہ کو وحی کا مہبط بناتا ہے پہلے اسے ریاضت، تربیت اور تزکیہ کی بھٹی سے گزارتا ہے (اگرچہ ان چیزوں کا حصول نبوت سے کوئی تعلق نہیں ہے) لیکن نزول وحی کیلئے اس سینہ کو ہر کثافت سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے کہ شق صدر کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔

2..... اب ایک اور لطیف نکتہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ جس چیز کو تصوف کی دنیا میں روحانی ترقی کہا جاتا ہے وہ دراصل انسان کی نفسیاتی قوتوں کی بیداری اور نشوونما ہوتی ہے یعنی یہ اس کی داخلی قوتیں ہوتی ہیں۔ جبکہ وحی خارج سے انکشاف حقیقت کا نام ہے جسے نزول کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی کو جب وحی ملتی ہے تو وہ صوفی کے کشف کی طرح اس کے مستور حقائق کے پر کیف مناظر میں کھو کر خود ہی لطف اندوز نہیں ہوتا رہتا بلکہ وہ مخلوق کی ہدایت کیلئے ان چھپے ہوئے حقائق کے چہرے سے نقاب پلٹ دیتا ہے۔

3..... علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبات میں پانچویں خطبے (Lecture) کا آغاز ایک صوفی بزرگ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے ان کلمات سے کیا ہے۔

"محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلک الافلاک کی بلندیوں پر پہنچ کر واپس تشریف لائے۔

Marfat.com

خدا شاہد ہے کہ میں اس مقام پر پہنچ جاتا تو کبھی واپس نہ آتا۔"

i.....علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تصوف کے تمام لٹریچر میں ان جیسے الفاظ کا ملنا غالباً مشکل ہے جو ایک فقرے کے اندر شعور نبوت اور تصوف کے اس قدر لطیف نفسیاتی فرق کو اس طرح واضح کر دے۔

ii.....ایک صوفی اپنی انفرادی تجربہ گاہ سے واپس نہیں آتا اور اگر واپس آتا بھی ہے اس لیے کہ اسے واپس آنا پڑتا ہے تو اس کی یہ مراجعت بنی نوع کیلئے کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔ اس کے برعکس ایک نبی کی مراجعت تخلیقی مقصد کیلئے ہوتی ہے وہ اس لیے آتا ہے تاکہ زمانے کے طوفان پر قابو پا کر تاریخ کے دھاروں کا رخ بدل کر رکھ دے۔ ایک صوفی کیلئے اس کی انفرادی تجربہ گاہ آخری مقام ہوتی ہے۔ جبکہ ایک نبی کے دل میں اس سے ولولہ انگیز نفسی قوتیں بیدار ہوتی ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ دنیائے انسانیت میں ایک ہمہ جہت انقلاب برپا کر دیں۔

iii.....یہ آرزو کہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ ایک جیتی جاگتی دنیا کے پیکر میں متشکل ہو جائے، نبی کے دل میں پیش پیش ہوتی ہے۔

وحی کے تجربے کی قدر و قیمت دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہ دیکھا جائے کہ صاحب وحی نے انسانیت کو جس قالب میں ڈھالا ہے وہ کیسا ہے اور اس کے پیغام کی روح سے جس قسم کی دنیا تمدن و ثقافت ابھر کر سامنے آتی ہے وہ کس انداز کی ہے۔

حضور نبی مکرم ﷺ کی ختم نبوت نے انسانیت پر ہمہ جہت علمی و فکری تہذیبی و ثقافتی، معاشی و سیاسی اور نفسیاتی اثرات چھوڑے ہیں۔ اس وقت چونکہ ہم صرف نفسیاتی اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی نبوت کے نفسیاتی اثرات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جن میں ایک انفرادی نفسیاتی اثرات جبکہ دوسرے اجتماعی نفسیاتی اثرات شامل ہیں۔

Marfat.com

1- انفرادی اثرات (Individual effects)

نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے انفرادی اثرات یہ ہیں کہ پہلے تو آپ کی اپنی ذاتِ پاک ہی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی صورت میں انسانوں کیلئے بہترین نمونہ تھی۔ آپ کی سیرت کی مہک نے تباہ حال نسل انسانی کو انسانیت کی معراجِ کبریٰ سے ہمکنار کر دیا۔ آپ کی بعثت کا مقصد چونکہ ایک انسان مرتضٰی کی تیاری تھا۔ اس لئے ہر وہ انسانی کمال یا خوبی جو کسی ذات میں پائی جاسکتی ہے۔ وہ کاملاً محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک میں موجود تھی۔ جبکہ آپ سے پہلے حال یہ تھا کہ باقی انبیاء جو اسوہ ہائے زندگی لے کر آئے وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط نہیں تھے۔ مثلاً حضرت عیسٰی علیہ السلام نے تجرد کی زندگی گزاری۔ اس لئے ازدواجی زندگی کیلئے آپ کی سیرت میں کوئی نمونہ نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاہی زندگی گزاری اور فقر کیلئے ان کی زندگی میں کوئی نمونہ نہیں تھا۔ اس طرح نفسیاتی سطح پر ایک انسان کامل اور انسان مرتضٰی کا تصور ان کے پیروکاروں میں نہیں پایا جاتا تھا۔ مگر حضور ﷺ کی ختم نبوت نے اس نفسیاتی بحران کا خاتمہ فرما دیا اور اب ایک حاکم وقت بھی کہہ سکتا ہے کہ میں حضور ﷺ کی سیرت کا متبع ہوں اور کلہاڑا چلانے والا مزدور بھی سینہ تان کر کہہ سکتا ہے کہ میری زندگی اسوۂ مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔

قارئین! آپ کو یہ پڑھ کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ انسان کی انفرادی زندگی کی تعمیر اور تشکیل کے جتنے بھی تقاضے ہیں آقائے دو جہاں ﷺ نے ان سب کی تکمیل فرمائی۔ ماہرین نفسیات کے مطابق کسی بھی انسان کی شخصی زندگی میں سب سے بڑی تبدیلی یہ ہے کہ اس کے نقطۂ نظر اور زاویہ نگاہ کو تبدیل کر دیا جائے۔ یعنی وہ شخص جو طلب دولت میں اندھا ہو چکا ہے اس کے زاویہ نگاہ میں ایسی تبدیلی لائی جائے کہ وہ فقر میں شاہی کا مزہ پانے لگے۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت نے یہ کام

Marfat.com

کیا۔ آپ نے اپنے کردار کی بدولت انسان کی کایا اس طرح پلٹ کر رکھ دی کہ

i..... جو شراب اور جوئے کے رسیا تھے وہ دیکھتے ہی دیکھتے صالحیت کے پیکر بن گئے۔

ii..... جو قتل و غارت گری اور خونخواری میں لطف پاتے تھے وہ رشتۂ اخوت میں جڑ گئے۔

iii..... جو کھیلتی ہوئی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے وہ مجسمۂ رحمت بن گئے۔

iv..... جن کے کردار کے تعفن کی وجہ سے سر چکرانے لگتے وہ تہذیب و تمدن کے امام بن گئے۔

الغرض حضور ﷺ کی ختم نبوت نے خاک نشینوں کو عرش نشیں، غلاموں کو آقائی اور آقاؤں کو خواجگی کا منصب عطا فرمایا۔

حضور ﷺ کی نبوت سے پہلے اور قرآن سے پہلے کسی ارضی و سماوی کتاب نے انسان کو اس بلند مقام پر نہیں پہنچایا جس کی خبر قرآن نے دی ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں: سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ یہ الفاظ آپ کو قرآن کے سوا کسی بھی کتاب میں نہیں ملیں گے۔ حضور ﷺ کے ایک ایک ارشاد نے آپ کے غلاموں کی زندگیوں میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ ملائکہ بھی ان کی زندگی پر رشک کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا "او حبشن کے بیٹے!" ان کا انداز تخاطب سن کر حضور ﷺ کا چہرۂ انور غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عمر! تم سے ابھی تک جہالت کی بو ختم نہیں ہوئی۔ آقا ﷺ کے اس فرمان کا حضرت عمرؓ کی نفسیات پر گہرا اثر پڑا کہ آپ نے بقیہ ساری زندگی حضرت بلال کو یا سیدی بلال کہہ کر پکارا۔

2- اجتماعی اور معاشرتی اثرات

(Collective and Social effects)

حضور ﷺ کی ختم نبوت نے جس طرح انسان کی شخصی کمزوریوں کو دور فرما

Marfat.com

کر اسے انسان مرتضٰی بنایا' اس طرح آپ نے اسلامی معاشرے کو نفسیاتی طور پر اس قدر مستحکم بنایا کہ وہ جنت نظیر معاشرہ کہلاتا تھا۔ ایک مغربی مفکر کہتا ہے کہ ''مثالی معاشرہ وہ ہے جس میں ہر شخص ہی سینٹ یا ولی ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جو معاشرہ حضور ﷺ کی تربیت سے وجود میں آیا اس میں ایک معمولی سپاہی سے لے کر ایک جرنیل تک' ایک عام شہری سے لے کر سربراہ مملکت تک ہر شخص کردار کا مجسمہ اور ولایت کا پیکر نظر آتا ہے اور ولایت بھی ایسی نہیں جو دنیا سے کنارہ کشی سے عبارت ہو بلکہ وہ ایسے ولی تھے کہ انہوں نے معاشرے میں رہ کر اولیائے کرام جیسی زندگی بسر کی اور یہ سارا نبوت محمدی ﷺ کا فیضان تھا۔

اگر ہم تاریخ کے بند دریچوں میں جھانکیں اور دیگر معاشروں اور نظام ہائے حیات کا جائزہ لیں تو کوئی معاشرہ بھی کامل و اکمل نظر نہیں آتا۔ مثلاً

1..... اہل سپارٹا نے بدنی تربیت کو اتنی اہمیت دی کہ باقی ہر چیز کو نظر انداز کر گئے انہوں نے زندگی کے اس مادی پہلو پر زور دینے میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ اگر ان کے کسی بچے کا جسم کمزور ہوتا تو اسے جینے کے حق سے ہی محروم کر دیا جاتا۔

2..... پھر قدیم یونانی تاریخ کو پڑھ لیں ان کے ہاں جمہوریت کی بڑی دھوم دھام تھی مگر عملاً ان کی نصف سے زیادہ آبادی غلاموں پر مشتمل تھی۔ وہ حق رائے دہی اور آزادیٔ گفتار سے بھی محروم تھے۔ آپ کو علم ہوگا کہ آزادیٔ گفتار کے جرم کی پاداش میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔

3..... اور اگر بدھ مت کو دیکھیں تو اس مذہب نے بدن اور اس کی ضروریات سے آنکھیں پھیر لیں۔

4..... اور الہامی مذاہب میں سے یہودیت کا مطالعہ کریں تو رسوم و رواج نے اس مذہب کی بنیادی روح کو کچل کر رکھ دیا اور یہودیوں نے کہا کہ خدا کے ساتھ خصوصی

Marfat.com

تعلق کی بناء پر ان کے گناہ بے اثر ہوتے ہیں جبکہ اس کے برعکس عیسائیت نے معاشرے کو بالکل آزاد چھوڑ دیا اور انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مصلوب ہو کر ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔

5..... پھر دیگر نظام ہائے حیات کا دو لفظی جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ کمیونزم نے اپنی بنیاد ہی طبقاتی منافرت پر رکھی اور بدنی ضروریات کے تقاضوں پر اس قدر زور دیا کہ انسان کو عقل و روح کے تقاضوں سے محروم کر کے محنت کش حیوان کے درجے پر لے آئے جبکہ فاشزم نے انسان کو حیوان کی بجائے احساسات سے عاری مشین بنا دیا اور سرمایہ دارانہ نظام نے نصف آبادی کو معمولی بدنی ضروریات سے محروم کر کے اعلیٰ انسانی اقدار سے ہی نیچے گرا دیا۔ اس طرح ان نئے اور پرانے نظاموں میں سے ایک نظام بھی انسانیت کا سچا خیر خواہ نہیں ہے۔ مگر جب ہم محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے مثالی معاشرے کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس قدر توازن و اعتدال نظر آتا ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی کردار کی تعمیر کا کوئی گوشہ اس کے دائرہ توازن سے باہر نہیں ہے۔ یہ معاشرہ ایک فرد کے جسم، عقل اور روح تینوں تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اس متوازن معاشرے میں نہ تو اجتماعیت نے انفرادی شخصیتوں کو پھلنے پھولنے سے روکا اور نہ ہی انفرادی شخصیتوں نے اجتماعیت کو خطرے میں ڈال کر افراتفری کا ماحول پیدا کیا نہ بدنی ضروریات کی تکمیل یا عدم تکمیل نے انسانوں کو حیوان بنایا اور نہ عقلی کاوشوں نے روحانیت کے چراغوں کو بجھایا اور نہ روحانی مصروفیتوں نے عقل و عمل کا دامن چھڑایا۔ نہ قومیت نے انسانیت کے بین الاقوامی پہلو کو نظروں سے اوجھل ہونے دیا اور نہ بین الاقوامی رجحان نے قومی ضروریات کو نظر انداز کیا اور اس کردار ساز مسیحا ﷺ نے اس معاشرہ کو اس قدر جامع و کامل بنا دیا کہ جبرائیل و میکائیل بھی اس معاشرے کی عظمت کو سلام کرنے لگے۔ کیونکہ اس سے بڑا منظم، مستحسن اور محمود

Marfat.com

معاشرہ انسانی تاریخ میں قائم ہی نہیں ہوا تھا۔

خلق و تقدیر و ہدایت ابتدا است

رحمت للعالمینی انتہا است

اگر ایک اور نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو تاجدارِ کائنات ﷺ دنیائے قدیم اور دنیائے جدید کے درمیان بطور حد فاصل دکھائی دیتے ہیں یعنی اگر یہ دیکھا جائے کہ آپ کی وحی کا سرچشمہ کیا ہے تو آپ دنیائے قدیم سے متعلق نظر آئیں گے اور اگر یہ دیکھا جائے کہ آپ کی وحی کی روح کیا ہے تو آپ دنیائے جدید کے مقتداء و پیشوا نظر آئیں گے۔ آپ کی بدولت زندگی نے علم کے ان سرچشموں کا سراغ پالیا جن کی اسے اپنی شاہراہوں کیلئے ضرورت تھی۔ آقا ﷺ کے آنے سے نبوت اپنی تکمیل کو پہنچ گئی اور نبوت نے تکمیل سے خود اپنی خاتمیت کی ضرورت کو بے نقاب دیکھ لیا۔ اس میں یہ راز اور نقطہ پنہاں ہے کہ زندگی کو ہمیشہ عہد طفولیت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اسلام نے عقیدۂ ختم نبوت کے ذریعے دینی پیشوائی اور وراثتی بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔

اور اس عقیدہ کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے باطنی واردات اور روحانی کیفیات کے متعلق ایک آزادانہ اور ناقدانہ طرزِ عمل قائم ہوتا ہے۔ اس لیے عقیدۂ ختم نبوت کا سب سے بڑا نفسیاتی فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اب نوع انسانی کی تاریخ میں کوئی شخص اس امر کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی مافوق الفطرت اختیار (Supernatural authority) کی بناء پر دوسروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کرے (حتیٰ کہ مسیح موعود بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ علیحدہ شریعت لے کر آئے ہیں۔ یعنی اس لحاظ سے تشریف نہیں لائیں گے کہ ان کی اتباع کی جائے بلکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بن کر تشریف لائیں گے۔) اس لیے ختم نبوت کا عقیدہ ایک ایسی نفسیاتی قوت ہے جو اس قسم کے تمام دعووں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیتی ہے۔

Marfat.com

اب کسی شخص کے باطنی مشاہدات کتنے ہی غیر معمولی کیوں نہ ہوں ان پر اسی طرح تنقیدی نظر ڈالی جاسکتی ہے جس طرح انسانی مشاہدات کے دوسرے پہلوؤں پر آزادانہ رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

نشاط روح بن کر عشق کا پیام آتا ہے
مگر دل جن کے زندہ ہوں انہی کے نام آتا ہے

Marfat.com

سیرت طیبہ کی روشنی میں نظام احتسابؐ

بعثت نبوی سے قبل عرب میں نظام عدل واحتساب

بعثت محمدی ﷺ سے قبل جزیرۂ عرب میں باقاعدہ (Regular) اور منظم (Orgnised) حکومت نہیں تھی۔ دورِ حاضر کے قبائلی نظام سے ملتا جلتا خاندانی نظام تھا۔ عموماً جھگڑوں کے فیصلے قبیلے کے سردار (Head of family) کیا کرتا تھا۔ اس طرح وہ اپنے سارے انتظامی امور علاقائی اور خاندانی رسم ورواج (Customs and useges) کے مطابق نمٹاتے تھے۔ سیرت نگاروں اور مؤرخین نے اس دور کے عدالتی نظام کو "عہدیت" کے نام سے بیان کیا ہے جس سے مراد مختلف خانہ بدوش قبیلوں کا باہمی میل جول اور اس کے نتائج تھا۔ اس طرح انصاف کے ماحول کیلئے ان کے ہاں تین طریقے رائج تھے۔

1..... پنچ۔

2..... کاہن۔

3..... تحکیم۔

1..... پنچ

جھگڑوں کے تصفیہ کیلئے پنچ مقرر تھے۔ فریقین اپنا مقدمہ لے کر ان کے پاس آتے اور ان کا مؤقف سننے کے بعد کسی ایک کے حق میں فیصلہ صادر کر دیتے اور پنچ کا فیصلہ حتمی سمجھا جاتا تھا۔

Marfat.com

2..... کاہن

اس سے مراد غیب کے علم کا دعویٰ کرنے والے مذہبی لوگ تھے جن کے فیصلے خدائی یا الہامی (Revealed) سمجھے جاتے تھے اور ان کے صادر شدہ فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا۔

3..... تحکیم

عرب کے بعض معتبر لوگ خاندانی و معاشرتی جھگڑوں میں ثالثی کا کردار ادا کرتے تھے۔ فریقین کے بارے میں ثالث کے فیصلے کو فائنل سمجھا جاتا تھا۔ عالم عرب کا عدل وانصاف اور احتساب کا سارا نظام ان ہی تین طریقوں کے گرد گھومتا تھا۔ مگر اعلان بعثت نبوی کے بعد زمانہ جاہلیت کے تمام رسوم ورواج کو منسوخ کر دیا گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو ایک نئے نظام حیات سے متعارف کروایا۔ مسلمانوں کا تہذیب وتمدن اور طرز معاشرت کفار ومشرکین سے الگ تھا۔ تاہم آپ نے زمانہ قبل از اسلام (Pre. Islamic Period) کے ان اصولوں کو بدستور قائم رکھا جن سے شرک کی بو نہیں آتی تھی اور جو اسلام کی مبادیات سے متصادم نہیں تھے۔

اگرچہ مکہ مکرمہ میں تیرہ سالہ نبوی جدوجہد زیادہ تر دعوت وتبلیغ کے ارد گرد گھومتی ہے اور اس وقت باقاعدہ حکومت وریاست تشکیل نہ دی گئی تھی لیکن ہجرت مدینہ کے فوراً بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے دعوت وتبلیغ اور جہادی وانقلابی کاوشوں کے ساتھ ساتھ باقاعدہ ریاست مدینہ کی تشکیل کو اپنی اولین ترجیحات میں شامل رکھا۔ اسی وجہ سے آپ نے مدینہ طیبہ آتے ہی یہود سے ایک میثاق (Pact) کیا۔ جس کی رو سے یہ طے پایا کہ اگر کوئی قبیلہ باہر سے حملہ کرے گا تو مسلمان اور یہود مل کر مدینہ کا دفاع کریں گے۔ اس طرح یہ ایک قسم کا دفاعی معاہدہ (Defencive treaty) تھا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے جس دستور (Constitiution) پر اسلامی ریاست

Marfat.com

کی تشکیل فرمائی وہ 52 دفعات پر مشتمل تھا اور خوش قسمتی سے اس کے متن کا ایک ایک لفظ آج تک محفوظ ہے۔ اس میں آپ نے عدل وانصاف کے فطرتی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے اجتماعی مفادات کی ضمانت بھی مہیا کی ہے۔

مغربی مفکر کا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقتدر اعلیٰ اور قانون دان تسلیم کرنا

مغربی مفکر ولسن آر کے (Wilson R.K.) لکھتا ہے:

In Islam the most conspicuous fact about Muhammad (PBUH) is that he was not merely a divine prohet but also a temoral ruler who governed, punished and legislated. After the great fight an A.D. 622 to Madina, when Muhammad (PBUH) acquired power he was soverign because of his prophetic office. The mosque was his council chamber and hall of audience, the friday sermon his opportunity for declaretion of policy and when he uttered his most preaching injunctions he spoke as the very mouthpiece of the deity.

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ آپ محض پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ ایک ایسے حکمران تھے جو حکومت کی مسند انصاف پر متمکن ہوئے۔ لوگوں کو ان کے جرائم پر سزائیں دیں اور قانون سازی کی۔ 622ء میں ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ کو سیاسی قوت حاصل ہوگئی تو آپ منصب رسالت کے ساتھ ساتھ مقتدرِ اعلیٰ بھی تھے لیکن آپ کا مقتدرِ اعلیٰ ہونا منصب رسالت کے ساتھ مختص تھا۔ مسجد آپ کی سرگرمیوں کا محور اور عوامی اجتماع کا مرکز تھی۔ خطبۂ جمعہ آپ کی پالیسیوں کے اعلان کا ذریعہ ہوتا تھا اور جب آپ کی زبان مبارک سے مختلف احکامات جاری ہوتے تو وہ

Marfat.com

بے مثل فہم وبصیرت کے آئینہ دار ہوتے تھے۔

خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا عالمی چارٹر

آپ نے 10 ہجری حجۃ الودع کے موقع پر انسانی حقوق کا عالمی منشور (International charter of Human Rights) بنی نوع انسان کو عطا فرمایا تو اس میں انسان کے تین بنیادی حقوق جان، مال اور آبرو کی حفاظت کو لازمی قرار دیا اور اس میں قرضوں کے لوٹانے، امانتوں کی واپسی اور سود کی حرمت کا بطور خاص اعلان فرمایا۔ یہ سب چیزیں احتساب کے نظام کی اساس کا درجہ رکھتی ہیں۔ نیز آپ کا عطا کردہ یہ منشور انسانیت ہی دراصل قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے ورلڈ آرڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کیلئے کسی ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی اتباع و پابندی میرے نزدیک شرک کے مترادف ہوگی۔ کیونکہ مسلمانوں کے محبوب ﷺ نے اسی خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

''کل شیء من امر الجاهلية تحت قدمی۔''

یعنی میں آج سے زمانہ جاہلیت کے تمام قوانین، معاہدات اور رسوم ورواج کو اپنے قدموں کے نیچے مسلتا ہوں اور قرآن وسنت پر مبنی الہامی خدائی قانون کی بالادستی کا اعلان کرتا ہوں۔

جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے محاصل کی وصولی، مقدمات کے فیصلوں اور اصلاح احوال کیلئے جن گورنرز اور حکام کو مقرر فرمایا آپ ﷺ ان کا باقاعدہ احتساب فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ بازار تشریف لے گئے ایک آدمی کو کوئی چیز تولتے دیکھا تو ارشاد فرمایا: انتزن وارجح (اچھی طرح اور جھکتا ہوا تولو)

اس طرح اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے آپ ہی نے احتساب کا حقیقی

Marfat.com

نظام قائم فرمایا۔

قرآن مجید میں احتساب کا حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احتساب کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (آل عمران)

ترجمہ: اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ احتساب فرض کفایہ ہے۔ اسلامی نظام حیات کا مقصد ہی اسلامی اقتدار کا فروغ وقیام اور منکرات کو مٹا دینا ہے۔

بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں

سیرت طیبہ میں لوگوں کا احتساب بے لاگ کڑا تو ہے لیکن ساتھ کھرا بھی ہے۔ جب ہم فلسفہ احتساب کے مفہوم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمے کے پانی سے بھی نکھری ہوئی سیرت طیبہ کے پیمانے پر پرکھتے ہیں تو ہمیں گلشن سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ ایسی جانفزاء کلیاں ملتی ہیں جو قولی احادیث سے مزین ہیں جبکہ بعض ایسے روح پرور واقعات بھی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ فلسفۂ قصاص کی عملی صورت پیش کرتی ہے تو اس سے نہ صرف ذہن مطمئن ہوتے نظر آتے ہیں بلکہ اس کی دلکشی وچاشنی قلوب واذہان کو بھی معطر ومنور کرتی چلی جاتی ہے۔

عموماً جب ہم بڑے لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو اگرچہ ان کے خوبصورت اور بسیط افکار ونظریات دلوں کو مسحور کر دیتے ہیں لیکن جب انہی کی عملی زندگیوں میں ان کے افکار ونظریات کی جھلک ڈھونڈنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان

Marfat.com

کی فکر وعمل کی ہم آہنگی تو کجا ان کے نظریات اور عملی زندگی میں اس قدر تضاد (Contrast) نظر آتا ہے کہ اس کی عفونتوں سے انسان کا دماغ پھٹنے لگتا ہے یعنی ایک طرف تو انسانیت کی فلاح وبقا کیلئے پیش کردہ خوبصورت فلسفے جگمگ کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف خود ہی انہی کی اخلاق باختگی اور سیاہ کاریوں نے ان کی اپنی زندگیوں میں گھپ اندھیرا برپا کیا ہوتا ہے لیکن جب ہم اس کائناتی تاریخ (The history of universe) میں حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے شب روز کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کے الہامی اقوال کا جمال تو عروج پر نظر آتا ہی ہے مگر عملی زندگی دیکھیں تو وہ شبنم کی طرح پاکیزہ اور پھولوں کی طرح مہکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

فلسفۂ احتساب پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان" (صحیح مسلم بشرح النووی الایمان جلد 2 صفحہ 22)

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے اسے برا کہے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو پھر دل سے ضرور برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اسی طرح سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا: "رأيت الناس يضربون على عهد رسول الله ﷺ اذا اشترو الطعام جزافا ان يبيعوه حتىٰ يؤوه الى رحالهم"

(صحیح بخاری بحاشیہ السندی جلد 2 صفحہ 16)

ترجمہ: میں نے عہد نبوت میں دیکھا کہ اگر لوگ غلہ کے ڈھیر (بغیر وزن) خرید لیتے اور اسے اپنے ٹھکانوں پر لے جانے سے قبل فروخت کر دیتے تو ان کو سزا

Marfat.com

دی جاتی۔

اس حدیث مبارکہ سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ استنباط کرتے ہیں کہ یہ روایت بازار والوں پر محتسب مقرر کرنے کی اصل ہے اور اسی سے یہ استشہاد بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر تاجر اپنے معاملات میں احکام شرعی کی خلاف ورزی کرے تو اسے سزا دی جاسکتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ ولیء امر کو بیع فاسد کرنے والے شخص کو ضرب وغیرہ کی تعزیری سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔ میرے نزدیک اس حدیث میں ناپ تول کی کمی وبیشی پر تعزیری سزا کے حکم سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں محض احتساب نہیں بلکہ بے لاگ احتساب ہوتا تھا۔

عہد نبوی میں احتساب کا طریقہ کار

نبی کریم ﷺ جنہوں نے نظام احتساب کو متعارف کروایا۔ آپ کے دور اقدس میں احتساب کا درج ذیل طریقہ رائج تھا۔

1.....سزاؤں میں قید کی سزا دینا آپ سے ثابت ہے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مجرم کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا تھا۔

2.....نیکی کے فروغ اور برائی کے سد باب کیلئے آپ خود بازاروں کا گشت فرماتے تھے اور موقع ومحل کی مناسبت سے احکام صادر فرماتے تھے۔

3.....سنگین جرائم کی صورت میں حدود کا اجراء بھی فرماتے تھے اور سخت تعزیری سزائیں بھی دیتے۔ اس مقصد کیلئے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کر رکھا تھا جنہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ کسی کو محبوس کریں یا گرفتار کریں۔

4.....بعض اوقات صحابہ کرام کسی ناپسندیدہ فعل پر مجرم کو پکڑتے اور بارگاہِ نبوی میں پیش کر دیتے۔ آپ کیس سن کر جو مناسب ہوتا فیصلہ فرما دیتے۔

Marfat.com

5..... مجرموں کو سزا دینے کیلئے آپ نے حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت مقداد بن الاسود، محمد بن سلم، عاصم بن ثابت، ضحاک اور سفیان کلابی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مامور کر رکھا تھا۔

6..... اس دور میں نبی کریم ﷺ خود بھی اور بعد میں آپ کے پیروکار بھی سرسری سماعت کے بعد فیصلہ فرما دیتے تھے جبکہ قاضی مکمل عدالتی کاروائی کے بعد فیصلہ کرتا تھا یعنی پہلے مقدمہ درج ہوتا پھر مدعا علیہ کو طلب کیا جاتا فریقین کے دلائل سننے کے بعد تسلی اور اطمینان سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔

عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب

جب ہم عہد رسالت مآب ﷺ میں نظام احتساب کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو اگرچہ "حسبہ یا احتساب" کی باقاعدہ اصطلاحیں متعارف نہیں تھیں لیکن وہ تمام امور بحسن وخوبی سرانجام دیئے جاتے جو کسی طرح "حسبہ یا احتساب" کے زمرے میں آتے ہیں بلکہ نام کے بغیر احتساب کا پورا نظام چل رہا تھا کیونکہ جب ریاست مدینہ کی حدود پھیلنے لگیں تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے باقاعدہ افراد مقرر تھے مثلاً عہد نبوی میں ہی اس فریضہ کی انجام دہی کیلئے مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بطور محتسب مقرر کیا گیا۔

آج امت مسلمہ جس فکری الجھاؤ اور عملی زوال کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ ہی اسلام کے عطا کردہ عالمگیری نظام حیات سے انحراف ہے ایک مسلمان کیلئے یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بندگی کیلئے سجدہ ریزیاں تو دہلیز ربوبیت پر کرے لیکن اپنے معاملات اور دنیوی زندگی میں نکھار پیدا کرنے کیلئے ماؤ، لینن اور کارل مارکس کے فکری دروازوں پر دستک دیتا رہے۔ اسلام نے طبقاتی اور معاشرتی امتیازات کی ساری دیواریں منہدم کر کے مساوات کا وہ ارفع واعلیٰ نظام قائم کیا ہے کہ

Marfat.com

جہاں مجرم خواہ نسبی یا معاشرتی حوالے سے کتنا ہی معزز کیوں نہ ہو قانون سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا بلکہ اگر ہم اسلامی قانون کا مادی اور اشتراکی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں تو بسا اوقات انسان کے بنائے ہوئے قوانین شکست کھاتے اور مجرم دندناتے نظر آتے ہیں لیکن اس کے برعکس ہم عدالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کٹہرے میں قانون عدل کو فاتح اور مجرم کو تختہ دار پر لٹکتا ہوا دیکھتے ہیں۔

مغرب میں سربراہِ مملکت کے احتساب کا تصور

اہل مغرب کا نظریہ یہ ہے کہ صدر مملکت یا سربراہِ ریاست کے خلاف دعویٰ دائر نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کا احتساب کیا جاسکتا ہے۔

ہڈفلیپس لکھتا ہے:

"The Maxim" The king can do no wrong" meant not only that the king could not be made liable by action but also that wrong could not be imputed to the king and therefore he could not be said to hare authorised another to commit a wrong.

(ضیائے حرم اپریل 1997ء صفحہ 20)

ترجمہ: یہ مقولہ ہے کہ بادشاہ سے غلطی سرزد نہیں ہوسکتی اپنے اندر اس مطلب کو سموئے ہوئے ہے کہ بادشاہ کیخلاف چارہ جوئی نہیں ہوسکتی۔ کوئی غلطی بادشاہ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ دوسرے کو غلطی کرنے کی اجازت دے گا۔ تو یہ ہے سربراہِ مملکت کے احتساب کے بارے میں اہل مغرب کا نظریہ کہ اس سے غلطی کے صدور کا امکان ہی نہیں جبکہ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ پیغمبر انقلاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ نظریہ احتساب پیش فرمایا بلکہ اپنے پیش کردہ نظریہ احتساب کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ نتیجتاً آپ کے متبعین خلفائے

Marfat.com

راشدین نے بھی اتباع نبوی میں نظام احتساب کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ خود کو احتساب کیلئے پیش کرنے کی زریں مثالیں قائم کیں جو قیامت تک آنے والے سربراہانِ مملکت کیلئے مثالی نمونہ ہیں۔

عہد نبوی میں بے لاگ احتساب کی عملی جھلکیاں

حضور نبی اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ جہاں قانون کسی کے اقتدار دولت یا حسب ونسب کے مفاخر کے ہاتھوں مات کھا گیا ہو بلکہ ہمیشہ مظلوم سرخرو تو ظالم ناک رگڑتا نظر آتا ہے۔

عہد نبوی میں ایک مرتبہ خاندان مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسد چوری کا ارتکاب کرتی ہے۔ یہ خاندان چونکہ قریش میں بڑی عزت و وجاہت کا حامل تھا۔ اس لیے لوگ چاہتے تھے کہ یہ عورت شرعی حدود کے نفاذ سے محفوظ رہے کیونکہ اگر اس پر عملدرآمد ہوگیا تو اس خاندان کا وقار خاک میں مل جائیگا۔ چنانچہ اس خاندان کے چند سرکردہ لوگوں نے باہم مشورہ کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی قریبی رشتہ دار یا عزیز کو بارگاہِ رنبوت میں سفارش کیلئے بھیجتے ہیں۔ آخران لوگوں کی نگاہ انتخاب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو چنا۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ ان سے اس طرح پیار فرماتے تھے جس طرح کہ حسنین کریمین پر آپ کی شفقت ومحبت کا بادل برستا تھا۔ حضرت اسامہ لوگوں کے اصرار پر اس کام کیلئے تیار ہوئے جب انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں اس عورت کی شرعی حد کی معافی کیلئے سفارش کی تو آپ کا چہرۂ انور غصے سے سرخ ہوگیا۔ آپ فرمانے لگے۔ "اتشفع فی حد من حدود اللّٰہ" (ترجمہ) کیا تو حدود اللہ کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا ہے۔ بنی اسرائیل اسی لئے تباہ ہوگئے کہ وہ غریبوں پر بلا تامل حد جاری کردیتے تھے اور امراء سے درگزر کرتے۔

Marfat.com

"والذی نفسی بیدہ لو فاطمة بنت محمد فعلت ذالک لقطعت یدھا۔" (بحوالہ ضیاء النبی جلد 4 صفحہ 560)

"قسم ہے اس رب ذوالجلال کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے (یہ تو فاطمہ بنت اسد ہے) اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

بھلا کڑے اور کھرے احتساب کی اس سے بڑھ کر کوئی اور مثال ہو سکتی ہے کہ ایک طرف وہ ذات ہے جس کی زبانِ اقدس سے نکلنے والا لفظ اللہ کا قانون بن جاتا ہو اور جن کے رب کریم نے انہیں بے شمار اختیارات سے نواز رکھا ہو مگر وہ ذات پاک انصاف کے دامن کو استحصال کے ناپاک خون کے چھینٹوں سے بچانے کیلئے یہ فرما رہی ہو کہ بنو مخزوم کی خاندانی عزت وتکریم خاندانِ نبوت سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ تو قریشی خاندان کی ایک خاتون ہے اگر میری لخت جگر بھی ایسے فعل کا ارتکاب کرتی تو میں نسبتوں کا لحاظ کیے بغیر خدا تعالیٰ کے قانون کی بالادستی کیلئے اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا اعلان فرما دیتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

کوئی مستشرق یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نظری اعتبار سے تو یہ بات درست ہو سکتی ہے مگر عملی طور پر کسی شخصیت کا خود کو یا اپنی لخت جگر کو اسی دردناک اذیت میں مبتلا کرنا بڑا تلخ اور صبر آزما مرحلہ ہے۔

مگر سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیں صرف نظریات کی سحر انگیزیاں ہی اپنا کمال دکھاتی نظر نہیں آتیں بلکہ ایسے ایسے ایمان افروز واقعات بھی پڑھنے کو ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے اغیار دنگ تو عشاق مچل مچل جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اپنے ہی پیش کردہ افکار پر عملدرآمد بڑا جانگسل مرحلہ ہوتا ہے مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلوبِ

Marfat.com

حیات میں وہ اثر آفرینی اور دلوں کو موہ لینے والی چاشنی نظر آتی ہے۔ جس نے عرب کے گنوار واجڈ بدوؤں اور صاحب ثروت جاگیرداروں کے دلوں میں شگاف ڈال دیئے اور وہ اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے کہ واقعی اپنے کہے ہوئے پر عمل پیرا ہونے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی) کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود کو قصاص کیلئے پیش کرنا

مکتب ربوبیت کی فیض یافتہ یہ ہستی فقط احتساب پر لیکچر دیتی ہی نظر نہیں آتی بلکہ خود کو عملی طور پر پیش بھی کرتی ہے۔ یقیناً انسانی تاریخ "خود سپردگی قصاص" کی ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہوگی۔ چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا تھا کہ بدر کے مقام پر جنگ کے ریگزاروں میں عین اس وقت جب اسلام اور کفر کی پہلی ٹکر ہونے والی تھی۔ ادھر دشمن جنگ کیلئے تیار کھڑا ہے ننگی تلواریں چمک رہی ہیں ادھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کی صفیں سیدھی کروا رہے ہیں۔ سواد بن غزیہ ایک خوش طبع اور خوش فہم صحابی تھے۔ وہ ذرا صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں چھڑی تھی۔ آپ ڈسپلن کے بڑے پابند تھے۔ آپ نے چھڑی سواد کے پیٹ پر مار کر فرمایا "استویا سواد" (اے سواد! صف کے برابر کھڑے ہو جاؤ) حضرت سواد کو موقع مل گیا۔ وہ عرض کناں ہوئے اے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ عدل وتصوف کا درس دینے اور دنیا میں مساوات کا نظام قائم کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ آپ نے تیز چھڑی ماری ہے۔ لہٰذا "فاقدنی" (مجھے اس چوٹ کا بدلہ لینے دیجئے) میدان جنگ میں اس قسم کا مطالبہ فوجداری اصولوں کے خلاف تو ہے ہی لیکن اخلاق بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ادھر دشمن آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو اور ادھر ایک سپاہی اپنے جرنیل سے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضرت سواد کی اس جسارت پر ناخوش تھے بلکہ اندر ہی اندر سے بھی ناراض بھی ہوئے

Marfat.com

مگر دربار نبوت کے سامنے لب نہ کھول سکے۔ یہاں دنیا کی کسی اور فوج کا سربراہ ہوتا تو ایسے سپاہی کیلئے ''کورٹ مارشل'' کا حکم دیتا مگر یہ تو کریم ذات تھی۔ آپ نے وہ چھڑی سواد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''استقد'' (سواد آؤ بدلہ لے لو) سواد بولے میرے جسم پر خالی کپڑے تھے اور آپ نے زرہ پہنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ گواہ ہیں کہ مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنی زرہ کے بٹن کھول دیئے اور فرمایا سواد! آگے بڑھو اور بدلہ لے لو۔ ادھر حضرت سواد رضی اللہ عنہ ''فاعتنفقه فقبل بطنه'' (لپک کر آگے بڑھے' اپنے محبوب آقا ﷺ کو گلے لگایا اور آپ کے بطن مبارک کو چومنے لگے۔ آپ نے پوچھا، سواد! یہ کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کی اے میرے دلربا آقا ﷺ! ''حضر ما تری'' (یہ مرحلہ جنگ درپیش ہے وہ تو آپ ملاحظہ فرما ہی رہے ہیں) فاردت ان یکون آخر العهد ان یمس جلدی جلدک ''میرے دل میں یہ تمنا مچل رہی تھی کہ میدان جنگ میں موت آنکھوں کے سامنے محو رقص ہے تو موت کی ابدی اور پرسکون آغوش میں جانے اور شہادت کی شراب طہورا پینے سے پہلے کیوں نہ اپنے جسم کو اپنے من مٹھار آقا ﷺ کے عطر بیز جسم سے مس کرلوں تا کہ جسم محمدی ﷺ کے انگ انگ میں رچی بسی خوشبوؤں سے میں بھی عنبر حاصل کرلوں اور یہ لمس آخرت کی تمام منازل تک میرے لیے فرحت وانبساط کا سبب بنا رہے۔

(ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 340-339)

ایک پیارے غلام کے احتساب کی مثال

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ایک بہت ہی پیارے صحابی حضرت خمار رضی اللہ عنہ تھے۔ صحابہ کرام کو بھی ان سے اس لیے محبت تھی کہ وہ جب بارگاہِ نبوی میں آتے تو اپنی شگفتہ مزاجی کی بناء پر کوئی ایسی بات کرتے جس سے اپنے محبوب آقا ﷺ کو خوش کرنا مقصود ہوتا۔ چنانچہ ان کے مزاج

Marfat.com

کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے تو ایک دلنواز مسکراہٹ آپ کے چہرۂ اقدس پر پھیل جاتی۔ جس سے جانثارانِ مصطفیٰ ﷺ کی طبیعتیں بھی کھل جاتی تھیں۔

ایک دفعہ اپنی فطرت طبعی سے مجبور ہو کر حضرت خمار رضی اللہ عنہ شراب پی بیٹھے۔ جب اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کی بارگاہ عظمیٰ میں پہنچی تو آپ نے ذاتی عنایات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ''خمار'' کو کوڑے مارے جائیں۔ ان کے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غلامانہ مراسم بے لاگ احتساب کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ چنانچہ حضرت خمار کو حضور ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کے سامنے شرعی حد پر عمل کرتے ہوئے کوڑے مارے گئے۔ البتہ جب انہیں کوڑے مارے جا رہے تھے تو ایک صحابی نے انہیں برا بھلا کہا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اسے ایسا نہ کہو ''انه یحبنی'' (جامع ترمذی) یعنی یہ (گنہگار ضرور ہے) مگر مجھ سے محبت کرتا ہے۔

سیرت نبوی میں بے لاگ احتساب کا یہ پہلو زمین عدل میں وہ گل افشانیاں کرتا ہے کہ جس سے اقرباء پروری کے درخت جڑ سے اکھڑتے اور احتساب کی روح پرور کونپلیں پھوٹتی ہیں اور عدل کی معطر کلیاں چٹختی نظر آتی ہیں اور ان سے آنے والے بادِ صبا کے جھونکے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں اے محمد عربی ﷺ کو اپنے ایمان کا مرکز و محور بنانے والو! اگر تمہیں کسی منصب پر فائز کر دیا جائے اور تمہارے سامنے بھی کوئی ایسا مقدمہ آئے جس میں ایک طرف دوستی و رشتہ داری کے جذبات ہوں تو دوسری طرف عدل و انصاف کی پامالی کا خوف، تو خبردار! اپنے احساسات و جذبات کو دبائے رکھنا لیکن انصاف کے تقاضوں کا خون نہ ہونے دینا۔ تب ہی جا کر روح محمدی ﷺ تم پر خوش ہوگی۔ کیونکہ دنیوی مراسم کی ڈوری کٹنے کا نقصان اتنا زیادہ نہیں ہوگا جتنا اس تعلق کے ٹوٹ جانے سے ہوگا جو نہ صرف دنیا میں ایمان کی

Marfat.com

مضبوطی اور قبر کے مراحل میں آسانی کا ذریعہ بنے گا بلکہ روزِ محشر بھی اس تعلق مصطفوی ﷺ کی ٹھنڈی چھاؤں میں طمانیت وسکون نصیب ہوگا۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں احتساب کی اہمیت کتنی زیادہ ہے۔ نیز اسلام فرد کی شخصی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک کس قدر مساوات کا داعی ہے؟

Marfat.com

سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

امت مسلمہ آج ہمہ جہت زوال کا شکار ہے۔ وجود امت کو کئی امراض لاحق ہو چکے ہیں۔ جن میں معاشی بدحالی اور جہالت کی بیماریوں کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ امت کا قلبی، جبی، عشقی اور جذباتی تعلق اپنے محبوب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے کمزور پڑ چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ پر ہر محاذ پر اغیار کی دست نگر ہے۔ سقوط کابل سے لے کر سقوط بغداد تک ہر جگہ اس امت کی مظلومیت کی داستانیں ہیں ساری دنیا کی طاغوتی اور شیطانی طاقتیں مسلمان امت کو اپنے پنجہ استبداد میں دبوچ کر اس کی رگوں سے غیرت وحمیت کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینا چاہتی ہے۔ ویسے تو اس امت کو کئی قسم کے مسائل نے گھیرا ہوا ہے جن میں اقتصادی ابتری، سیاسی زبوں حالی، علمی افلاس، تہذیبی غلامی اور دفاعی انحطاط شامل ہیں لیکن میں صرف تین قسم کے مسائل کو بیان کر کے سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کا حل پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت مشرق سے مغرب تک وسائل کی کثرت کے باوجود امت مسلمہ معیشت کے میدان میں غیروں کی محتاج ہے۔ عالم اسلام کی زمین سونا اگلتی ہیں۔ معدنیات اور تیل کے ذخائر کی کثرت کے باوجود وسائل معیشت پر عالم کفر کا قبضہ ہے۔ اکثر مسلم ممالک ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے مقروض ہیں۔ یہ استحصالی ادارے بڑی کڑی شرائط پر مسلم حکمرانوں کو قرض دیتے ہیں اور پھر ان کے ملکوں میں اپنی من مانی پالیسیوں کا نفاذ کرواتے ہیں۔ مجموعی طور پر اس وقت عالمی

Marfat.com

معیشت پر یہودی لابی کا قبضہ ہے۔ اکثر ملٹی نیشنل کمپنیاں یہودی ساہوکاروں کی ملکیت ہیں اور مسلمان گھرانوں میں نمک اور مرچ سے لیکر مشروبات تک جتنی چیزیں استعمال ہوتی ہیں ان میں زیادہ تر چیزیں یا تو غیر ملکی کمپنیاں تیار کرتی ہیں یا ایسی کمپنیاں تیار کرتی ہیں جو بظاہر مسلمانوں کی ملکیت میں ہیں لیکن بڑی کمپنیوں کا نام استعمال کرنے کی وجہ سے وہ ایک مخصوص شرح سے بڑی کمپنیوں کو منافع دیتی ہیں جس کے نتیجے میں ورلڈ اکانومی (World Economy) پر بالواسطہ یہودیت کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ہمارا اپنا حال یہ ہے کہ پاکستان سر سے پاؤں تک قرضوں میں ڈوبا ہوا ہے اور ہم اپنی معیشت عالمی مالیاتی اداروں سے ملنے والی آمرانہ سوچ (Dictation) سے چلا رہے ہیں اور ہر مالی سال کے آغاز پر کشکول گدائی پکڑ کر پھر چند ڈالروں کی بھیک مانگنے کیلئے یورپ وامریکہ کا رخ کرتے ہیں شاید اسی وجہ سے علامہ اقبال نے فرمایا تھا: ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

آیئے! اب سیرت طیبہ کی روشنی میں نبوی حکمت عملی کا جائزہ لیتے ہیں کہ کس طرح آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی معاشی پالیسیاں مرتب فرما کر دس سال کی قلیل مدت میں نہ صرف دس لاکھ سے زائد مربع میل پر اسلامی ریاست قائم فرما دی۔ بلکہ معاشی واقتصادی طور اپنی امت کو مضبوط بنیادیں بھی مہیا فرما دیں۔

سب سے پہلے تو آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کو رشتۂ اخوت میں منسلک فرمایا۔ انسانی تاریخ ایسی مؤاخات کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ بیسیوں مہاجرین خاندانوں کو لمحہ بھر میں انصار مدینہ کا یوں بھائی بنا دیا کہ حقیقی رشتہ داروں سے بڑھ کر وہ ایک دوسرے کی عزت واحترام کرنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا معاشی مسئلہ حل کرتے ہوئے انہیں یوں ارشاد فرمایا کہ پہلے خاندان چھوٹا ہوتا تھا اور

Marfat.com

پورے خاندان سے ایک یا دو آدمی محنت و مزدوری کر کے روزی کماتے تھے۔ اب رشتۂ اخوت میں جڑنے کے بعد خاندان بڑا ہوگا تو کمانے والے بھی زیادہ ہوں گے جس کے نتیجے میں زیادہ دولت کمائی جا سکے گی اور کثرت وسائل سے معیار زندگی بہتر ہوگا۔ اس طرح نبی پاک ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ حکمت عملی کی بدولت ان کی نفسیاتی الجھنوں کو بھی دور فرما دیا اور تیرہ سالہ مکی زندگی تو دعوت و تربیت کا دور تھا۔ لیکن جونہی آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے' پہلے چھ ماہ میں آپ ﷺ نے اسلامی ریاست قائم کر کے اس کا دستور مرتب فرمایا جو کائناتی تاریخ میں پہلا تحریری دستور (First written constitution) تھا۔ بعد ازاں فوراً آپ نے اسلامی ریاست کیلئے معاشی منصوبہ بندی فرمائی۔ اس دور میں یمن سے شام کی طرف ایک بہت بڑی سڑک جایا کرتی تھی جس کو شاہراہ معیشت (Economic Road) بھی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ سڑک عرب کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی (Back Bone) کی حیثیت رکھتی تھی۔ سامان سے لدے ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ بھی بیک وقت اس سڑک سے گزر سکتا تھا۔ مشہور مستشرق سپرنجر کے مطابق اڑھائی لاکھ پاؤنڈ سالانہ صرف اہل مکہ اس سڑک کے ذریعے کمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مکہ سے ایک تجارتی قافلہ جس کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔ یمن سے ہوتا ہوا شام کی طرف گیا جب اس قافلہ کی واپسی کی اطلاع حضور نبی کریم ﷺ کو ملی تو آپ نے اس قافلہ کا راستہ روکنے کیلئے دو تین دستے بھیجے۔ واضح رہے کہ اس قافلہ میں پچاس ہزار پاؤنڈ مالیت کا سامان تھا اور اہل مکہ کا ہر فرد اس مال میں حصہ دار تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے معاشی حکمت عملی یہ مرتب فرمائی کہ دشمن کو معاشی لحاظ سے کمزور کئے بغیر اس کی قوت کا پنجہ نہیں توڑا جا سکتا۔ اس لئے آپ ﷺ اپنے صحابہ کا ایک مختصر سا قافلہ ساتھ لے کر ابوسفیان کو روکنے کیلئے مدینہ طیبہ سے قریب اس شاہراہ معیشت کی طرف تشریف لائے جہاں بعد ازاں بدر کا معرکہ برپا ہوا۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے مسلمانوں کو فتح و کامیابی عطا فرمائی اور تعداد اور اسلحہ کی قلت کے باوجود نبوی حکمت عملی کی بدولت نہ صرف اردگرد کے قبائل پر مسلمانوں کی قوت و شوکت کی دھاک بیٹھ گئی بلکہ پورے جزیرہ نما عرب کی معیشت آہستہ آہستہ مسلمانوں کے قبضہ میں آنے لگی اور ابھی چند سال بھی نہیں گزرے تھے کہ عرب کے تاجر قدمین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھ کر معیشت کے اصول سیکھ رہے تھے۔

آج امت مسلمہ کو بھی سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشی حکمت عملی وضع کر کے عصر حاضر کے اقتصادی چیلنجز سے نبرد آزما ہونا پڑے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آج امت مسلمہ کے ہاتھوں سے علمی قیادت چھن چکی ہے۔ دنیا بھر میں علم و حکمت کی خیرات بانٹنے والے غیروں کی دریوزہ گری کرتے ہیں۔ وہ امت جس کی ہدایت کیلئے اترنے والی کتاب قرآن مجید کی پہلی وحی کا آغاز ہی اقراء سے ہو رہا ہے وہی آج جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا تو پورا عرب معاشرہ جہالت و بے راہ روی کے گڑھوں میں پڑا سسک رہا تھا۔ عظیم مؤرخ بلاذری کے مطابق مکہ مکرمہ میں صرف قریش کی ہی لاکھوں کی آبادی تھی۔ لیکن ان میں سے صرف سترہ آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ وہ لوگ جو علم و آگہی کے حروف سے ہی نا آشنا تھے۔ ان میں جب قرآن مجید نازل ہوتا ہے تو پہلی وحی کی پانچ آیتیں علم و فن کے ہزاروں دروازے کھول دیتی ہیں۔ پہلی آیت اتری اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے آپ کو پیدا کیا) اس میں الٰہیات کا درس دیا دوسری آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا) اس آیت میں بیالوجی، ایمبریالوجی اور میڈیکل سائنس کی تعلیم دی۔ تیسری آیت اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے) اس آیت میں اخلاقیات کا علم سکھا دیا چوتھی آیت الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

Marfat.com

(جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا) اس آیت میں ذرائع علم (Sourses of knowledge) کی خبر دی اور پانچویں اور آخری آیت عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) اس آیت میں دیگر سینکڑوں علوم اور فکر وفن کے دریا بہا دیئے۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ قرآن مجید کی کئی آیات ہیں جو کہیں اجمالاً تو کہیں تفصیلاً ہزاروں قسم کے علوم وفنون کے چشمے بہا رہی ہے۔ وہ معاشرہ جو ناخواندگی کی انتہاؤں کو چھو رہا تھا، قرآن مجید کے فیضان علم اور نبی کریم ﷺ کی نبوی حکمت عملی کی بدولت چند ہی سالوں میں علم وحکمت کی معراج پر فائز ہو گیا۔ تاریخ اور سیرت کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ایک زبردست علمی تحریک کا آغاز فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں سے چار ہزار درہم کی خطیر رقم وصول کرنے والی تجویز سے عدم اتفاق فرمایا اور اعلان فرمایا کہ جو قیدی شہر مدینہ کے دس ان پڑھ بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے گا اس کی مدت قید ختم ہو جائے گی۔ تو یہ تھا وہ علمی انقلاب جس نے جہالت کی گھاٹیوں میں سسکتی ہوئی انسانیت کو علمی وقار کا تاج پہنا دیا اور اسلامی ریاست ایک جاندار معاشی، علمی اور تہذیبی قوت کے ساتھ یوں آگے بڑھی کہ اس نے سیل رواں کی صورت اختیار کر لی اور ابھی نصف صدی بھی نہیں گزری تھی کہ آدھی دنیا دین اسلام کی متوالی بن کر اسلام کی ضیاؤں کو سمیٹ رہی تھی۔

تیسرا اور سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت مسلمہ اس وقت اپنے محبوب نبی مکرم حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے اپنا اعتقادی اور قلبی تعلق کمزور کر چکی ہے اور علامہ اقبال کے بقول۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

Marfat.com

جب تک مسلمانوں کے دلوں میں ایک ہی محبوب بستا تھا جس کا نام نامی اسم گرامی محمد عربی ﷺ ہے اس وقت تک ان کے ایمان کی مضبوطی کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ وہ جب چلتے ہوئے دریا میں اپنا گھوڑا ڈالتے تو دریا سینہ چیر کر انہیں رستہ دے دیا کرتا تھا۔ صحابہ کرام اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یوں ٹوٹ کر عشق کرتے تھے کہ دنیا کی ہر محبت دہلیز رسول اکرم ﷺ پر فدا ہوتی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب دولت ایمان سے مشرف ہوئے تو ان کی والدہ ابھی مشرکہ تھی اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح سعد دامن مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ دے مگر حضرت سعد تھے کہ عشق محمدی ﷺ میں دیوانے ہو چکے تھے۔ بالآخر ایک دن ماں نے تنگ آ کر کہا دیکھ بیٹا! سعد اگر تو نے اس عربی جوان کا دامن نہ چھوڑا تو میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی اور بالآخر سسک سسک کر مر جاؤں گی۔ لوگ تجھے طعنے دیا کریں گے کہ یہ ہے وہ شخص جس کی وجہ سے اس کی والدہ فوت ہو گئی۔ لہٰذا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں جانا چھوڑ دے۔ لیکن عشق اور وہ بھی عشق مصطفوی کسی دھمکی کو خاطر میں لاتا تھا اور نہ حرص کی پیشکش کو۔ بس یہ تو ایک بادہ جانفزا ہے جس نے بھی پیا وہ عقل و خرد نہیں عشق و جنوں کی راہوں کا مسافر بنا۔ جب حضرت سعد نہ مانے تو ماں نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کھانا پینا چھوڑ دیا، لوگ یہ منظر دیکھنے کیلئے جمع ہو گئے کہ دیکھتے ہیں آج ماں کی ممتا جیتتی ہے یا محمد عربی ﷺ کا عشق بازی لیتا ہے۔ شدت بھوک و پیاس کی وجہ سے ماں کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ نقاہت نے جسم کو گھیرا یوں کہ بس طائر روح تھا کہ جسم کے پنجرے سے نکلنا ہی چاہتا تھا۔ اب وہ وقت آ گیا جب سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا فیصلہ سنانا تھا آپ نے لوگوں کی موجودگی میں اپنی ماں کو مخاطب کر کے جو الفاظ کہے آج بھی وہ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں آپ نے فرمایا:

Marfat.com

یا ام ان کانت لک مائة نفس فخرجت نفسا نفسا ما ترکت

دینی۔ یعنی اے میری ماں! یہ تو تیری ایک جان ہے اگر تیری سو جانیں ہوں اور وہ ایک ایک کر کے میری نظروں کے سامنے نکلیں میں پھر بھی دامن مصطفیٰ ﷺ نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ تھا وہ آب حیات جو جس نے بھی پیا وہ لذت دہن کیلئے پھر کسی اور ساقی کے دروازے پر نہیں گیا۔ بلکہ شراب عشق مصطفیٰ ﷺ نے اسے ایسی مستی کردار عطا فرمائی کہ اس کی اذان عشق سے پھر کفر کی زنجیریں یوں ٹوٹتی رہیں کہ ہر صبح دین اسلام کیلئے نوید سحر ثابت ہوئی۔

آج امت مسلمہ کو اپنے زوال کو عروج میں بدلنے کے لئے اسی جذبہ عشق رسول ﷺ کی بیداری کی ضرورت ہے۔ آخر میں بارگاہ محمدی ﷺ میں امت کا استغاثہ ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی کے الفاظ میں یوں پیش کرتا ہوں۔

خلق کو خالق اکبر سے ملانے والے — حق کا پیغام زمانے کو سنانے والے
اب امت کی بھی سوئی ہوئی تقدیر جگادے — کرہ ارض کی تقدیر جگانے والے
تیری امت کی تباہی پہ تلی ہے دنیا — ساری دنیا کو تباہی سے بچانے والے
تیری امت کی بھی اب دور ہو فرقہ بندی — تفرقے سارے زمانے کے مٹانے والے
نام لیوا تیرے غیروں کا سبق پڑھتے ہیں — علم و تہذیب زمانے کو سکھانے والے
کتنے ہی ملکوں میں محکوم ہیں تیرے شیدا — نوع انسان کو غلامی سے چھڑانے والے
تیری امت نہ ہو دنیا میں کسی کی محتاج — فخر کونین، خدائی کے خزانے والے

Marfat.com

عقیدۂ ختم نبوت اور اکابرین اہلسنت کا کردار

عقیدہ ختم نبوت مسلمانانِ عالم کا ایک ایسا مسلمہ اور متفق علیہ عقیدہ ہے کہ مسلمان اپنے تمام فروعی اختلافات کے باوجود باہم متحد ہو کر جان سے بھی بڑھ کر اس عقیدہ کی حفاظت کرتے ہیں اور یہ عقیدہ کوئی ایسا نہیں جو محض اتفاقی یا حادثاتی ہو بلکہ اس عقیدہ کی بنیاد ایک سو (100) آیاتِ قرآنیہ اور دوسو دس (210) احادیثِ نبویہ پر ہے۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس عقیدہ کی صداقت پر اجماع رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جب ہم تاریخ کے بند دریچے وا کرتے ہیں تو ہمیں کئی ایسے طالع آزما ملتے ہیں جن کے ذہنوں پر جب شہرت و ناموری کا خبط سوار ہوا تو انہوں نے ختم نبوت کے قصرِ رفیع میں رخنہ اندازی شروع کر دی اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن اسلام اور محمدِ عربی ﷺ کے سچے شیدائیوں نے ہر جھوٹے مدعی نبوت کا سر کچل کر رکھ دیا۔ ان سیاہ بختوں کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں اپنے نورِ نبوت سے بھانپ کر فرمادیا تھا کہ:

"سیکون من امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی" (مسند احمد)

ترجمہ: میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ یہ کذاب آئے اور ان میں سے "ٹاپ آف دی لسٹ" جس بدبخت کا نام ہے وہ اسود عنسی ہے۔ اس نے رسالت مآب ﷺ کے وصال مبارک کے بعد سب سے پہلا جھوٹا دعویٰ نبوت کیا لیکن وہ زیادہ دیر اپنے مکروہ دھندہ

Marfat.com

کو جاری نہ رکھ سکا کہ ختم نبوت محمدی ﷺ کے پروانے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر کے رکھ دیا۔ اسی طرح مسیلمہ کذاب نے جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو کچلنے کیلئے اس کے خلاف اعلانِ جنگ فرما دیا۔ تمام صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق وتائید کی۔ جبکہ جس صحابی کو سب سے پہلے شہید ختم نبوت کا اعزاز حاصل ہوا' ان کا اسم گرامی حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد صحابہ کرام کا مسیلمہ کے خلاف اعلانِ جہاد کسی بھی مسئلہ پر پہلا اجماع تھا جو بالآخر جنگ یمامہ پر منتج ہوا۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب ساٹھ ہزار افراد کا لشکر جرار لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے آیا جس کا مقابلہ صحابہ کرام نے پوری قوت کے ساتھ کیا اور پندرہ سو جانثارانِ مصطفیٰ ﷺ نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اسی فتنہ کی سرکوبی کی۔ اسی گروہ کے سرغنہ مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے واصلِ جہنم کیا اور اس کے لشکر میں سے ستائیس ہزار افراد اور بھی دوزخ کی آگ کا ایندھن بنے۔

ختم نبوت پر نبی اکرم ﷺ کے واضح ارشادات عالیہ ہیں۔ مثلاً ترمذی اور مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔"

ترجمہ: نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا پس میرے بعد (اب قیامت تک) نہ کوئی رسول آئیگا نہ کوئی نبی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت ابوذر کو مخاطب ہو کر فرمایا: "یا ابا ذر اول الانبیاء آدم وآخرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

Marfat.com

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ وابو نعیم فی الحلیہ وابن عساکر والحکیم الترمذی)

ترجمہ: نبیوں میں حضرت آدم علیہ السلام پہلے ہیں اور حضرت محمد ﷺ آخری ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے متعلق اپنا عینی مشاہدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''قال بین کتفیة خاتم النبوة وهو خاتم النبیین۔'' (رواہ الترمذی فی شمائلہ صفحہ 3)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین ہیں۔

اصل المیہ یہ رہا ہے کہ یہودیت وعیسائیت نے ہمیشہ اسلام کے خلاف زمین دوز سازشیں کی ہیں۔ یہ انہیں ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھا کہ انگریز سامراج نے برصغیر میں مسلمانوں کی محبت وعقیدت کی مرکز ومحور ذات محمد مصطفیٰ ﷺ سے قلبی وجبی تعلق کی ڈوری کاٹنے اور ان کی فکری وحدت کو پارہ پارہ کرنے کیلئے سرزمین ہند پر اپنا ایک گماشتہ پالا جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ مرزا نے اپنی جھوٹی نبوت کیلئے جہاں اور کئی پاپڑ بیلے وہاں اس نے ''ہولگر کرسٹن'' کی (Holger Criston) کی کتاب ''Jesses Lived in India'' کا بہت گہرا مطالعہ کیا اور اسی سے کافی چیزیں لے کر اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان'' لکھی جس سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ صرف سیاسی ہی نہیں بلکہ مذہبی سطح پر بھی قادیانی تحریک نصرانی افکار ونظریات کو ہی آگے بڑھاتی رہی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی نام نہاد نبوت کی مسند تک پہنچنے کیلئے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے۔ اس کا ہر پینترا پہلے کی نسبت زیادہ بھیانک اور حیران کن تھا۔ کبھی وہ مسیح موعود بنا تو کبھی اس نے ظلی اور بروزی نبوت کی اصطلاحیں گھڑ کر اپنے

Marfat.com

خبث باطنی کو چھپانے کی کوشش کی لیکن بالآخر اس کا نظری تضاد، فکری کوراپن اور عملی الجھاؤ ظاہر ہو کر ہی رہا۔

جن اکابرین ملت اسلامیہ نے برصغیر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں ہیں ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان نمایاں ہے بلکہ اس خاندان نے سب سے پہلے قادیانی فرقہ کے کذب وافتراء کا پردہ چاک کیا اگرچہ بعد میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ، حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ جیسے قائدین ملتِ اسلامیہ نے بھی ہر محاذ پر قادیانی فرقہ کا رد کرتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دیا ہے لیکن ان سب نے بنیادی تحریک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے خاندان سے ہی حاصل کی ہے۔

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اور عقیدۂ ختم نبوت

امام احمد رضا خان بریلوی (المتوفی 1320ھ/1921ء) چودھویں صدی ہجری کے جید عالم دین اور اپنے عہد کے مرجع فتاویٰ تھے۔ آپ کے والد گرامی علامہ مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1880ء) نے اپنے دور میں ان لوگوں کی سخت گرفت کی جنہوں نے اپنی تحریروں میں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جن سے تنقیص ختم نبوت کے کئی پہلو نکلتے تھے۔ اسی طبقہ کے لوگوں سے فکری غذا حاصل کرنے والوں نے بعد میں تحذیر الناس جیسی کتابیں لکھیں۔

تحذیر الناس کے صفحہ 12 پر مولانا قاسم نانوتوی نے لکھا:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت

Marfat.com

محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کرلیں۔'' (تحذیر الناس ص 12)

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے ایسی تحریروں کو عقیدہ ختم نبوت کی عمارت میں نقب لگانے کے مترادف قرار دیا اور تقریری وتحریری میدان میں ایسے عقائد رکھنے والوں کے خلاف بھرپور جہاد کا فریضہ سرانجام دیا کیونکہ ایسی ناقص تحریروں کا سہارا لے کر ہی مرزا قادیانی نے ختمِ نبوتِ محمدی کا انکار کیا۔ بعدازاں جب 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کیلئے دلائل دیئے جارہے تھے تو قادیانیوں کے نمائندہ مرزا ناصر نے اپنے مسلمان ہونے کے دفاع میں تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت کا ہی حوالہ دیا۔ اعلیٰ حضرت نے مرزا قادیانی کو کافر ہی نہیں قرار دیا بلکہ اسے ''مرتد منافق'' بھی کہا ہے اور اپنے فتوؤں میں اس کو اس کے اصلی نام کی بجائے غلام قادیانی کے نام سے لکھا کیونکہ ''مرتد منافق'' وہ شخص ہے جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نبی یا رسول کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے اس کے احکام کافر سے بھی سخت تر ہیں کیونکہ امت مسلمہ کے تمام علمائے حق کا متفقہ موقف ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا تو الگ رہا' آپؐ کے بعد نبوت کی تمنا کرنا بھی کفر ہے۔''

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ کے حوالہ سے عقیدۂ ختم نبوت پر بڑے مبسوط اور وقیع کتابچے بھی لکھے ہیں۔ محترم جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے اپنے کتابچے ''امام احمد رضا اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت'' میں ان رسائل وکتب کی فہرست نقل کی ہے۔ میں اختصار کے پیشِ نظر صرف ان رسائل کے نام لکھ رہا ہوں۔

Marfat.com

1..... جزاء اللہ عدوہ باباءِ ختم نبوت (ختم نبوت کا انکار کرنے پر دشمن خدا پر خدائی جزائیہ رسالہ 1317ھ میں لکھا گیا۔ 2..... ''المبین ختم النبیین'' یہ رسالہ 1326ھ میں لکھا گیا۔ 3..... ''السوء العقاب علی المسیح الکذاب'' جھوٹے مسیح پر عذاب وعقاب یہ رسالہ 1320ھ میں لکھا گیا۔ 4..... ''قہر الدین علی المرتد بقادیان'' (قادیانی مرتد پر قہر خداوندی) یہ رسالہ 1323ھ میں لکھا گیا۔ 5..... ''الجزر الدیانی علی المرتد القادیانی'' 6..... المنعقد المستند'' پر قلم برداشتہ عربی حاشیہ ہے۔ ان کتب ورسائل کے علاوہ آپ نے سینکڑوں فتاویٰ جات بھی ردقادیانیت میں لکھے ہیں۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور ردقادیانیت

مرزا غلام قادیانی نے 1901ء میں جب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے طاغوت کے لگائے ہوئے اس پودے کو جڑ سے اکھیڑنے کیلئے جہاں سینکڑوں مشائخ اور ہزاروں علماء کرام کو منتخب فرمایا وہاں برصغیر میں اس قافلۂ تحفظِ نبوت کا سالار حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو چنا۔ یہ وہی ہستی ہے جن کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس لیے عرب شریف میں سکونت اختیار کرنے سے منع فرما دیا کہ پیر صاحب آپ اگر اپنے وطن میں خاموش بھی رہے تو علماء امت اس فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل فرمائی بلکہ وطن واپس آکر قادیانیوں کا زوردار مقابلہ کر کے انہیں چاروں شانے چت کر دیا۔ یہ آپ ہی تھے جنہوں نے قادیانیوں کے سربراہ کو مباہلہ کا چیلنج کیا لیکن مرزا میدان میں نہ آسکا پھر حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز نے مرزا قادیانی کی طرف پیغام بھیجا کہ

''تم لاہور آجاؤ اور بادشاہی مسجد کے ایک مینارے پر تم چڑھ جاؤ' دوسرے پر میں چڑھ جاتا ہوں دونوں ایک وقت چھلانگ لگائیں گے جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا

Marfat.com

اور جو جھوٹا ہوگا وہ مرجائے گا"۔

لیکن مرزا یہ جرأت بھی کر نہ سکا پھر آپ نے ایک مرتبہ یہاں تک فرمایا تھا:

"دو مردے لائے جائیں ایک کو میں زندہ کرتا ہوں اور دوسرے کو مرزا قادیانی کرے گا جو مردہ زندہ کرنے میں کامیاب ہوگیا وہ سچا ہوگا اور جو ناکام ہوگیا وہ جھوٹا ہوگا۔"

لیکن مرزا تو پانی کے بلبلہ کی طرح محض انگریز کی شہہ پر شیخیاں بھگارتا رہتا تھا وگرنہ وہ تو نبوت کے مقابلہ میں محض سراب تھا۔ قادیانیت نے عالم اسلام سے پنجے لڑا کر اپنا حشر دیکھ لیا۔ لہٰذا اب بھی کسی مرزائی، قادیانی، لاہوری یا کسی اور طاغوت کے ایجنٹ نے ختم نبوت کے ایوان میں دراڑ ایں ڈالنے کی کوشش کی تو مسلمانان عالم میں سے اپنے وقت کا کوئی فیروز دیلمی اٹھے گا جو قوتِ ایمانی اور جذبۂ عشق و وفاداری سے اس جھوٹے مدعی نبوت یا اس کے گماشتوں کا وہ حال کرے گا کہ کٹے ہوئے سر اور تڑپتی لاشیں ان کی جماعت کا ماتم کر رہی ہوں گی اور آفتاب ختم نبوت محمدی کی تابانیوں اور ضیا پاشیوں کے سامنے جھوٹی نبوت کے ٹمٹماتے دیئے بجھ جائیں گے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور رد قادیانیت

علامہ اقبال ملت اسلامیہ کے وہ عظیم المرتبت راہنما تھے جنہوں نے اس امت کے دور قحط الرجالی میں مسلمانوں کو فکری غذا مہیا کی ہے۔ میرے نزدیک اگر اقبال نہ ہوتے تو ہماری پڑھی لکھی جدید نسل کا ایک طبقہ مغربی افکار کے دسترخوان سے ریزہ چینی کر رہا ہوتا۔ وہ شخص جس نے امت مسلمہ کے ہمہ جہت زوال کے اسباب کا سراغ لگا کر ان کی کامیابیوں کے وسائل کا نہ صرف پتہ دیا بلکہ اپنی فکر تازہ سے امت کی عروق مردہ میں حیات نو دوڑا دی۔ بھلا ایسا شخص عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کیونکر نہ کرتا۔ علامہ اقبال چونکہ ہمارے قومی نہیں ملی مفکر ہیں اور ایک دنیا ان کے افکار

Marfat.com

کی دلدادہ ہے۔ لیکن قادیانیوں نے ان کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ وہ احمدیت سے متاثر تھے۔ چنانچہ ربوہ سے عبدالملک خان نے اپنی تالیف "احمدیت اقبال کی نظر میں" یہ ثابت کرنے کی بھونڈی کوشش کی ہے کہ علامہ فرقہ احمدیہ کے حامی و مؤید تھے۔ اگرچہ علامہ اقبال کی فکر بھی عالمی انسانی مزاج کی طرح تدریج کے مراحل سے گزری ہے لیکن وہ شخص جو حضرت محمد ﷺ کو حاصل دین سمجھتا ہو بھلا وہ کسی اور سے کس طرح متاثر ہوسکتا ہے؟ اقبال کو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ علامہ کا صرف ایک یہی شعر ان کے عقیدہ کی وضاحت کیلئے کافی ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبال نے ڈنکے کی چوٹ پر قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کر کے ختم نبوت کا تحفظ کیا۔ علامہ اقبال جو کہ مزاج شناس نبوت تھے وہ قادیانیت کے جوہڑ نما افکار سے کیسے متاثر ہوسکتے تھے؟ جب قادیانی فتنہ اپنی زہریلی کونپلیں نکال رہا تھا' علامہ اقبال نے ڈٹ کر مسلمانوں کو پیغام دیا:

وہ نبوت ہے مسلمان کیلئے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

1935ء میں احمدیوں کے خلاف اقبال کا ایک بیان شائع ہوا جو بعد میں "اسلام اور قادیانیت" Islam & Qadianism کے عنوان سے ایک کتابچہ کی صورت میں بھی شائع ہوا۔ اسی کتابچہ کے جواب میں قادیانیوں کے لاہوری گروپ کے لیڈر محمد علی نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا عنوان تھا:

"Sir Muhammad Iqbal's Statement Regeading the Qadiani"

Marfat.com

اس دور میں اخبارا سٹیٹمنٹس میں قادیانیوں کے متعلق اقبال اور نہرو کے درمیان خط وکتابت شائع ہوئی۔ اسی زمانہ میں کلکتہ کے "ماڈرن ریویو" (Modren Review) میں نہرو کے تین مضامین شائع ہوئے۔ ان مضامین کا ردِعمل یہ ہوا کہ مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے علامہ اقبال سے سوالات کیے اور بعض باتوں کی وضاحت طلب کی۔ چنانچہ علامہ اقبال نے انگریزی میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "اسلام اور احمدیت" (Islam & Ahmadism)

اس مضمون میں علامہ نے فرقہ احمدیہ کے عقائد کی تردید کے ساتھ ساتھ جواہر لال نہرو کے شائع شدہ مضمون کا ایک تنقیدی تجزیہ اور علمی محاکمہ بھی کیا۔ علامہ کا یہ مضمون انجمن خدام الدین لاہور کے جریدے "اسلام" میں 22 جنوری 1936ء کو شائع ہوا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے اپنے ایک مضمون "علامہ محمد اقبال اور مرزا غلام احمد قادیانی" میں علامہ اقبال کے مذکورہ مضمون کے مباحث کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال نے اپنے مضمون میں لکھا کہ اسلام میں تصور ختم نبوت بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی تمدنی حیثیت پر میں نے کسی مقام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس تصور کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ "حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی انسان کے آگے روحانی طور پر سر تسلیم خم نہ کرنا۔"

علامہ اقبال نے اپنے اس مضمون میں قادیانیوں کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قادیانی اپنے عقیدے کیلئے الشیخ محی الدین ابن عربی کے ایک قول کا حوالہ دیتے ہیں کہ "ان کے نزدیک ایک مسلمان امتی پیغمبرانہ مشاہدات وتجربات سے گزر سکتا ہے۔" تو یہ خیال میرے نزدیک نفسیاتی طور پر ناپختہ ہے لیکن اگر اسے صحیح

Marfat.com

تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے یہ بات تو واضح ہوتی ہے کہ روحانی تجربات میں اس حد تک ترقی و بلندی صوفی کی شخصی کامیابی ہے جسے حاصل کرنے کے بعد وہ ہرگز ہرگز یہ دعویٰ نہیں کرسکتا جو مجھے نہ مانے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مردود و جہنمی ہے۔'' اس کو یہ بھی حق نہیں کہ وہ امت محمدیہ میں ایک نئی امت کی داغ بیل ڈالے۔

دوسری یہ بات کہ شیخ ابن عربی کا مذکورہ قول تو خود قادیانیوں کے خلاف جاتا ہے کیونکہ شیخ ابن عربی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' کے متعلقہ حصے کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے اس شدت سے قائل تھے جیسے کوئی صحیح سنی العقیدہ شخص ہوسکتا ہے۔ میرے نزدیک اگر شیخ ابن عربی کو کشف کے ذریعے معلوم ہوجاتا کہ مشرق کے ایک ملک ہندوستان میں حضرت محمد ﷺ کی خاتمیت کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یقیناً وہ ہندوستانی علماء کو متنبہ فرما دیتے کہ وہ اس قسم کے باغیوں سے مسلمانان عالم کو خبردار کردیں۔

علامہ اقبال نے اپنے مذکورہ مضمون میں فتنہ احمدیت کے سیاسی پہلو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''بات یہ ہے کہ برطانوی حکومت کو ہندوستان پر اپنا تسلط جمانا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل کیا جائے اور ان کو ایسے سانچے میں ڈھالا جائے۔

جو حکومت برطانیہ کی مطلب برآوری میں ممد و معاون ثابت ہوں عقائد کو متزلزل کرنے کیلئے ضروری تھا کہ ایک ایسی اساس دریافت کی جائے جس کا تعلق وحی والہام سے ہو سو یہ اساس بانی فرقہ احمدیہ نے مہیا کردی ہے۔ احمدی حضرات خود یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ کی انہوں نے یہ سب سے بڑی خدمت کی ہے۔ واقعی بڑی خدمت کی ہے کہ اپنے ''انکشافات روحانی'' کے ذریعے مسلمانان ہند کی

Marfat.com

نظر میں انگریزوں کی غلامی کو خوش نظر بنایا اور اس طرح مسلمانوں کیلئے مصائب و آلام کی راہ ہموار کی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی سیاسی بیداری سے انگریزوں، ہندوستانی قوم پرستوں اور قادیانیوں کو فکر لاحق ہوگئی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمان بیدار ہو گئے تو وہ اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ وہ کبھی بھی محمد عربی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک نئی امت کی تشکیل نہ کر سکیں گے۔

اس کے بعد علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کسی قوم میں آثار حیات معدوم ہونے لگتے ہیں تو تنزل و انحطاط کے بجائے خود سر چشمہ فکر و خیال بن جاتا ہے اور پھر اس سے شعراء، فلاسفہ، صوفیاء، سیاستدان سب ہی ایک ایسی جماعت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو قبیح چیز کو جمیل بنا کر پیش کرتی ہے اور رفتہ رفتہ شادابی حیات ختم کر دیتی ہے اور قوم کی روحانیت پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے میرے خیال میں وہ تمام کردار جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا تھا اسی دور انحطاط کا معصوم شکار تھے۔ ایران میں یہی سیاسی ڈرامہ کھیلا گیا۔ چنانچہ روس نے "بابیت" کے ساتھ رواداری برتی اور بابیوں کو "عشق آباد" میں پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی دعوت دی۔ اسی طرح انگلستان میں احمدیوں کے ساتھ یہی رواداری برتی گئی اور ان کو "ووکنگ" میں پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی اجازت دی گئی۔ یہ دعوت و اجازت مخلصانہ تھی یا نہیں، اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے؟ ہاں یہ نظر آتا ہے اس رواداری نے ایشیاء میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے مختلف مسائل پیدا کر دیئے۔ بہر کیف زمانہ بدل رہا ہے۔ ہندوستان میں حالات نے کروٹ لی ہے جمہوریت کی ایک نئی رو جو کہ ہندوستان میں آ رہی ہے۔ یقیناً احمدیوں کا پردۂ فریب چاک کر دے گی اور ان کو یہ یقین ہو جائیگا کہ ان کی مذہبی اختراعات بالکل مہمل اور لایعنی تھیں۔

Marfat.com

علامہ اقبالؒ کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور جوں جوں لوگوں کا فکری ارتقاء ہوتا گیا برطانوی استعمار کا یہ شیطانی لشکر ہر محاذ پر اہل حق سے شکست کھاتا گیا اور اس کا نظری کھوکھلا پن ظاہر ہو کر ہی رہا۔ نتیجتاً قادیانیت آگے بڑھنے کی بجائے انگلینڈ اور ربوہ کی بلوں میں گھسنے لگی۔

ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے امتِ مسلمہ کی اصلاحِ احوال کیلئے ہمہ جہت علمی و تحقیقی کام کیا ہے یعنی ایک طرف مسلمانوں کو قرآن کے اسرار و رموز سے آگاہی بخشی ہے تو دوسری طرف جمالِ محمدی کی ضیاء پاشیوں سے عشاقانِ رسول ﷺ کے سینوں کو منور کرنے کیلئے سیرت نبوی کی عکس ریزیوں سے لبریز سات جلدوں میں ضیاء النبی ﷺ لکھی ہے۔ بھیرہ شریف میں مسند درس و تدریس پر بیٹھ کر گھنٹوں حدیث و اصول حدیث اور فقہ و اصولِ فقہ پر لیکچر بھی دیئے ہیں اور ضیائے حرم کے اداریوں کے ذریعے پاکستان کی فکری و نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے۔ مسند ارشاد پر بیٹھ کر لاکھوں مریدوں کی اخلاقی تربیت اور روحانی ترقی کا سامان بھی کیا ہے اور پاکستان کی عدالت عالیہ میں اسلامی قوانین کا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ جدید قانونی مسائل میں دینی رہنمائی بھی فراہم کی ہے۔ مختلف کالجز، یونیورسٹیز اور سیمینارز میں اسلام کے فکری و نظریاتی اور تمدنی و تہذیبی پہلوؤں پر مقالے بھی پڑھے ہیں۔ الغرض جہاں مشرق سے لے کر مغرب تک اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کی وکالت کی وہاں عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور اس عقیدہ کا انکار کرنے والوں کے خود ساختہ عقائد کا رد بھی کیا ہے۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ضیاء القرآن میں متعدد آیات قرآنیہ کی تفسیر میں عقیدۂ ختم نبوت کو واضح کیا ہے۔ ضیائے حرم کے بعض اداریوں میں

Marfat.com

قادیانیوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے۔ نیز اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اپنے خطابات کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت کی بڑے جامع اور مدلل انداز میں وضاحت بھی فرمائی ہے۔

اس وقت میرے سامنے حضور ضیاء الامت کا پمفلٹ ''فتنہ انکار ختم نبوت پاکستانی قوم کیلئے لمحہ فکریہ'' پڑا ہوا ہے۔ یہ پمفلٹ دراصل اگست 1973ء کے ضیائے حرم میں سرِ دلبراں کے عنوان کے تحت شائع ہونے والے اداریہ پر مشتمل ہے۔ اس اداریے کے پس منظر کا حوالہ دیتے ہوئے اس کی ابتداء میں پیر صاحب خود ہی لکھتے ہیں:

''چند ہفتے گزرے ہیں مجھے دو پمفلٹ ملے' عدیم الفرصتی کی بناء پر ان کا فوری مطالعہ نہ کرسکا۔ اب ان کے مطالعہ کا موقع ملا ہے، ایک پمفلٹ کا عنوان ہے ''مقام ختم نبوت بھی مقام محمدیت کی تفسیر ہے۔'' جبکہ دوسرے پمفلٹ کی سرخی ہے ''آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ'' حقیقت میں یہ دو تقریریں ہیں جو قادیانی جماعت کے سربراہ نے جمعہ کے دن ربوہ کی مسجد میں کی ہیں۔ پہلی تقریر 30 مارچ 1973ء کو کی گئی اور دوسری 4 مئی 1973ء کو۔ ان تاریخوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ پہلی تقریر صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامہ میں ختم نبوت پر ایمان کو شرط قرار دینے کے باعث اور دوسری تقریر آزاد کشمیر اسمبلی کی تاریخی قرارداد سے بوکھلا کر کی گئی ہے۔ ہم پاکستانیوں کیلئے یہ دونوں تقریریں بڑی توجہ کی مستحق ہیں۔ پہلی تقریر اس اعتبار سے غور طلب ہے کہ اس کے مطالبہ سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی اپنے عقائد و نظریات کو درست ثابت کرنے کیلئے آیات قرآنی اور ارشادات نبوی میں تحریف کو کہاں تک روا رکھتے ہیں وہ میٹھے میٹھے الفاظ اور منافقانہ انداز سے پیغمبر اسلام سے اپنے جھوٹے عشق کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کے ارشادات پر خطِ

Marfat.com

تنسیخ بھی کھینچتے ہیں اور اسلام کے مسلمہ عقائد کی بیخ کنی سے بھی باز نہیں آتے اور اس طرح سادہ لوح عوام کو اپنے دام ہمرنگ میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں' دوسری تقریر میں ان کے سیاسی عزائم کی نقاب کشائی ہوتی ہے اور ان خطوط کا سراغ ملتا ہے جن پر چل کر قادیانی پاکستان پر غلبہ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

پاکستان میں بسنے والے ہر کلمہ گو کیلئے یہ دونوں چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر تاویل وتحریف کے سہارے ہماری دولتِ ایمان کو لوٹ لیا جائے تو ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے اور اگر یہ دولتِ خداداد پاکستان جو کروڑوں مسلمانوں کی مساعی کا نتیجہ ہے جسے حاصل کرنے کیلئے لاکھوں شہیدوں نے اپنی جانیں قربان کیں اور اپنے خون کے دریا بہائے ان لوگوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑا۔ اگر اس قدر قربانیوں کے باوجود بھی امت مسلمہ قادیانیت کی غلامی میں گرفتار ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی المیہ نہیں ہو سکتا۔"

تھوڑا آگے چل کر پیر صاحب علیہ الرحمہ قادیانیوں کے مکروہ عزائم کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس لیے خاتم النبیین کا غلط اور انوکھا مفہوم بیان کرنے سے پہلے ربوہ کے سربراہ نے حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف میں اپنے قلم کی جولانیوں کا مظاہرہ کیا ہے اور قارئین کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ حضور ﷺ کے عاشق ہیں۔ آپ کے نام پر جانیں قربان کرنے والے ہیں اور آپ کے دین کی پہچان کو اونچا کرنے والے ہیں اور ایوانِ ختم نبوت میں نقب لگانے سے پہلے انہوں نے یہ بلند بانگ دعوے اس لئے کیے تاکہ اس ایوان کے پہرے داران ان کو اپنا سمجھتے ہوئے ان سے بے پرواہ ہو جائیں اور ان کو من مانی کرنے کا موقع مل جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عظمت ورفعت کا جن کو پاسبان بنایا ہے وہ اتنے بے بصیرت نہیں ہیں کہ وہ ان مریض دلوں میں چھپے ہوئے برے ارادوں کو بھانپ نہ

Marfat.com

سکیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ مکر وفریب کی کوئی چال آج تک کامیاب نہیں ہوسکی اور آئندہ بھی اللہ کی تائید سے ہر چالباز کو منہ کی کھانی پڑے گی۔"

پیر صاحب علیہ الرحمہ نے مرزا ناصر کی ایک عبارت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ دیکھئے! وہ کم بخت کس طرح بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کے بعد ایوان ختم نبوت میں نقب لگانے کی کوشش کرتا ہے، پیر صاحب نے مرزا کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

"اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے کوئی شخص روحانی رفعتوں کو حاصل کرتے کرتے ساتویں آسمان تک پہنچ جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں جگہ پائے تب بھی آپ کے آخری نبی ہونے میں کوئی خلل نہیں پڑتا کیونکہ آپ کا مقام تو بہت بلند ہے آپ آخری مقام یعنی مقام محمودیت پر فائز ہیں اور یہ وہ مقام ہے جس کے بعد کوئی اور روحانی مقام نہیں ہے۔ عرش رب کریم کے بعد تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ اس آخری مقام پر کھڑے ہیں جہاں تک کسی کا پہنچنا ہی ناممکن ہے۔ اگر کوئی امتی آپ کی صحبت میں ساتویں آسمان تک بھی پہنچ گیا تو وہ ختم نبوت میں کیسے خلل انداز ہوگیا؟ ختم نبوت کا مقام ساتواں آسمان نہیں بلکہ اس سے بھی بہت بلند ہے، بہت پرے ہے۔"

اس کے بعد پیر صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"جس شخص کے دل میں خدا کا خوف ہو اور جس کو یہ یقین ہو کہ قیامت آنے والی ہے اور اس روز اس سے اس کے اقوال واعمال کی باز پرس ہوگی وہ قرآن کی تفسیر میں ایسی تحریف کا ارتکاب نہیں کرسکتا، وہ اس قسم کی مضحکہ خیز مثال دے کر معانی قرآن پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اس تحریف نے بنی اسرائیل کے دنیا پرست علماء کی تحریف کو بھی مات کردیا ہے۔"

Marfat.com

اس کے بعد پیر صاحب علیہ الرحمہ سورۂ احزاب کی اس آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آیت کا یہ مفہوم اتنا واضح اور سیاق وسباق کے عین مطابق ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ لغت عرب بھی اسی معنیٰ کی تائید کرتی ہے۔ نیز سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو بھیجا ہی اس لیے گیا تھا کہ آپ آیات ربانی کی تشریح کریں اور ان کا مفہوم اللہ کے بندوں کو سمجھائیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں بھی خاتم النبیین کی یہی تشریح کی گئی ہے۔

لفظ خاتم کی لغوی ومعنوی تحقیق

پھر لکھتے ہیں: ''آپ عرب لغت کی کوئی بھی کتاب اٹھائیں وہاں آپ کو خاتم کا معنیٰ افضل وارفع نہیں ملے گا۔ مثال کے طور پر لسان العرب جو عربی کی مستند ترین لغت ہے' کی عبارت پیش کر رہا ہوں:

''ختم الشیء یختمه ختما بلغ آخره.....وخاتم کل شئی وخاتمته: عاقبته وآخره وخاتمة سورة آخرها.....''ختام القوم وخَاتَمُهم وخَاتِمهُم آخرهم ومحمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم خاتم الانبیاء والخاتم من اسماء النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وفی التنزیل العزیز ولکن رسول اللّٰه خاتم النبیین ای آخرهم۔''

ترجمہ: جب کوئی چیز اپنی انتہاء اور آخر کو پہنچ جائے تو عرب کہتے ہیں: ختم الشیء یختمه۔ اور ہر چیز کے آخر کو خاتم کہتے ہیں مثلاً سورت کی آخری آیت کو خاتمة سورة کہیں گے۔ ختام القوم خاتمهم وخاتِمهم۔ ان تینوں لفظوں کا معنیٰ ہے قوم کا آخری فرد حضور ﷺ اسی معنیٰ میں خاتم الانبیاء ہیں۔ خاتم اور خاتم حضور ﷺ کے اسماء میں سے دو اسم ہیں۔ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا جو لفظ ہے

Marfat.com

اس کا معنیٰ ہے سب کے آخر میں آنے والا۔"

انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس میں خطاب

19 جون 1988ء کو لندن میں ادارہ منہاج القرآن کے تحت انٹرنیشنل منہاج القرآن کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں آپ نے ملتِ اسلامیہ اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اس عقیدہ پر ہماری زندگی اور موت ہماری فنا و بقا کا دارومدار ہے۔ جس طرح عقیدۂ توحید نظر انداز کر کے ہم بحیثیت امت مسلمہ زندہ نہیں رہ سکتے اسی طرح اگر خدانخواستہ ہم عقیدہ ختم نبوت سے دستبردار ہو جائیں تو ہماری تعداد اگرچہ ایک ارب کے قریب ہے تعداد کی اس کثرت کے باوجود بحیثیت امت ہم چشم زدن میں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ بحیثیت ملت ابراہیمی ہمارا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ امتِ مسلمہ کا یہ قصرِ رفیع صرف دو بنیادوں پر استوار ہے، عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ختم نبوت۔ جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عقیدۂ توحید کی طرح عقیدۂ ختم نبوت پر زندگی کی بقاء کا انحصار ہے تو ہم اپنے عقیدۂ ختمِ نبوت کو نظر انداز کر کے اپنی شہ رگ کاٹ ڈالیں۔ ہم کسی کو خوش کرنے کیلئے خودکشی کے مرتکب ہوں' یہ کیونکر ممکن ہے حالانکہ نوعِ انسانی کی فلاح و بقاء کیلئے ہمارا زندہ و سلامت رہنا ضروری ہے۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید میں ختم نبوت کے حوالے سے بیان کردہ سورۂ احزاب کی آیت کریمہ کی تفسیر بھی بڑے خوبصورت انداز میں لکھی ہے:

"اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی یہ دو صفات رسول اللہ اور خاتم النبیین ذکر کرنے کی خاص حکمت ہے پہلے بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کی بعثت کا مقصد وحید صرف اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں نہ کسی مشکل کو وہ خاطر میں لاتے ہیں اور نہ کسی مخالفت کی پرواہ کرتے ہیں۔ ساری دنیا

Marfat.com

طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کیوں نہ کردے۔ ان کے خلاف بہتان تراشی اور افتراء پردازی کی مہم کتنی ہی خطرناک صورت کیوں نہ اختیار کرلے وہ ان چیزوں کو خاطر میں لانے والے نہیں۔ یہ اپنے رب کے احکام پہنچائیں گے، خود ان پر عمل کرکے دکھائیں گے کیونکہ وہ رسول اللہ ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ آخری نبی ہیں' نبوت کا سلسلہ ان پر ختم کیا جارہا ہے۔ اگر کسی مصلحت کے باعث یا کسی کی مخالفت سے حراساں ہوکر وہ اس ظلم کا سدباب نہ کریں اور اس قبیح اور مذموم رسم کو ملیامیٹ نہیں کریں گے تو پھر اور کون کرے گا جبکہ ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہونے کی حیثیت سے حضور اللہ کا حکم سنائیں اور خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے حضور خود اس قبیح اور ظالمانہ رسم کا خاتمہ کردیں۔

(فتنہ انکار ختم نبوت صفحہ 6)

عقیدۂ ختم نبوت کے انکار کا سیاسی پس منظر

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ جو محض ایک مدرس و مصنف اور حجرہ نشین پیر نہیں تھے بلکہ ایک مفکر ہونے کی حیثیت سے عالمی حالات اور مسلم امہ کی تاریخ عروج وزوال پر آپ کی گہری نظر تھی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے انکار اور اس کے سیاسی انجام کے حوالے سے آپ لکھتے ہیں:

''انگریز کی غلامی کے دور میں ملت اسلامیہ کو جس طرح کئی دوسرے مصائب سے دوچار ہونا پڑا' اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کرکے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا اس کے باوجود انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکہ انگلستان کی خدمت میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے جس نے ہندوستان میں مسلم حکومت کا تختہ اُلٹ کر

Marfat.com

سلطنتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سائے تلے پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والے کیلئے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ ہر مرزائی کیلئے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے لانے کی کوشش کی گئی۔ بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعے امت مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اور ان کے متفق علیہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور وہ اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے۔ اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا بلکہ عیسائیت کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دلجمعی سے کر سکتا تھا۔ اگر وہ عیسائیوں کے خلاف نہ بولتا تو اس کی آواز کو سننے کیلئے کوئی آدمی تیار نہ ہوتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے وہاں ان کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کئی ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دے کر توپ سے اڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق اس مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کیلئے جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت اور آنحضور ﷺ کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کیلئے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و تمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جرأت آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی۔

مرزا غلام قادیانی کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں پیر صاحب علیہ

Marfat.com

الرحمہ لکھتے ہیں:

''وہ لوگ جو شکم کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کی خاطر اپنے دین بدلنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کمال ہوشمندی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ہمیں ان کے بارے میں ملول نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ایسے ابن الوقتوں کی خدا کو ضرورت ہے نہ اس کے رسول ﷺ کو۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ بلکہ عقیدہ اور غیر متزلزل ایمان یہ ہے کہ حضور ﷺ سب سے آخری نبی ہیں، حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بد بخت اس کے دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کیلئے مقرر فرمائی ہے.....'' آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قادیانی اکثر لاف زنی کرتے رہتے ہیں کہ ہم نے یورپ میں اسلام کو متعارف کرایا۔ ہم نے افریقہ میں اتنے لوگ مسلمان کر دیئے اور یہ سب مرزا قادیانی کی نبوت کا فیض ہے۔'' پیر صاحب قادیانیوں کو چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تم مرزا قادیانی کو اس لیے نبی کہتے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا' ہم اولیائے کرام کے زمرہ میں آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں نہیں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ ان اصحابِ باصفا کی کوششوں سے مسلمان ہونے والے اور ساری امت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرہ کی بھی نہیں۔ ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نبوت کا دعویٰ کیا نہ مہدیت کا، نہ مسیحیت کا نہ ظلی کا، اور نہ بروزی کا۔ بلکہ اپنے آپ کو غلامانِ مصطفیٰ ﷺ ہی کہا اور اسے باعث صد افتخار اور موجب سعادت دارین سمجھا۔ (تفسیر ضیاء القرآن صفحہ 67-68,74)

Marfat.com

عقیدۂ ختم نبوت کیلئے کام کرنے والوں کیلئے

حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ کی اعلیٰ ظرفی

تحریک ختم نبوت میں پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے خود بھی تقریر و تحریر کے ذریعے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تاہم جن لوگوں نے علمی، فکری یا سیاسی حوالے سے اس تحریک کیلئے کام کیا' خصوصاً وہ کار پردازان حکومت جنہوں نے تحریک ختمِ نبوت کے نتیجے میں 7 ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کا بل پاس کیا ان سے بے شمار دیگر حوالے سے اختلافات کے باوجود ان کے اس جرأت مندانہ اقدام پر پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے ضیائے حرم کے اداریہ میں انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

اداریہ میں آپ نے وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو' سپیکر قومی اسمبلی' اٹارنی جنرل اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ممبران کی کاوشوں کو خوبصورت انداز میں سراہتے ہوئے انہیں اسی نہج پر آگے بھی کام کرنے کیلئے دعوتِ فکر دی۔ نیز بعد ازاں آپ نے اس سلسلہ میں دسمبر 1974ء کے ماہنامہ ضیائے حرم میں عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت کے حوالے سے تحریر کئے گئے مضامین کو بڑی عمدگی سے یکجا کر دیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کی منطقی وضاحت

دیارِ غیر میں کسی جگہ پر خطاب کرتے ہوئے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے حکیمانہ اسلوب اور دل پذیر پیرائے میں عقیدۂ ختم نبوت کی منطقی وضاحت فرمائی۔ آپ نے خطاب کے دوران ارشاد فرمایا:

"یہاں پہنچنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس فضا میں چند ایسے شکوک وشبہات پھیلائے جا رہے ہیں' ایسا زہر ذہنوں میں انڈیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے

Marfat.com

جس سے کہ محمد عربی ﷺ کے غلاموں کا تعلق نبی کریم ﷺ سے ٹوٹ جائے اور ایک ایسے نبی کے ساتھ ان کا تعلق ہو جائے جو نہ دنیا کا ہے نہ آخرت کا۔ آپ فرمانے لگے یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بعض ملک ایسے ہیں جن کی قومیت کا دارومدار ملک کی سرحدوں پر ہوتا ہے بعض ایسے ہیں کہ ان کی قومیت کا دارومدار زبان پر ہوتا ہے لیکن مذہبی دنیا میں قومیت کا دارومدار اس خاص نبی کے ساتھ ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا خصوصی تعلق ہوتا ہے مثلاً ہم مسلمان ہیں، ہم مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول، نبی اور کلیم تھے۔ ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلمۃ اللہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود ہم یہودی کہلاتے ہیں نہ عیسائی کیونکہ اگرچہ ہم ان کو نبی مانتے ہیں لیکن ان کے بعد اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کو نبی مانتے ہیں تو جب ہمارا خصوصی تعلق حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہو گیا تو پھر ہم نہ یہودی بنے اور نہ عیسائی بلکہ ہم محمدی اور مسلمان بنے۔ اسی طرح عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں لیکن وہ یہودی نہیں کہلاتے تو معلوم ہوا کہ جب کسی خاص نبی کے ساتھ کسی قوم کی نسبت ہو جاتی ہے تو پہلی امت کا حصہ نہیں رہتی بلکہ وہ نئی امت اور قوم بن جاتی ہے اس کا ایک نیا تشخص ہوتا ہے۔ اس کا پہلے کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رہتا۔ اسی طرح عیسائی اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن وہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نہیں ہیں لیکن ان کی اپنی الگ قوم ہے کیونکہ ان کا نبی الگ ہے اور مسلمانوں کا نبی بھی الگ ہے۔ لہٰذا جو حضور ﷺ کے بعد کسی اور نبی کو مانے گا وہ کہتا رہے کہ میرا محمد ﷺ پر ایمان ہے میں ان کو نبی مانتا ہوں لیکن جب اس نے حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی مان لیا تو امت مسلمہ کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہوا بلکہ نئی امت آ گئی اور نئے نبی کی وجہ سے ان کا نیا تشخص آ گیا اور پہلی امت کے ساتھ اس کا تعلق باقی نہ رہا وہ کہتا بھی رہے کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی مانتا ہوں لیکن

Marfat.com

جب آپ کی نبوت کے بعد کسی اور کی نبوت پر ایمان لے آیا تو اسی دن غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔"

عقیدۂ ختم نبوت پر ایک عقلی اشکال کا جواب

حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ اپنے خطاب میں فرمانے لگے:

"قادیانی ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں یہ "تم حضور ﷺ کی شان کا انکار کرتے ہو کیونکہ استاد تو وہ قابل ہوتا ہے جس کے شاگرد قابل ہوں پیر تو وہ قابل ہوتا ہے جس کے مرید قابل ہوں اور بڑے پائے کے روحانی ہوں اگر تم اس سلسلے کو ختم کردو گے تو گویا تم حضور ﷺ کی شان کو اگلے انبیاء کی شان سے کم کر رہے ہو کیونکہ سابقہ انبیاء کے بعد تو اور نبی آتے رہے اور لوگوں کو ہدایت دیتے رہے کیا ہمارے نبی ہی ایسے ہیں جن کے بعد نبوت کا دروازہ جو سراسر خیر تھا' بند ہو گیا اور کسی کا نبوت حاصل کرنا ممکن نہ رہا یہ تو تم حضور ﷺ کی شان کم کرتے ہو بلکہ بارگاہِ نبوت میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہو۔"

ان کی اس عقلی دلیل کا ذکر کرنے کے بعد پیر صاحب فرماتے ہیں ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ تم بڑے دانا، بڑے زیرک اور سیانے لوگ ہو تم اپنے آپ کو بڑا دانشور کہتے ہو لیکن جانتے ہو نبوت کیا ہوتی ہے؟

نبوت تو ایک نور ہوا کرتی ہے، ایک روشنی ہوا کرتی ہے اور جب اندھیرا ہوتا ہے اس وقت نور کی ضرورت ہوا کرتی ہے، جب رات آجاتی ہے اس وقت چراغ روشن کرتے ہیں۔ اگر زیادہ ضرورت ہو تو بلب روشن کر لیتے ہیں۔ مزید ضرورت ہو تو بڑی پاور کا بلب روشن کر لیتے ہیں، گیس جلا لیتے ہیں اور سو تدبیروں سے آپ روشنی پھیلاتے ہیں۔ لیکن آپ مجھے بتایئے کہ جب صبح طلوع ہوتی ہے اور سورج افق سے ضیاء بار ہوتا ہے سارا عالم اس کے انوار سے جگمگانے لگتا ہے کیا پھر بھی کسی اور چراغ

Marfat.com

کی روشنی کا انتظار ہوا کرتا ہے یا سورج کی روشنی ہی بحر و بر کو منور و روشن کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے، دیکھیں! جب تک رات کا اندھیرا ہوتا ہے ستارے آتے ہیں، چاند آتا ہے طلوع ہوتا ہے، غروب ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہوتا ہے پھر نہ کسی ستارے کی ضرورت ہوتی ہے نہ کسی چاند کی اور نہ کسی روشنی کی۔ اس آفتاب کے طلوع ہو جانے کے بعد روشنیاں ختم ہو گئیں۔ ساری بلندیاں پستیاں، نشیب و فراز، زمین اور آسمان تما م کے تمام اس آفتاب کے نور سے جگمگا اٹھتے ہیں، پھر کسی چراغ کی یا کسی گیس کی، کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے: وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (الآیۃ) اے محبوب! ہم نے تمہیں اپنی طرف دعوت دینے کیلئے داعی بنا کر بھیجا ہے اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ سراج آفتاب کو کہتے ہیں۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو سراجا نیرا نہیں کہا کیونکہ نیرا اس روشنی کو کہتے ہیں جو صرف خود ضیاء پاش ہو یہ لفظ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا منیرا اور منیرا اس کو کہتے ہیں جو خود بھی چمکدار ہو اور جس پر اس کی کرن پڑ جائے وہاں سے بھی نور کے شعلے اٹھنے لگیں وہاں بھی تجلیات پھیلنے لگیں۔ تو فرمایا اے محبوب! آپ کو سراجا نیرا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراجا منیرا بنا کر بھیجا ہے جہاں تیرے آفتاب نبوت کی کرنیں پڑیں گی وہاں سے نور کے شعلے نکلیں گے، وہاں نور آئیگا، روشنیاں آئیں گی، ضیا باریاں ہوں گی، اللہ کے جلووں کا ظہور ہوگا اور اس سے پوری کائنات جگمگا اٹھے گی، ہدایت کا سویرا طلوع ہوگا اور ظلمت کافور ہو جائے گی تو جس محبوب کو اللہ تعالیٰ نے سراجا منیرا بنا کر بھیجا ہے اس کے بعد بھی کسی ایسے کی ضرورت ہے کہ جو چراغ سے بھی کم روشنی کا مالک ہو اور جس کے اندھیروں کی یہ کیفیت ہو کہ جہاں ایمان کا چراغ روشن ہے وہاں بھی وہ پھونک مار کر بجھا رہا ہے تو حضور ﷺ کے آنے کے بعد کسی ایسے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ جس کو آنا تھا وہ آ گیا وہ ایسا آیا کہ

Marfat.com

جس طرح قرآن کریم نے فرمایا سراجا منیرا اے محبوب! تو سراج منیر ہے۔ تجھے ہم نے آفتاب بنا کر بھیجا ہے، آفتاب بھی نیرا بنا کر نہیں بھیجا جو خود روشن ہو بلکہ سراجا منیرا بنا کر بھیجا ہے جو کائنات کو روشن کرنے والا ہے کیونکہ جہاں تیری کرن پڑے گی کہیں ابو بکر ہوگا، کہیں عمر رضی اللہ عنہما ہوگا، کہیں غوث اعظم ہوگا، کہیں مجدد الف ثانی ہوگا، کہیں بہاؤ الدین زکریا ملتانی ہوگا، کہیں بہاؤ الحق نقشبندی ہوگا، کہیں داتا گنج بخش علی ہجویری اور کہیں خواجہ معین الدین اجمیری رحمہم اللہ ہوگا۔ تیرے نور سے دنیا منور ہو جائے گی اور ہر جگہ ہدایت کے مرکز اپنی روشنیاں بکھیرنے لگیں گے۔

ضیاء الامت علیہ الرحمۃ جنیوا میں عقیدۂ ختم نبوت کا مقدمہ لڑتے ہیں

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ہر محاذ پر عقیدۂ ختم نبوت کی بھرپور وکالت کرتے ہوئے اپنی وکٹ چھوڑے بغیر مضبوط دلائل کے ذریعے امتِ مسلمہ کے اس اجتماعی عقیدے کا مقدمہ لڑا ہے اور اس میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

اگست 1988ء میں جنیوا میں اقوامِ متحدہ کے ذیلی ادارہ انسانی حقوق کا اجلاس ہوا جس میں حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمۃ صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی خواہش پر جنیوا تشریف لے گئے وہاں آپ نے پاکستان پر لگائے جانے والے الزامات کا مسکت جواب دیا۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک محب جناب صادق علی زاہد صاحب نے ضیائے حرم کے ''ضیاء الامت نمبر'' میں حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری اور رد قادیانیت کے عنوان سے ایک مفصل مضمون لکھا جس میں انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کو یکجا کیا ہے۔ ان میں ایک ''اکتوبر 1988ء'' کے ضیائے حرم کا وہ اداریہ بھی شامل ہے جس

Marfat.com

میں پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے دورۂ یورپ اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کی مکمل روئیداد ''فتنہ مرزائیت اور پاکستان'' کے عنوان سے ماہنامہ ضیائے حرم کے اداریہ میں تحریر کی۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت بینچ کا اجلاس 30 جولائی 1988ء سے لاہور میں منعقد ہو رہا تھا۔ اس اثناء میں شہید صدر ضیاء الحق کا فون موصول ہوا کہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ انسانی حقوق کا اجلاس 18 اگست کو جنیوا میں منعقد ہو رہا ہے وہاں مرزائیوں نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے۔ پاکستان کے بارے میں انہوں نے پراپیگنڈہ بڑے زور وشور سے شروع کر رکھا ہے کہ پاکستان میں ان کو قتل کیا جا رہا ہے ان کو چن چن کر ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کیا جا رہا ہے ان کے افراد کو زدوکوب کیا جا رہا ہے اور ہر قسم کے انسانی حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔

صدرِ محترم نے مجھے حکم دیا کہ میں جنیوا جا کر پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے گمراہ کن پراپیگنڈے کا جواب دوں گا۔ چنانچہ 11 اگست 1988ء کو بھیرہ شریف سے روانہ ہوا۔ جنیوا پہنچ کر سفیر پاکستان سعید دہلوی صاحب نے مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کیا اور قادیانیوں کی طرف سے شائع شدہ مختلف قسم کے پمفلٹ وغیرہ دکھائے جن میں مرزائیوں نے حکومت پاکستان و پاکستانی عوام پر طرح طرح کے بے سروپا الزامات عائد کئے ہوئے تھے۔ یہ پمفلٹ ایک مؤثر ہتھیار تھا۔ ہم نے طے کیا ہے کہ ہر روز تین ممبران کو دوپہر کے کھانے پر بلایا جائے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ 14 اگست 88ء تک روزانہ مختلف ممالک کے نمائندگان کو ہم ڈنر یا رات کے کھانے پر بلاتے رہے اور قادیانیوں سے متعلقہ حکومت پاکستان کی فراخدلانہ پالیسی اور عوام کے رعایتی سلوک کے بارے میں انہیں بریف کرتے رہے۔ میں نے مدعوین کو دو تین اہم باتیں سمجھائیں۔ ایک تو یہ جو آدمی جس

Marfat.com

نبی ورسول سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے وہ اسی کا امتی وپیروکار کہلاتا ہے۔ مثلاً ہم مسلمان حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو خدا کے نبی تسلیم کرنے کے باوجود یہودی وعیسائی نہیں بلکہ مسلمان ہیں کیونکہ ہمارا خاص قلبی تعلق پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے ساتھ وابستہ ہے عیسائی حضرت موسیٰ کو نبی ماننے کے باوجود یہودی نہیں کیونکہ ان کا خاص تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے بالکل اسی طرح قادیانی حضرات حضرت موسیٰ وغیرہ نیز آنحضور ﷺ کو نبی اللہ ماننے کے باوجود مسلمان نہیں کیونکہ ان کا خاص تعلق ایک جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ دوسری بات میں نے ان کو یہ ذہن نشین کرائی کہ تکفیر کا آغاز مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہوا ہے میں نے امثلہ ودلائل سے ثابت کیا کہ آغاز تکفیر مرزا قادیانی نے کیا اور اس کی کتب آج تک اس مسئلہ کی گواہ ہیں۔ نیز قادیانی اکابر مرزا محمود، مرزا بشیر احمد وظفر اللہ خان کا مسلمانوں سے بائیکاٹ کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ نیز پاکستان میں قادیانیوں کو کسی جذباتی فیصلہ یا دباؤ کے تحت غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا بلکہ انتہائی زیادہ غور وفکر اور سوچ بچار کے بعد اور قادیانیوں کو اپنے دفاع کا پورا پورا موقع فراہم کرنے کے بعد قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچ پائی تھی کہ قادیانی غیر مسلم ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

تیسری بات میں نے یہ سمجھائی کہ قادیانی جو یہ شور مچا رہے ہیں کہ پاکستان میں ان کے انسانی حقوق پامال کئے جا رہے ہیں یہ گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے۔ پاکستان کے عوام بہت زیادہ فراخدل اور رحمدل واقع ہوئے ہیں دیگر بے شمار اقلیتیں پاکستان میں رہائش پذیر ہیں کبھی فرقہ وارانہ اختلاف پاکستان میں پیدا نہیں ہوئے نیز قادیانیوں کی طرف سے کلمۂ طیبہ کی توہین کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے اور میں نے ان کے جوابات دیئے۔ میری کاوشوں اور اللہ کے فضل سے وہی ممبران

Marfat.com

جنہوں نے گزشتہ برس انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان پر تابڑ توڑ حملے کیے تھے اب کی بار جب اجلاس ہوا تو کسی ممبر نے بھی پاکستان کے بارے میں کوئی ایک لفظ ایسا نہ بولا جو پاکستان کی عزت اور وقار کے منافی ہو۔

واپسی پر میں براستہ فرینکفرٹ (جرمنی) اسلام آباد آیا۔ قیام فرینکفرٹ کے دوران قادیانیوں کے ایک وفد نے میرے ساتھ ملاقات کر کے اپنے کچھ اعتراضات کیے جن کا میں نے تسلی بخش جواب دیا۔ نیز ظہر کے بعد ایک عام جلسے کا اہتمام کر کے سوا دو گھنٹے تک عقیدۂ ختم نبوت اور علاماتِ مسیح موعود پر خطاب کیا۔ اسلام آباد پہنچ کر میں نے فوراً جنیوا میں پاکستان کے سفیر جناب سعید دہلوی سے رابطہ کر کے فون پر پوچھا کہ ہماری کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا تو انہوں نے مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں، کسی ممبر نے اب کی بار پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اکتوبر 1988ء)

میں نے اس مقالہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے کی جانے والی حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کا اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ اس محاذ پر آپ نے جتنا کام کیا ہے' اسے یکجا کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کے اوراق درکار ہیں۔ اب حضور ضیاء الامت علیہ الرحمۃ دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں۔ لیکن آپ کا علمی و روحانی مرکز دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف اور اس سے وابستہ بیسیوں ادارے، سینکڑوں علماء، ہزاروں مریدین اور وابستگان آج بھی اسی گرم جوشی کے ساتھ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے مجاہدانہ کردار ادا کر رہے ہیں اور اس قافلے کے میر کارواں آپ کے لخت جگر اور آپ کی امانتوں کے امین مفکر اسلام حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب اس تحریک کو آگے بڑھا رہے ہیں اور فکر ضیاء الامت سے وابستہ ہر شخص امن تحریک کی کامیابی اور عقیدۂ ختم نبوت کے فروغ و تحفظ کیلئے سر دھڑ کی بازی لگانے اور

Marfat.com

مسکراتے ہوئے سوادکوئے جاناں جانے کو تیار ہے۔اب دیکھئے کہ عشق ومحبت کی اس بازی میں کون پہلے جا کر جلوۂ محبوب کا نظارہ کرتا ہے۔

علامہ اقبال اور ختم نبوت

علامہ اقبالؒ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

؎ پس خدا بر ما ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد

☆ خدا نے ہم پر شریعت ختم کی اور ہمارے رسول ﷺ پر رسالت ختم کی

رونق از ما محفل ایام را ورسل را ختم کرد ما اقوام را

☆ ہمارے دم قدم سے جہاں میں رونق ہے۔آپ ﷺ نے سلسلۂ رسالت کو ختم کیا اور ہم نے امتوں کے سلسلے کو ختم کیا۔

خدمت ساقی گری باما گزاشت داد مارا آخریں جامے کہ داشت

☆ ساقی گری کی خدمت اس نے ہمارے سپرد کی اور جو آخری جام تھا' ہمیں دے دیا۔

لا نبی بعدی زا احسان خدا است پردہ ناموس دینِ مصطفیٰ است

☆ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا (ارشاد خداوندی) یہ خدا کے احسانات میں سے ایک ہے اور اس سے دینِ مصطفیٰ ﷺ کی عزت کا بھرم قائم ہے۔

قوم را سرمایۂ قوت را و حفظ سر وحدت ملت ازد

☆ اسی سے قوم کو قوت کی دولت ملی اور ملت کی یگانگت کا راز بھی یہی ہے۔

Marfat.com

حدیث لولاک پر اعتراضات کا علمی جائزہ

پہلے اصل حدیث قدسی جس کو موضوع بحث بنایا گیا ہے' ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما مرفوعا اتانی جبرئیل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا (موضوعات کبیر ص 59 از ملا علی قاری)

ترجمہ: دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ میرے پاس جبرائیل امین آئے اور عرض کی اے محمد ﷺ اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت پیدا کرتا نہ دوزخ اور ابن عساکر کی روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا ہی پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کو دیلمی نے فردوس میں امام احمد قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور دیگر ائمہ محدثین نے اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے اور اس حدیث کی صحت پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے کئی مسائل کا استنباط کیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

قال الصنعانی انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح (شرح نخبۃ الفکر ص 67)

اس حدیث کو صنعانی نے موضوع کہا ہے جیسا کہ کتاب خلاصہ میں ہے لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔ چونکہ یہ حدیث معناً متعدد روایات سے ثابت شدہ ہے لہٰذا اس کی صحت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنیٰ جائز اور درست ہے۔

Marfat.com

ماہنامہ محدث کے مضمون نگار نے اپنے مضمون میں امام عجلونی اور ملا علی قاری کی بیان کردہ اس حدیث کا ذکر کرنے کے بعد ناصر الدین البانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ البانی کے نزدیک امام عجلونی اور ملا علی قاری کا دعویٰ درست نہیں ہے کہ یہ حدیث معناً درست ہے۔ فاضل مضمون نگار نے شیخ البانی کا ایک اقتباس بھی نقل کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"میں اگرچہ دیلمی کی اس روایت کی سند سے واقف نہیں ہوسکا۔ لیکن مجھے اس کے ضعف میں ذرا برابر تردد نہیں ہے اور اس کیلئے یہی دلیل کافی ہے کہ اس میں دیلمی متفرد ہیں اور جہاں تک ابن عساکر کی روایت کا تعلق ہے تو اس کو ابن جوزی نے ایک طویل حدیث میں سلمان سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اسے موضوع قرار دیا ہے اور سیوطی نے اللالئی میں ان کی تائید کی ہے۔ (دیکھئے الموضوعات صفحہ 288 تا 290)

ماہنامہ محدث کے مضمون نگار نے اس اقتباس کے بعد لکھا ہے کہ علامہ البانی کی اس وضاحت سے جہاں دیلمی اور ابن عساکر کی روایت کی حقیقت واضح ہوگئی ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوگیا ہے کہ ان ضعیف اور موضوع روایات کی بنیاد پر امام عجلونی اور ملا علی قاری کا لولاک کی روایت کے معنیٰ کو درست قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

(ماہنامہ محدث جولائی 2006ء صفحہ 19)

قبل اس کے کہ میں اس حدیث کی معناً صحت سے متعلق کچھ عرض کروں شیخ ناصر الدین البانی کی علمی ثقاہت کے بارے میں اپنے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ عرب علمائے حدیث بالخصوص مصری علماء کے نزدیک شیخ ناصر الدین البانی فن حدیث میں غیر معتبر اور غیر ثقہ ہیں۔ عرب شیوخ حدیث کا متفقہ قول ہے کہ "الشیخ ناصر لیس بثقۃٍ" شیخ ناصر الدین غیر ثقہ ہیں، شیخ ناصر الدین البانی کی عدم ثقاہت کا یہ عالم ہے کہ وہ کسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد ایک جگہ اس حدیث کو ضعیف یا

Marfat.com

موضوع قرار دیتے ہیں اور دوسرے مقام پر اسی حدیث کو صحیح قرار دے کر اس سے استدلال کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کے علمی تضادات کو ثابت کرنے کیلئے متعدد احادیث موجود ہیں۔ مگر میں طوالت سے بچنے کیلئے یہاں صرف چار احادیث بطور حوالہ پیش کر رہا ہوں۔

ناصر الدین البانی کے علمی تناقضات

1: علامہ البانی نے مشکوٰۃ المصابیح کی تخریج کرتے ہوئے حدیث محمود بن لبید کی روایت کو ضعیف قرار دیا اور وہ روایت یہ ہے:

أخبر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعافقام غضبان ثم قال أ يلعب بكتاب اللّٰه عزوجل وانا بين اظهر كم حتى قام رجل فقال يارسول اللّٰه الا اقتله۔

اور اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ علامہ البانی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن اس میں مخرمۃ کی اپنے باپ سے جو روایت ہے وہ کہیں سے نہیں سنی گئی اور اس میں شک پایا جاتا ہے۔ (حوالہ دیکھئے تخریج مشکوٰۃ المصابیح، طبع ثالثہ بیروت 1405ھ، مقام اشاعت المکتبۃ الاسلامی جلد 2 صفحہ 981)

پھر اس حدیث کو علامہ البانی اپنی کتاب غایۃ المرام تخریج احادیث الحلال والحرام میں صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہ کتاب بیروت سے مکتب اسلامی اشاعتی مرکز سے ہی شائع ہوئی ہے۔ سن اشاعت 1405ھ صفحہ 167 حدیث نمبر 261۔ عجیب بات ہے کہ ایک ہی سال دونوں کتابیں شائع ہوئیں۔ دونوں کا مصنف ایک ہے۔ ایک کتاب میں ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور دوسری کتاب میں اسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

2: علامہ البانی نے عبداللہ ابن عمرو کی حدیث جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور وہ

Marfat.com

یہ ہے

"الجمعة علی من سمع النداء" نے اس حدیث کو اپنی کتاب ارواء الغلیل میں صحیح قرار دیا ہے۔ (ج نمبر 3 ص 18) اور اس حدیث کے متعلق یہ رائے دی ہے کہ فقال حسن جب کہ اسی حدیث کو مشکوٰۃ المصابیح کی تخریج میں ضعیف لکھا ہے۔ (ج 1 حدیث نمبر 1375 کے تحت ص 434) آپ لکھتے ہیں۔ سندہ ضعیف۔

3: حضرت انس بن مالک کی حدیث جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللّٰہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسھم فشدد اللہ علیھم۔

علامہ البانی نے اپنی کتاب تخریج مشکوٰۃ المصابیح میں اسے ضعیف لکھا ہے اس کتاب کے ص 64 ج 1 میں آپ لکھتے ہیں۔ فقال بسند ضعیف۔ اور پھر اسی حدیث کو اپنی کتاب غایۃ المرام میں ص 141 پر صحیح لکھا ہے۔ وہاں پر یہ عبارت درج ہے۔ فلعل حدیثہ ھذا حسن بشاھدہ المرسل عن ابی قلابۃ۔

4: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جسے امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے:

من حدثکم ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعداً۔ (اسے علامہ البانی نے مشکوٰۃ المصابیح کی تخریج جلد 1 صفحہ 117 پر ضعیف قرار دیا ہے اور لکھا ہے۔ اسنادہ ضعیف۔ اور پھر اسی حدیث کو اپنی کتاب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں ج 1 ص 345 حدیث نمبر 201 کے تحت اسے صحیح قرار دیا ہے۔

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جو شخص ملا علی قاری اور شیخ عجلونی کی بیان

Marfat.com

کردہ حدیث کے معنیٰ کو غلط قرار دے رہا ہے وہ خود کئی مقامات پر اپنی علمی تحقیق کے تضاد کو نہیں چھپا سکا۔

حدیث کے عربی الفاظ پر اعتراض کا جواب

ماہنامہ محدث کے فاضل مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ عربی لغت لولاک کی ترکیب قبول کرنے میں ابا کرتی ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ ترکیب نحوی قواعد کے بھی خلاف ہے۔ الفیۃ ابن مالک میں ہے۔

ولولاء ولو ما یلزمان الابتداء اس کی شرح میں ابن عقیل کہتے ہیں فلا یدخلان الا علی المبتداء ویکون الخبر بعدھما محذوفاً۔

لو لا اور لو ما ہمیشہ مبتدا پر داخل ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کی خبر وجوباً حذف ہوتی ہے۔ اور کاف ضمیر ہمیشہ منصوب یا مجرور متصل استعمال ہوتی ہے اور نحو کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضمیر متصل کبھی مبتداء نہیں بن سکتی۔ ابن عقیل لکھتے ہیں۔

''فالمتصل ھو الذی لا یبتداء بہ کالکاف۔''

ضمیر متصل وہ ہوتی ہے جو مبتداء نہ بن سکے مثلاً کاف اور لولاک میں کاف ضمیر نہ تو متصل استعمال ہوئی ہے اور نہ ہی مبتداء بننے کی اہل ہے لہٰذا قاعدہ کے صریح خلاف ہے۔''

مذکورہ حدیث میں ترکیب نحوی کے غلط استعمال کے جواب میں شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی کی تحقیق پیش کر رہا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''لولا'' کے بعد ضمیر مجرور متصل کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ ''لولا'' کے بعد مبتداء مذکر ہوتا ہے اور خبر محذوف ہوتی ہے اور مبتداء اسم ظاہر بھی ہوتا ہے اور ضمیر بھی عموماً مرفوع منفصل ہوتی ہے لیکن قلیل طور پر ضمیر متصل بھی لائی جاتی ہے اور اس وقت ''لولا'' جارہ ہوتا ہے اور مجرور بر بناء ابتداء محلاً مرفوع ہوتا

Marfat.com

ہے چنانچہ ابن ہشام انصاری فرماتے ہیں:

اذا ولی لو لا ضمیر فحقه ان یکون ضمیر رفع نحو لو لا انتم لکنا مومنین وسمع قل یلا لولای ولولاک ولولاه خلافا للمبرد ثم قال سیبویه والجمهور هی جارة للضمیر مختصة به کما اختصت حتی والکاف بالظاهر ولا تتعلق لولاه بشیء وموضع المجرور بها رفع بالابتداء ولا خبر محذوف (مفتی الطیب ص412)

جب لولا کے بعد ضمیر لائی جائے تو وہ ضمیر مرفوع ہونی چاہیے۔ مثلاً لو لا انتم اور قلیلاً سنا گیا ہے لولای، لولاک اور لولاہ جارہ اور ضمیر کے ساتھ خاص ہے جیسے حتیٰ اور کاف کی خبر اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ لولا کسی کے متعلق نہیں ہوتا اور اس کا مجرور بنا برابتداء محلا مرفوع ہوتا ہے۔

عربی زبان کا مشہور اور مستند شاعر ابوالطیب متنبی کا یہ شعر بھی ''لولا'' کے بعد ضمیر مجرور متصل کے استعمال پر قوی شہادت ہے۔

الی ذی شیمة لشققت فوادی
فلولاه لقلت به النیا

(دیوان متنبی ص72)

مقالات سعیدی ص112 تا113 واضح رہے متنبی تمام مدارس میں بطور نصاب بھی پڑھائی جاتی ہے۔

علامہ سعیدی کے علاوہ علامہ منشا تابش قصوری نے اپنی کتاب نور سے ظہور تک کے ص160 پر تفسیر قرطبی ج14 ص302 کے حوالے سے لکھا ہے کہ من العرب یقول لولاکم حکاها سیبویه تکون لو لا تخفض المضمر یعنی عربی کہتے ہیں لولاکم اس کو امام سیبویہ نے حکایت کیا ہے۔ لولا اس ضمیر کو جر دیتا ہے۔ نیز تفسیر البحر

Marfat.com

المحیط ج7 ص82 پر لکھا ہے کہ

حکم الائمہ سیبویہ والخلیل وغیر هما مجیئه بضمیر الجر نحو لولاکم وانکار المبرد ذلک لایلتفت الیه (امام سیبویہ، امام خلیل اور دیگر ائمہ نے حکایت کیا ہے کہ لولا ضمیر مجرور کے ساتھ آتا ہے جیسے لولاکم اور مبرد کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا۔

مفسرین اور لغت ونحو کے آئمہ کی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ لولاک کی عربی ترکیب صحیح ہے اور عربی قواعد کے خلاف نہیں ہے۔

کبار ائمہ و مفسرین کا حدیث لولاک سے استدلال کرنا

حدیث لولاک کے ضعف کو ثابت کرنے والے سارا زور اس بات پر صرف کر دیتے ہیں کہ فلاں امام نے اس حدیث کو نہیں لیا یا فلاں نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اگر بعض ائمہ نے (جیسے ناصر الدین البانی ان کا علمی تضاد آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں) اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے تو ان سے کہیں بڑے ائمہ ومحدثین نے نہ صرف اس حدیث کو تسلیم کیا ہے بلکہ بے شمار مواقع پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اسے بطور سند پیش کیا ہے۔

1: امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم ص155 اور مکتوب 122 میں فرماتے ہیں:

"سر حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" را کہ در شان ختم الرسل واقع است علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ایں جا باید است۔"

ترجمہ: حدیث قدسی "لولاک لما خلقت الافلاک" جو ختم الرسل کی شان میں آئی ہے اس کا بھید بھی اس جگہ معلوم کرنا چاہیے اور اسی حدیث کو مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات دفتر سوم حصہ نہم ص172 مکتوبات 124

Marfat.com

میں بھی ذکر فرمایا۔

2: عارف کامل علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی ج نمبر 1 ص 51 پر فرماتے ہیں:

"التعین الاول المشار الیه بقوله علیه الصلوٰة والسلام اول ما خلق الله نور نبیک یا جابر وبواسطة حصلت الافاضة کما یشیر الیه لولاک لما خلقت الافلاک۔"

ترجمہ: اور تعین اول کی طرف حضور پاک کے قول "اول ما خلق اللّٰه نوری" میں اشارہ ہے اور اس واسطہ سے خلق کو فیضان حاصل ہوا اور اس کی طرف "لولاک لما خلقت الافلاک" میں اشارہ ہے۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ صرف صوفی بزرگ ہی نہیں بلکہ ایک نامور مفسر بھی ہیں اور حدیث کو نقد و جرح کے پیمانے پر پرکھنے میں وہ ابن جوزی کے ہم پلہ ہیں اور اپنی تفسیر میں کئی احادیث پر انہوں نے محققانہ بحث فرمائی ہے۔ آپ کا اس حدیث سے استدلال کرنا منکرین حدیث لولاک کیلئے حجت ہے۔

3: مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے 1305ھ بمطابق 1887ء میں حدیث لولاک کی حجت پر ایک مستقل کتاب بعنوان "تلالو الافلاک لجلال حدیث لولاک" تصنیف فرمائی ہے اور اس کے علاوہ حدائق بخشش حصہ اول ص 93 پر آپ فرماتے ہیں

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

4: محدث ابن جوزی جو بہت بڑے نقاد حدیث ہیں جن کا حوالہ محدث کے فاضل مضمون نگار نے بھی دیا ہے انہی ابن جوزی کے شاگرد رشید حضرت شیخ سعدی نے بھی

Marfat.com

اس حدیث لولاک سے استدلال کیا ہے وہ بوستان سعدی کے ص 20 پر لکھتے ہیں:

تر اعز لولاک تمکین بس است

ثنا توطه ویسین بس است

مذکورہ بالا علماء وائمہ کے علاوہ اس حدیث کو امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مواہب اللدنیہ ومنہج محمدیہ'' میں علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ عبدالرحمٰن صفوری شافعی نے نزہۃ المجالس میں اور امام شرف الدین بوصیری نے قصیدہ بردہ شریف میں بھی نقل فرمایا ہے۔

5: مشہور دیوبندی عالم مولانا ذوالفقار احمد عطر الورہ شرح قصیدہ بردہ کے ص 7 پر لکھا ہے:

''وقوله "لولاه" اقتباس من حديث لولاک لما اخلقت الافلاک''

امام بوصیری کا قول ''لولاہ'' حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کا اقتباس ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث تخلیق کائنات ہونا

ماہنامہ محدث کے فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزم کونین حضور کیلئے نہیں بلکہ اس لیے سجائی اور موت وحیات کو اس لیے پیدا کیا تاکہ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے بہترین عمل کرتا ہے۔

(ماہنامہ محدث جولائی 2006ء ص 69)

فاضل مضمون نگار کا اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کرنا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعث تخلیق کائنات نہیں ہیں۔ کتنا غیر معقول اور غیر علمی ہے۔ ذرا سا بھی دینی فہم رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زندگی وموت کی تخلیق کا سبب یہ بتایا ہے کہ وہ دیکھے کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے جب کہ کائنات کی تخلیق کے سبب کو زندگی کی تخلیق کے سبب سے جوڑنا مضحکہ خیز ہی نہیں عجیب تر بھی ہے۔

Marfat.com

قرآن کی رو سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث تخلیق کائنات ہونا

اب آپ وہ آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں جس میں اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کا تخلیق کائنات کا سبب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

1: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (حدید:3)

ترجمہ: وہی ہی اول ہے وہ ہی آخر ہے وہ ہی ظاہر ہے وہ ہی چھپا اور ہر چیز جانتا ہے شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا یہ آیت کریمہ حمد الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اول اور سب سے پیچھے اور سب پر ظاہر اور سب سے چھپے ہوئے اور ہر چیز کو جانتے ہیں۔

2: تفسیر خازن پارہ نمبر 4 زیر آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ہے۔ امام خازن نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عرضت علی امتی فی صورها فی الطین کما عرضت علی آدم واعلمت من یومن بی ومن یکفر بی"

ترجمہ: مجھ پر میری امت پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی پس مجھے بتادیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔

اس حدیث پاک سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے آغاز و انجام سے آگاہ ہیں۔

3: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى: پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب (بندے) پر وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

Marfat.com

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی کیا خوب تشریح فرمائی ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے وہ عبد مقرب ہیں جن کے وجود سے زمانہ قائم ہے وہ فرماتے ہیں:

عبدہ دہر است و دہر از عبدہ ماہمہ رنگیم داد بے رنگ و بو
عبدہ چند و چگون کائنات عبدہ راز درون کائنات
کس ز سر عبدہ آگاہ نیست عبدہ جز سر الا اللہ نیست
عبدہ صورت گر تقدیر است تا نہ بینی از مقام ما رمیت

ترجمہ: یعنی عبدہ (محمد ﷺ) وہ سارے عباد کی اصل ہیں عبدہ وہ جس کا رنگ سارے عباد میں ہو، عبدہ سارے عباد کا راز دار ہے، عبدہ کے مقام تک اب تک کوئی نہ پہنچا ہے، عبدہ سے سارے عباد کی تقدیریں وابستہ ہیں، میں ان اشعار میں عبدہ کے سارے معانی بیان نہیں کر سکا اگر تو عبدہ کا مرتبہ پہنچانا چاہتا ہے تو یہ آیت پڑھ: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔

نتیجہ بحث

نتیجہ بحث یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک ہی باعث تخلیق کائنات ہے بلکہ باعث بزم محشر بھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہوں گے اور کنت کنزا مخفیا کی جلوہ نمائی کا باعث حضور نبی اکرم ﷺ ہی ہیں۔ اس لحاظ سے اس کائنات ارض و سما کا ذرہ ذرہ اپنے وجود کی بقا کیلئے ذات پاک مصطفیٰ ﷺ کا مرہون منت ہے۔ اسی وجہ سے ترجمان حقیقت علامہ محمد اقبال نے فرمایا:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
ہو نہ یہ ساقی تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

Marfat.com

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا جذبہ عشق وحضوری

فکر اقبال کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو اس بحر کی تہوں سے جو سراغ ملتا ہے وہ یہی کہ ان کی عقل ودانش اور فکر وفلسفہ تو منفرد تھا ہی مگر ان کی اصل پہچان جذبۂ عشق وحضوری رہا۔ جوانی کے اقبال اور پختہ عمر کے اقبال میں ہمیں جو معمولی فرق نظر آتا ہے وہ بھی یہی کہ فطرت شناس اقبال تدریجاً حقیقت کی تلاش میں رہا ہے اور بالآخر اس نے سراغ زندگی کو پالیا وگرنہ اخلاقی پاکیزگی اور متصوفانہ ذوق تو انہیں گھٹی میں ملا تھا اپنے والدین کی پاکیزہ گھریلو زندگی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے فرزند جاوید کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

جس گھر کا مگر چراغ ہے تو
ہے اس کا مذاق عارفانہ

علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے والدین کریمین کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ فرماتے ہیں: ''جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو روزانہ صبح تلاوت قرآن پاک کی سعادت حاصل ہوتی مگر والد گرامی اپنے اوراد ووظائف سے فارغ ہو کر آتے اور مجھے دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک صبح کو میرے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے کبھی فرصت ملی تو میں تمہیں ایک بات بتاؤں گا فرماتے ہیں کہ بالآخر ایک مدت کے بعد وہ میرے پاس آئے اور فرمایا بیٹا! کہنا یہ تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم پر ہی اترا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہمکلام ہے۔ علامہ اقبال نے اس واقعہ کا تذکرہ اس شعر میں بھی کیا ہے:

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

Marfat.com

علامہ اقبال کے تصوف کی بنیادیں بھی قرآن وسنت پر استوار تھیں۔ دور زوال کے تصوف پر جتنا عجمی تصورات کا غلبہ رہا ہے اقبال اس سے بڑے نالاں تھے اور اسی عجمی تصور فقیری کو وہ رہزنی سے تعبیر کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں اگر تصوف کے معنیٰ محض عافیت کوشی، گوشہ نشینی اور زندگی کے ہنگاموں سے گریز ہے تو ایسا تصوف میری گفتگو کا موضوع نہیں ہے ہاں اگر تصوف کے معنیٰ زندگی کے چیلنج کو قبول کرنا اور فرار کی بجائے فطرت سے مقابلہ کرنا ہے تو تصوف ہی میرا مذہب ہے کیونکہ ایسا تصوف ارفع اور وسیع تر زندگی کی تلاش میں رہتا ہے اور ہنگامہ ہائے کائنات سے الجھ کر جوہر حیات کو حاصل کر لیتا ہے۔

میں ایسے فقر سے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی ورنجوری
آہ کھویا گیا، تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ مال فقیر، سلطنت روم وشام

اقبال کے دور میں جن لوگوں نے لبادۂ تصوف اوڑھ کر ''کاروبار شمر'' شروع کر رکھا تھا وہ اقبال کے تصورات وافکار سے بڑے نالاں تھے کیونکہ اقبال مسلمانوں کو ایسے نام نہاد صوفیوں کے قریب پھٹکنے سے منع کرتے تھے جعلی صوفی وملا سے اقبال کی جنگ شاعرانہ نہیں بلکہ حقیقی تھی، فرماتے ہیں:

حریف اپنا سمجھ رہے ہیں مجھے خدایان خانقاہی
انہیں یہ ڈر ہے کہ میرے نالوں سے شق نہ ہو سنگ آستانہ

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

کیا صوفی وملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن ابھی چاک نہیں ہے

Marfat.com

وگرنہ جو حقیقی تصوف ہے اس پر تو اقبال دل وجاں سے فدا تھے اور مردان پاکباز کی ایک نگاہ کو سرمایہ قیصری سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ سفر یورپ پر روانگی سے قبل انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور وہاں بڑے درد وسوز سے التجائے مسافر کے نام سے ایک نظم لکھی جو یوں ہے:

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تیری، فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حقیقی اور سچے صوفی کے مقام کو اقبال مسیح وخضر کے مقام سے اونچا قرار دے رہے ہیں کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی رہزن کے ہاتھوں نہ لٹتے رہیں بلکہ کسی مردِ کامل کے چشمۂ صافی سے فیض حاصل کر کے اپنی کشتِ حیات کو سیراب کریں۔ محض عقل ودانش اور علم وفلسفہ کو وہ حصول منزل کے ذرائع تو سمجھتے ہیں مگر کافی نہیں سمجھتے تھے' فرماتے ہیں:

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
ہر اک مقام سے آگے ہے مقام تیرا
حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

علامہ اقبال علیہ الرحمہ پر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ اس قدر تھا کہ وہ آخر عمر میں ہر لمحہ حضوری کی لذتوں سے آشنا رہتے تھے۔ علامہ کے کئی جاننے والے اور ان کی

Marfat.com

مجلسی صحبتیں اختیار کرنے والے جانتے ہیں کہ جونہی کسی کے لب پر نام محمد ﷺ آتا اور اقبال کی سماعتوں سے ٹکراتا تو ان کی آنکھیں چھم چھم برسنا شروع کر دیتی تھیں بقول میر تقی میر: ع جب نام ترا لیجئے تب چشم بھر آ

رسول ﷺ اقبال کا قال نہیں ال بن چکا تھا۔ اسی جذبہ عشق نے اقبال کو زندگی کی حرارت بخشی وہ بہت بڑے فلسفی تھے اور فلسفے کا سارا معاملہ ہی عقل کے بل بوتے پر چلتا ہے لیکن ان کے تفکر و تعقل پر بھی محبت رسول ﷺ کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ جب بھی فرصت کے لمحات میسر آتے وہ کثرت کے ساتھ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں درود و سلام کے نغمے پیش کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے میں نے گن کر ایک کروڑ مرتبہ درود شریف کا ورد کیا ہے۔

کافر ہندی ہوں میں، دیکھ میرا ذوق و شوق
لب پہ صلوٰۃ و درود، دل میں صلوٰۃ و سلام

علامہ اقبال کے گہرے دوست فقیر وحید الدین بیان کرتے ہیں کہ جب علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس سے واپسی پر فلسطین سے ہو کر واپس آئے تو میں نے عرض کی کیا ہی اچھا ہوتا کہ ساتھ روضۂ اطہر کی زیارت بھی کر لیتے۔ یہ الفاظ سنتے ہی علامہ کی حالت دگرگوں ہو گئی، چہرہ زرد ہو گیا اور آنسو بہنے لگے، چند لمحے یہ کیفیت رہی پھر بولے فقیر کس منہ سے روضۂ اطہر پر جاتا۔ اس لئے فرماتے ہیں:

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبرائیل
اگر ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل

علامہ اقبال بارگاہِ ربوبیت میں کبھی کبھی اپنی قلندرانہ شوخی کا اظہار کر جاتے تھے، جب وہ یوں کہتے ہیں:

خاموش نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک

Marfat.com

لیکن بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہمیشہ سر جھکائے ہوئے بیٹے ہوتے ہیں۔ آپ کو یہ جذبہ عشق اپنے والدین سے وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے بیٹے جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ "میں نے اماں جان کی موت پر انہیں آنسو بہاتے نہ دیکھا مگر قرآن مجید سنتے وقت یا کوئی شعر پڑھتے وقت یا رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک زبان پر آتے ہی ان کی آنکھیں بھر آیا کرتی تھیں۔

وہ حرف راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفس جبرائیل دے تو کہوں

عبدالمجید سالک نے ذکر اقبال میں لکھا ہے:

"1917ء میں علامہ اقبالؒ نے مدینہ منورہ کا ایک کبوتر کہیں سے حاصل کر کے پالا تھا، وہ اس کے دانے دنکے کی فکر بنفس نفیس خود کیا کرتے تھے، نومبر کی 20 تاریخ کو وہ کبوتر ایک بلی کی چیرہ دستی کا شکار ہو گیا۔ اس حادثے سے اقبال بہت متاثر ہوئے اور ایک نظم لکھی جس کا پہلا شعر یہ ہے:

رحمت ہو تیری جان پر اے مرغ نامہ
آیا تھا اڑ کے ذروہ بام حرم سے تو

اسی طرح 1917ء میں علامہ اقبال نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان "رسول پاک ﷺ فن شعر کے مبصر کی حیثیت میں" تھا۔ اس میں انہوں نے حضور ﷺ کی زندگی سے کئی واقعات نقل کر کے ثابت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک آرٹ حیات انسانی کے تابع ہے جو آرٹ انسان کو کاہلی جمود اور عیاشی سے نفرت دلا کر محنت، مشقت اور اکل حلال کی ضروریات کی طرف متوجہ کرتا ہے وہی آرٹ قابل قدر ہے۔ اس مضمون میں اقبال نے صاف آرٹ کا یہ نظریہ بیان کر دیا کہ فن برائے فن لغویات ہے فن برائے حیات ہی صحیح نظریہ ہے۔

Marfat.com

29 نومبر 1931ء میں اقبال اسکندریہ مصر پہنچے، قاہرہ میں آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ وہاں مصری اخبار نویسوں کے اصرار پر "شبان مصر" کے نام سے یہ مختصر پیغام جاری کیا۔

"مصر کے نوجوانوں سے میری درخواست ہے کہ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے وفادار رہیں۔"

آپ جب دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے انگلستان روانہ ہوئے تو عدن کی بندرگاہ پر ساحلِ عرب کو دیکھ کر علامہ پر عجب جذباتی کیفیت طاری ہوگئی، سرزمین عرب کو مخاطب کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے:

"اے عرب کی مقدس سرزمین تجھ کو مبارک ہو تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا فسوں کیا کہ موجودہ تہذیب وتمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی۔ تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقوش قدم دیکھے ہیں۔ کاش میرے گنہگار جسم کی خاک تیری ریت کے ذروں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اڑتی پھرے اور یہی آوارگی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش میں تیرے صحراؤں میں لیٹ جاؤں اور دنیا کے تمام سامانوں سے آزاد ہو کر تیری تیز تیز دھوپ میں جلتا ہوا اور پاؤں کے آبلوں کی پروانہ کرتا ہوا اس پاک سرزمین میں جا سکوں جہاں کی گلیوں میں اذان بلال کی عاشقانہ آواز گونجتی تھی۔"

مذکورہ بالا تحریر اور واقعات کی شہادت اس بات کی دلیل ہے کہ اقبال کا دل عشق رسول ﷺ میں دھلا ہوا تھا۔ ان کے رگ وریشہ میں عشق نبوی کی بجلیاں موجزن تھیں۔ وہ ہر لمحہ حیاتِ عشق ووفاداری محبوب میں گزارتے تھے اور عشق کی شراب طہورا انہیں براہ راست بارگاہ مصطفوی سے پلائی جاتی تھی اور عشق کے بادہ جانفزاء نے حیاتِ اقبال کو ایسی مستی عطا فرمائی تھی کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ ہی محبت

Marfat.com

واطاعت رسول ﷺ کی دہلیز سے پھوٹتا تھا۔

علامہ اقبال نے بہت بڑے متکلم اور فلسفی ہونے کے باوجود اپنی عقل ودانش کو دہلیز رسول ﷺ پر فدا کر دیا تھا۔ کوئی حدیث سن کر وہ لمحہ بھر بھی تردد نہیں کرتے تھے بلکہ اس پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ آقا علیہ السلام کے الفاظ کی تاویل نہیں کرتے تھے بلکہ ظاہری مفہوم پر ہی پختہ اعتماد رکھتے تھے۔ مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان کے سامنے بڑے اچنبھے کے انداز میں ذکر کیا کہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول پاک ﷺ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ اُحد پر تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں احد لرزنے لگا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس پر پہاڑ ساکن ہو گیا۔ اقبالؒ نے حدیث سنتے ہی کہا کہ اس میں اچنبھے اور حیرت کی کونسی بات ہے۔ میں اس کو استعارہ ومجاز نہیں بلکہ ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کیلئے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے مادے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز اٹھتے ہیں، مجازی طور نہیں واقعی لرز اٹھتے ہیں۔

علامہ اقبال سفر حجاز کا بڑا پختہ ارادہ رکھتے تھے لیکن بیماری کے باعث اپنے ارادہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے، کہتے ہیں میں دو سال سے ارادتاً سفر حج میں ہوں بلکہ وہ اشعار بھی لکھ لئے ہیں جو سفر حج سے متعلق ہیں۔ ان میں کہیں سے اپنے احباب کو کچھ سنایا بھی مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے وقت ایک غزل لکھی جس میں اللہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

تو باش اینجا وبا خاصاں بیامیز
کہ من دارم ہوائے منزل دوست

Marfat.com

یہ شعر سناتے ہی گلہ ایسا گلوگیر ہوگیا کہ آواز بند ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ الغرض اقبال کی ہر سانس ہی عشق و محبت مصطفیٰ ﷺ میں تڑپتی، عشق و حضوری کے سینکڑوں واقعات ہیں جو ان کی زندگی میں کہکشاں کی طرح دمکتے تھے۔ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں اپنی حضوری و رسائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ''حضور رسالت مآب میں'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

فرشتے بزم رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضور آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور نے اے عندلیب باغ حجاز
کلی کلی میں تری گرمی نوا سے گداز

ہمیشہ سرخوش جام والا ہے دل تیرا
فتادگی ہے تری غیرت سجود نیاز

اڑا جو پستی دنیا سے تو سوئے گردوں
سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعت پرواز

نکل کے باغ جہاں سے برنگ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا

Marfat.com

توہین رسالت..... یورپ کے زوال کا نقطہ آغاز

یورپ کی کھوکھلی تہذیب بظاہر چمکیلی مگر بباطن تاریک ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اسلام کی روحانی اور دلکش تہذیب سے خائف رہی ہے۔ اس خوف کا اظہار کبھی تو یورپ نے دبے لفظوں میں کیا اور کبھی موقع ومحل کی مناسبت سے کھل کر اسلام کی تعلیمات کو ہدفِ تنقید بنایا مگر کارٹونوں کی اشاعت یورپ کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف خبث باطنی اور اسلام دشمنی کی آخری انتہا ہے یورپ کا اسلامی تعصب پچھلے کچھ عرصہ تک فکری محاذ تک محدود تھا مگر جب سے مغرب کو راہنمائی کے لئے امریکہ کی صورت میں شیطانی گماشتہ ملا ہے۔ یہ تعصب ہر جگہ اور ہر میدان میں کھل کر سامنے آگیا ہے جس کا عملی اظہار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے خلاف توہین آمیز خاکوں کی صورت میں رونما ہوا۔

اس سازش کا پس منظر یہ ہے کہ 30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے ایک معمولی اخبار نے چالیس کے قریب کارٹونسٹ کو دعوت دی کہ وہ مسلمانوں کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو ہدفِ تنقید بنانے کیلئے کارٹون بنائیں، جب یہ کارٹون تیار ہوئے تو ان میں سے 12 کارٹون منتخب کئے گئے جن کو سب سے پہلے ڈنمارک کے اخبار جیلانڈر پوسٹن نے شائع کیا۔ ان خاکوں میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پگڑی مبارک میں بم بندھا ہوا اور اسلحہ کے ساتھ عورتوں کے جھرمٹ میں کھڑا دکھایا گیا۔ ابتداءً ڈنمارک کے مسلمان مقامی سطح پر اس مسئلہ کو حل کرتے رہے لیکن جب اخبار کا ایڈیٹر معذرت پر آمادہ نہ ہوا تو بعد ازاں اسلامی ملکوں کے سفیروں نے وزیراعظم ڈنمارک سے ملاقات کا وقت مانگا مگر اس خبیث الفطرت شخص نے کمال

Marfat.com

ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے ملاقات سے انکار کر دیا۔ بعدازاں یہ مسئلہ عالمی سطح پر تحفظ تحریک ناموس رسالت کی صورت اختیار کر گیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے جن جذباتی اور ایمانی جذبات کا اظہار کیا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مسلمان عملاً کمزور ہو سکتے ہیں لیکن عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کیلئے جان کی بازی لگانے کیلئے تیار ہیں۔

ڈنمارک کی اسلام دشمنی اصل وجہ وہاں تیزی سے پھیلتی ہوئی دینِ اسلام کی وہ خوشبو ہے جو ڈنمارک کے تعفن زدہ ماحول کو اسلام کی کرنوں سے ضیاء بار بنا رہی ہے مگر جن کی فطرت میں عفونت جمی ہوتی ہے وہ کبھی بھی صاف ستھرے ماحول میں نہیں رہ سکتے۔ یورپ کے مرکز برطانیہ کا یہ حال ہے کہ وہاں برطانوی میگزین ''ایمل'' کی مدیرہ جوزف کو مجبوراً یہ اعتراف کرنا پڑا کہ 2020ء تک اسلام عملاً برطانیہ کا سب سے بڑا اور غالب مذہب ہوگا۔ یہی حال ڈنمارک کا ہے وہاں بھی عیسائیت کے بعد اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے جس کی وجہ سے عیسائی تعصب اسلام کی پھیلتی ہوئی روشنی کو برداشت نہیں کر سکا اور انہوں نے مسلمانوں کے آقا ﷺ کی شان رفیع میں گستاخی کرتے ہوئے توہین آمیز خاکے شائع کر دیئے لیکن انہیں شاید خبر نہیں کہ اسلام کی فطرت میں قدرت نے وہ لچک رکھی ہے کہ اس کو جتنا دبایا جائے گا یہ اتنا ہی ابھرتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ 11-9 کے بعد مغرب میں اسلام کا مطالعہ بڑھ گیا ہے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا ہے۔

اسلام کی تحریک اور رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس کے خلاف مغرب کا پروپیگنڈہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ کفار و مشرکین کی وہ پرانی روایت ہے جس میں اہلِ مکہ مبتلا تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ساحر و مجنون قرار دے کر اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا اور آج کا مغرب بھی نبی کریم ﷺ کو دہشت گرد قرار دے کر دین حق کے خلاف اپنی اسی شیطانیت کا مظاہرہ کر رہا ہے جس کا کفار مکہ نے کیا تھا۔ اس

Marfat.com

وقت ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرمایا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اے حبیب ﷺ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان اور نیست ونابود ہوگا اور آج مغرب کی ہرزہ سرائی اور ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اسلامیان عالم کے ذمہ لگادی ہے جن فرزانوں نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی اس تحریک میں حصہ لیا ہے۔ چشم یزداں ان سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسلام اور پیارے آقا ﷺ کے خلاف مغرب کا یہ معاندانہ رویہ اس وقت شروع ہوا جب مسلمانوں نے شام سے رومی عیسائی حکومت کو واپس یورپ کے دروازوں تک ایسے کیا کہ اس بدحواسی میں یورپ آج تک مبتلا ہے اور اسلام دشمنی کے فوبیا میں مبتلا ہو چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں ایسے ایسے سوقیانہ منصوبے شروع کئے جن میں باقاعدہ ریسرچ اسکالر بٹھا کر ان کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں منفی مواد تیار کر کے اسے دنیا میں پھیلائیں۔ کافی عرصہ تک یہ ذمہ داری یورپ کے اہل قلم نبھاتے رہے۔ مسلم معاشروں سے تسلیمہ نسرین، اور سلمان رشدی کی ہفوات اسی تحریک توہین رسالت کی کڑیاں ہیں مگر اب یہ ڈیوٹی مغرب کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے سنبھال لی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک نے سموئیل ھنٹنگٹن کے تہذیبی تصادم کے جس نظریہ کو ایندھن فراہم کیا ہے اس آگ کے شعلے خود یورپ کو اپنی لپیٹ میں لینے والے ہیں اور یورپ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مسلمان علاقائی جغرافیائی، نسلی، لسانی اور اعتقادی اختلافات کے باوجود پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کی عزت وناموس کیلئے یک جان ہیں اور دنیا کو باور کرا رہے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس گھٹائی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ کائنات کا گوشہ گوشہ، ہر آن اور ہر لمحہ ذکر محمد ﷺ کی صداؤں سے گونج رہا ہے۔ تحت الثریٰ سے

Marfat.com

سے کر عرش وعلیٰ تک ساری ہوائیں اور ساری فضائیں نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوؤں سے معمور ہیں۔ حتیٰ کہ آسمان کے قدسی بھی ہمہ وقت مدحت مصطفوی کے نغمات الاپ رہے ہیں اور صبح قیامت تک انشاء اللہ کائنات ارضی وسماوی نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی ضیاؤں سے چمکتی رہے گی۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

Marfat.com

.....حصہ دوم.....

☆ قانونی چیلنجز اور اُن کا حل ☆

اس حصہ میں اُن قانونی موشگافیوں کا حل تلاش کیا گیا ہے جن کی الجھنوں میں مکار و شاعر دشمن مسلمانوں کو پھنسا کر ان کی متاعِ ایمان لوٹنا چاہتا ہے۔

Marfat.com

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا اور مغرب کا پراپیگنڈہ

پاکستان میں عرصہ دراز تک دینی حلقوں کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا رہا کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا موت مقرر کی جائے۔ کیونکہ قرآن وسنت میں بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخی کرنے والے شخص کو راندہ درگاہ ربوبیت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ 1986ء میں پاکستان میں پہلی مرتبہ قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعارف کروایا گیا۔ جس کی رو سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قولاً فعلاً یا تحریراً گستاخی کرنے والے کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔ ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ اسے عمر قید اور جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح تعزیرات پاکستان میں 295 C کا اضافہ کیا گیا۔ اس دفعہ کے اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ PP.C

Section 295 C: Use of derogatory Remarks etc, in respect of the Holy Prophet, whoever by word, either by spoken or writing or by visible representation, or by any impattation, immuendo or insinuation, directly or indirectly defiles the sacred name of Holy Prophet Muhammad (Peace be Upon him). Shall be punished with death or imprisonment for life and shall also be liable to fine.

اس قانون پر ردعمل

جب پاکستان کی تیرہ کروڑ عوام کی نمائندہ پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیا تو عالم کفر کے سب سے بڑے طاغوت امریکہ کی طرف سے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا

Marfat.com

گیا کہ یہ قانون ختم کیا جائے لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ بعد ازاں ایمنسٹی انٹرنیشنل انسانی حقوق کی دیگر مغربی تنظیموں اور پاکستان میں مغربی سرمائے سے چلنے والی این جی اوز نے اس کے ختم کرنے، تبدیل کرنے اور بے اثر کرنے کیلئے مسلسل پراپیگنڈہ کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب 1995ء میں رحمت مسیح اور سلامت مسیح کیس سامنے آیا تو مغرب کی طرف سے مذکورہ قانون کی مخالفت شدت اختیار کر گئی۔ ابھی یہ مقدمہ چل ہی رہا تھا کہ جرمنی کے چانسلر ہلمٹ کوہل پاکستانی دورے پر آئے۔ اس نے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد پہلا پرزور مطالبہ یہ کیا کہ پاکستانی حکومت فی الفور قانون توہین رسالت ﷺ ختم کر دے۔ لیکن پاکستانی حکومتوں کا اس قانون کو ختم نہ کرنا اس امر کی واضح دلیل تھی کہ پاکستان میں بسنے والے غیور مسلمان اپنے محبوب آقا حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس سے بے پناہ محبت و عشق کرتے ہیں اور آپ کی شان میں ذرہ برابر گستاخی بھی گوارہ نہیں کرتے۔ اس کا عملی مظاہرہ موجودہ فوجی حکومت نے دیکھ لیا ہے۔ مضبوط ترین حکومت ہونے کے باوجود اس قانون میں ذرا سی ترمیم کا دینی حلقوں کی طرف جو ردعمل ہوا ہے جس کے نتیجے میں جنرل پرویز مشرف کو اپنا صادر شدہ فیصلہ واپس لینا پڑا ہے۔

قانون توہین رسالت ﷺ کے خلاف مغرب کی سازش

اس وقت مغرب کو سوشلزم کے فکری و سیاسی زوال کے بعد سب سے زیادہ خطرہ اسلامی نظریہ کے پنپنے سے ہے۔ مسلمانوں کو اپنے فکری تشخص سے محروم کرنا اور انہیں مغرب کے سیکولر فکری دھارے میں شامل کرنا مغرب کا اہم ترین ایجنڈہ ہے۔ اس وقت مغربی ذرائع ابلاغ (Westren Comunication Sources) کا مسلمان ممالک تک پہنچنا اور عالمی بستی (Globel Village) کے تصور کا فروغ اسی ایجنڈے کے اہداف کو حاصل کرنے کی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ مغرب سمجھتا ہے کہ

Marfat.com

مسلمانوں کو فکری ونظریاتی اساس سے محروم کرنے کیلئے انہیں اسلام سے متنفر کرنا ضروری ہے اور اس کی آسان ترین صورت یہی ہے ان کے ذہنوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں۔ قانون توہین رسالت ﷺ کی مخالفت اسی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل امریکہ کی وزات خارجہ نے ایشیاء کے متعلق ایک رپورٹ شائع کی جس میں بطور خاص یہ ذکر کیا گیا کہ پاکستان میں عیسائیوں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ اگر تعصب کے بغیر دیکھا جائے تو پاکستان میں مسیحی برادی کو جو حقوق حاصل ہیں وہ فرانس، امریکہ اور برطانیہ میں مقیم اقلیتوں اور مسلمانوں کو حاصل نہیں ہیں پاکستان کی قومی اسمبلی میں عیسائیوں کو مستقل نمائندگی دی جاتی ہے۔ عیسائی مشنری متعدد تعلیمی ادارے مکمل خودمختاری سے چلا رہی ہے۔ اس کے علاوہ کرسمس کے موقع پر عیسائیوں کو سرکاری سطح پر چھٹی دی جاتی ہے۔ کیا یہ سارے حقائق انسانی حقوق کی ملکی اور غیر ملکی تنظیموں کے کارندوں کو نظر نہیں آتے۔ دراصل انسانی حقوق کی آڑ میں امتِ مسلمہ کے خلاف سازشوں کا جال بُنا جارہا ہے۔

یہ قانون انسانی حقوق کے فلسفے کی روح ہے

مغرب کا یہ پراپیگنڈہ کہ قانون توہین رسالت ﷺ انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ دراصل مغرب کی ہٹ دھرمی اور اسلام کے خلاف تعصب کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ قانون کسی بھی اعتبار سے انسانی حقوق کے خلاف نہیں بلکہ یہ انسانی حقوق کی روح اور فلسفے کے عین مطابق ہے۔ ذرا انسانی حقوق کے اس چارٹر کا تو مطالعہ کرو جو 1948ء میں پیش کیا گیا۔ بعد میں جنیوا کنونشن وغیرہ بھی سامنے آئے لیکن کسی بھی دستاویز میں توہینِ رسالت ﷺ کے خلاف سزا کو انسانی حقوق کے خلاف قرار نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ عالم اسلام اور مغرب سمیت اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کی آبرو اور شخصیت کے تحفظ کیلئے ''توہین عدالت'' کے قوانین پوری دنیا میں تسلیم کئے

Marfat.com

جاتے ہیں۔تو کیا وجہ ہے کہ ایک ارب بیس کروڑ مسلمانوں کی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کیلئے کوئی قانون بنایا جاتا ہے تو سارا مغرب اور اس کے ایجنٹ چیخ اٹھتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کے خلاف ہے۔حالانکہ مذاہب عالم کا سرسری مطالعہ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب کی سزا نہ صرف قرآن وسنت بلکہ بائیبل اور دیگر الہامی کتب میں بھی موت مقرر کی گئی ہے۔اس لحاظ سے قانونِ توہینِ رسالت ﷺ مسیحی عقائد کے بھی مطابق ٹھہرتا ہے۔

گستاخانِ رسول ﷺ پر مغرب کی نوازشات

یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت ﷺ صرف غیر مسلم کو ہی سزا دینے کیلئے نہیں بنایا گیا بلکہ اگر کوئی کلمہ گو مسلمان بھی اپنی بدبختی کی بناء پر اس ہرزہ سرائی کا مرتکب ٹھہرتا ہے تو اس قانون کی رو سے اس کی سزا بھی موت ہے۔دنیا جانتی ہے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین اور یوسف کذاب جیسے دیوث مسلمان گھرانوں ہی میں پیدا ہوئے۔لیکن توہین رسالت ﷺ کی وجہ سے ان کی سیاہ بختی انہیں اسلام کی عالم گیر ضیاء پاشیوں سے نکال کر کفر کے ظلمت کدوں میں لے گئی۔اگر قانون توہین رسالت ﷺ کے بارے میں مغرب کی مخالفت کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکارہ ہو جاتی ہے کہ شاتمانِ رسول ﷺ کو یہ حوصلہ اس وجہ سے ملتا ہے کہ انہیں مغرب کے صیہونی گماشتوں کی طرف سے انعام واکرام کی توقع ہوتی ہے۔یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ سلمان رشدی ملعون اپنے شیطانی بیانات اور بعد میں دیئے جانے والے انٹرویوز کے بدلے مغرب کی طرف سے ملنے والی دس کروڑ کی خطیر رقم کھا چکا ہے۔تسلیمہ نسرین جرمنی میں تعیش کی زندگی گزار رہی ہے۔ سلامت مسیح یورپ کی مصنوعی جنتوں کی سیر کر رہا ہے۔مغرب کی طرف سے اس طرح

Marfat.com

کے مادی فوائد بہت سے گمراہ نوجوانوں کو آزادی فکر کے نام پر توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب کی ترغیب دلا سکتے ہیں۔ لیکن عالم مغرب اور اس کی تنخواہوں پر چلنے والی پاکستانی این جی اوز کو یہ بات کھلے دل سے سوچ لینی چاہیے کہ سرزمین پاکستان پر جب تک محمد عربی ﷺ کا ایک غلام بھی زندہ ہے، وہ کٹ تو سکتا ہے لیکن انسانی حقوق کے نام پر رسالت مآب ﷺ کی ناموس کی حفاظت کیلئے بنائے جانے والے قانون کو ختم کرنے، تبدیل کرنے، ترمیم کرنے یا بے اثر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ

جب تک نہ کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

قرآن مجید میں تعظیم وتکریم مصطفیٰ ﷺ کا حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ فتح میں ارشاد فرمایا:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (الفتح:9)

ترجمہ: (اے لوگو!) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم وتکریم کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں لفظ ''تُعَزِّرُوْهُ'' ارشاد فرمایا ہے جو اپنے اندر بڑی معنویت وجامعیت رکھتا ہے۔ مفسرین کرام نے اس لفظ کا معنیٰ بیان کیا ہے: تبالغوا فی تعظیمه علیه الصلوٰة والسلام۔ یعنی اے افراد امت! تم اپنے نبی ﷺ کی شان میں حد درجہ تعظیم بجالاؤ، یعنی اتنی تعظیم کرو کہ عبد ومعبود اور خالق ومخلوق کے سوا کوئی حد باقی نہ رہے کیونکہ تعظیم وادب مصطفیٰ ﷺ دین کی اساس وبنیاد ہے۔ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر البحار میں بیان کیا ہے:

''اوجب علینا تعظیمه وتوقیره ونصرته ومحبته والادب معه''

Marfat.com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر حضور نبی اکرم ﷺ کی تکریم و تعظیم، عزت وتوقیر، مدد ونصرت، عشق ومحبت اور ادب واحترام واجب کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ ''الصارم المسلول'' میں لکھتے ہیں:

''مدحه والثناء عليه وتعظيم والتوقير له قيام الدين كله وسقوط ذالک سقوط الدين كله''

ترجمہ: حضور نبی اکرم ﷺ کی مدح وثناء اور تعظیم وتوقیر کے قیام سے کل دین کا قیام ہے اور ان چیزوں کے ساکت ہو جانے سے کل دین کا سکوت ہے۔

علامہ ابن تیمیہ آگے مزید لکھتے ہیں:

''واذا كان كذالک وجب علينا ان ننتعر له ممن انتهک عرضه والا نتعارله بالقتل لان انتهاک عرضه انتهاک الدين الله''

ترجمہ: اور جب یہ حقیقت ہے تو ہم پر لازم ہے کہ آقائے کریم ﷺ کی خاطر اس شخص کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں جو آپ کی شان میں گستاخی کرے اور احتجاج یہ ہے کہ اسے قتل کر دیں کیونکہ آپ کی عزت کو پامال کرنا اللہ تعالیٰ کے دین کی اہانت کرنا ہے۔

صحابہ کرام کی ادب و تعظیم رسول ﷺ اور محبت مصطفوی میں مبالغہ آمیزیاں

حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت وعقیدت اور ادب واحترام دراصل ایمان کی روح اور ہمارے بنیادی عقائد کا ضروری عنصر

''Essential Element of Faith or Foundation of Islam''

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے رسول مکرم ﷺ سے اس حد تک محبت کرتے تھے جو حد اعتدال سے تجاوز کر جاتی۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح بخاری میں لکھا

Marfat.com

ہے کہ حضرت عروہ بن مسعودؓ جو پہلے حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے ساتھ مذاکرات کرنے آئے تھے۔ (وہ اس وقت ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔) حدیبیہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چودہ سو صحابہ کرام تھے۔ عروہ بن مسعودؓ نے واپس جا کر کفارِ مکہ کے سامنے شمع مصطفوی کے پروانوں کی اپنے محبوب قائد ﷺ سے عقیدت و محبت اور تعظیم و تکریم کا حال اس طرح بیان کیا۔

واذا توضاء کادوا یقتلون علی وضوئه۔

ترجمہ: عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جب محمد ﷺ وضو کرتے تو قریب ہوتا کہ صحابہ کرام آپ کے وضو کا (استعمال شدہ) پانی لینے کیلئے آپس میں لڑ پڑیں۔

حضرت عروہ بن مسعود قسم اٹھا کر کہا کرتے تھے: واللّٰه ان یتنخم نخامة وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه وجلده۔

ترجمہ: بخدا! وہ (نبی کریم ﷺ) تھوک مبارک نہیں پھینکتے تھے۔ مگر وہ کسی نہ کسی (صحابی) کے ہاتھ پر ہوتا تھا۔ اور وہ اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا۔ اسی حدیث میں آگے جا کر حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے ادب و تعظیم اور لازوال محبت کی عکاسی اس طرح کرتے ہیں: ولا تسقط منه شعرة الا ابتدروها (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 379) اور جب حضور ﷺ کا کوئی بال مبارک گرتا تو وہ (صحابہ کرام) اسے اٹھانے میں جلدی کرتے تھے۔

صحابہ کرام کی اپنے لجپال آقا ﷺ سے اس قدر والہانہ عقیدت و محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ ایک طرف انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے "رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه" کا مژدہ جانفزا ملتا ہے تو دوسری طرف انہیں قیصر و کسریٰ کی بادشاہتوں کے تخت الٹ کر ان پر دینِ محمدی ﷺ کا جھنڈا لہرانا نصیب ہوتا ہے۔

Marfat.com

شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن زنی اور صحابۂ کرام کا عقیدہ

صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ جو شخص عمداً یا سہواً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اہانت وتنقیص کے الفاظ استعمال کرتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور وہ سزائے موت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

قال المومنون بعد هذه الاية (ولا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا.....الخ) من سمعتموه يقولها فاضربوه عنقه (فتح القدیر)

ترجمہ: صحابہ کرام نے اس آیت کریمہ (کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راعنا جو ایک ہتک آمیز کلمہ تھا کی بجائے انظرنا کے الفاظ سے بلایا جائے) عہد کیا جس کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی واہانت کا کلمہ کہتے سنو تو اس کی گردن اُڑا دو۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص سراحتاً (Expressly) یا اجمالاً (Impliedly) شانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخانہ الفاظ دانستہ یا غیر دانستہ (Unintentionally) کہے شریعت اسلامیہ کی رو سے ایسا شخص کافر اور واجب القتل ہے۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا حکم

عرب میں ایک قبیلہ بنی قریظہ تھا۔ اس کا سردار کعب بن اشرف شاعر اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن بھی تھا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف اہانت آمیز اشعار کے ذریعے ہرزہ سرائی کا مرتکب ہوتا تھا۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی جامع کتاب "المغازی" اور امام مسلم نے مسلم شریف کی کتاب "الجہاد والسیر" میں لکھا ہے کہ "ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من لكعب ابن اشرف فانه قد اذى الله رسوله۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کر دے کیونکہ

Marfat.com

اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اذیت پہنچائی ہے۔ یہ سن کر محمد بن مسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اتحب ان اقتلہ قال نعم۔

ترجمہ: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں فرمایا ہاں (میں یہی چاہتا ہوں) چنانچہ محمد بن مسلم نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور جا کر گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کر دیا۔ اسی طرح حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابو رافع نامی ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتا تھا اور مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی مدد کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل کیلئے انصار کے چند آدمی بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے بڑی منصوبہ بندی کے ذریعے گستاخ رسول ﷺ کو قتل کر دیا۔

اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں حضرت علی المرتضیٰ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتی تھی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ جس سے وہ مرگئی رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کا خون رائیگاں قرار دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی پاک ﷺ نے اپنے دشمنوں کیلئے عام معافی کا اعلان فرمایا کہ: لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (البدایہ والنہایہ)

ترجمہ: آج تم آزاد ہو اور تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی مگر چار مردوں اور دو عورتوں کو اس عام معافی کے اعلان سے مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ انہوں نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی تھی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے غلاموں کو ان گستاخوں کا خون جائز قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اقتلوھم وان وجد تموھم متعلقین باستار الکعبۃ

(سنن نسائی کتاب المحاربہ)

Marfat.com

ترجمہ: وہ (گستاخانِ رسول ﷺ) جہاں کہیں ملیں انہیں قتل کردو اگر چہ (اپنی جان کی حفاظت کیلئے) کعبہ شریف کے پردوں سے چمٹ کر کھڑے ہوں۔

گستاخ رسول ﷺ کے بارے میں عدالت فاروقی کا فیصلہ

کتب تفاسیر وتواریخ میں بڑا مشہور واقعہ ہے عہد نبوی ﷺ میں ایک مرتبہ ایک یہودی اور بشیر نامی ایک منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بات بڑھ گئی تو یہودی نے کہا ہم تمہارے نبی ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں لیکن منافق نہ مانا۔ بالآخر وہ یہودی کے اصرار پر تیار ہو گیا۔ یہ مقدمہ عدالت محمدی ﷺ میں آیا تو نبی کریم ﷺ نے دونوں کے دلائل سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ وہاں سے باہر نکلتے ہی منافق نے کہا کہ میں اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہوں۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ کرواتے ہیں، یہودی تیار ہو گیا جب وہ بارگاہِ صدیقی میں پہنچے تو آپ نے محبوب آقا ﷺ کے فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا پھر بھی منافق نہ مانا اور کہنے لگا چلو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ کرواتے ہیں۔ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پہنچے تو یہ سننے کے بعد کہ یہ منافق رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر کے فیصلے پر رضا مند نہیں ہوا ہے۔ حضرت عمر نے اس منافق سے پوچھا۔ اھکذا کیا ایسی صورتحال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فیصلہ فرما چکے ہیں تو اس نے کہا ہاں۔ یہ سن کر آپ نے دونوں سے فرمایا: ”رویدکما حتی اخرج الیکما فدخل عمر البیت واخذ السیف واشتمل علیه ثم خرج فضرب عتق المنافق حتی برد۔“ (تفسیر مظہری وکشاف) ترجمہ: تم یہی ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ میں تمہاری طرف نکل آؤں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے گئے تلوار اٹھائی اور چادر اوڑھی پھر باہر نکلے اور اس منافق کی گردن اڑا دی یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے بعد

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

"هکذا اقضی بین من لم یرض بقضاء اللّٰہِ وقضاء الرسول"
میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ منظور نہ ہو یہ خبر پھیل گئی۔ جب رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ما کنت اظن عمر یجتری علی قتل مومن۔
ترجمہ: میں گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مومن کے قتل کا اقدام کرے۔ اس پر سورۂ نسا کی یہ آیت کریمہ اُتری: فلا وربک ..... الخ نازل ہوئی۔ چنانچہ جب بشیر منافق کے رشتہ دار قصاص کا مطالبہ لے کر آئے تو ادھر جبرائیل امین حضرت عمرؓ کیلئے گواہی لے کر آئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے اقدام قتل کو درست قرار دے دیا۔ ان عمرؓ فرق بین الحق والباطل (تفسیر مظہری)
ترجمہ: یقیناً حضرت عمر نے حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے' فیصلہ کر دیا ہے۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے اس منافق کے خون بہا کو معاف کرتے ہوئے حضرت عمر کو تاریخی لقب سے نوازا۔ فقال النبی ﷺ لعمرؓ انت الفارق (مظہری)" آپ نے ارشاد فرمایا: اے عمر آج سے تم فاروق یعنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہو۔"

صحابہ کرام، ائمہ کرام اور فقہاء کے نزدیک گستاخ رسول ﷺ کی سزا

1..... علی المرتضیٰ سے روایت ہے: "من سب نبیاً فاقتلوا ومن سب اصحابی فاجلدو۔" ترجمہ: جو کسی نبی کو گالی دے' اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے' اسے کوڑے مارو۔

2..... حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں گستاخ رسول ﷺ کافر ہے اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

Marfat.com

3.....حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو شخص چاہے مسلمان ہو یا کافر اگر رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے اور گستاخ رسول ﷺ کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ (الصارم المسلول)

4.....امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو شخص چاہے مسلمان ہو یا کافر اگر گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ (الصارم المسلول)

5.....علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں گستاخ رسول ﷺ کافر اور مباح الدم ہے۔ (ایضاً)

6.....ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو شخص نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک کی بھی توہین کرے وہ بھی کافر ہے۔

7..... علامہ ابن شہاب الدین خفاجی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو عالم کہے وہ بھی کافر ہے۔ (نسیم الریاض)

8.....علامہ زین العابدین ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا وجود مبارک ہمارے لیے باعث نعمت نہیں وہ بھی کافر ہے۔ (بحر الرائق)

9.....امام مالک علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا کہ جو شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی چادر مبارک یا کملی شریف کو بھی میلا کہے اسے قتل کر دیا جائے۔ (الشفاء شریف)

ایک اشکال کا جواب

اگر انسانیت کی ہمدردی کا کوئی نام نہاد ٹھیکیدار یہ کہے کہ اسلام میں گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل کیوں ہے؟ حالانکہ وہ بھی تو انسان ہے۔ اس کے بھی حقوق ہیں۔ لہٰذا اسے موت کی سزا سنانے سے اس کے حقوق پامال ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس بدبخت نے حقوق مصطفیٰ ﷺ کا خیال نہیں کیا' اس کے اپنے انسانی حقوق کا تقدس کس طرح برقرار رہ سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ جو ننانوے ماؤں سے بڑھ کر بندے سے پیار کرتا ہے اور جس کی رأفت و رحمت پر کسی کو اعتراض

Marfat.com

نہیں اس نے بھی ایسے حرماں نصیبوں کا یہ انجام بیان کیا ہے: وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کتنا برا ٹھکانہ ہے۔ اب حقیقت حال روشن ہو جانے کے باوجود اگر کوئی شخص گستاخِ رسول ﷺ کیلئے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے تو وہ خود بھی انسان نہیں بلکہ سفاک درندہ ہے جس کی وحشتوں نے کاشانۂ انسانیت میں ماتم برپا کر رکھا ہے۔ اس ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ گستاخِ رسول ﷺ کا فر واجب القتل، دائمی لعنتی اور جہنم کے سب سے نچلے گڑھے کا مستحق ہے۔ وہ قرآن وسنت اور پاکستانی قانون کے مطابق بھی اس بات کا سزاوار ہے کہ وہ کٹے ہوئے سر کے ساتھ تختہ دار پر جھولتا نظر آئے۔

پوری دنیا میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص جب بھی کوئی راجپال صفت وحشی انسان گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہوگا تو اگر حکومت نے نوٹس نہ لیا تو ضرور بالضرور اس قوم کی کھوکھ سے امت کا کوئی علم الدین جنم لے گا جو ایسے سیاہ بخت کا خون کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا مستحق ٹھہرے گا کیونکہ ایسے عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کا عقیدہ یہ ہے کہ

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کی خاطر
وقت کی تند ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ اہلِ سیاست کا فسوں
فقط ایک نام محمد ﷺ سے محبت کی ہے

Marfat.com

حدود آرڈیننس.....شرعی سزاؤں میں کارفرما حکمتیں

یہ ایشیا کی خواتین اول کی علاقائی سٹینڈنگ کمیٹی کی کانفرنس ہے جس میں 10 فروری بروز منگل کو اسلام آباد میں صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے زوردار خطاب میں ماہرین قانون، قانون ساز اداروں اور بطورِ خاص پارلیمنٹیرین خواتین سے کہا کہ وہ حدود آرڈیننس میں مناسب تبدیلی کر کے اسے قرآن وسنت کی حقیقی روح کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ جہاں تک موجودہ قوانین کو جدید اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور اور انہیں روحِ اسلامی کے سانچے میں ڈھالنے کا تعلق ہے اس میں تو دوسری رائے کی گنجائش نہیں ہے کہ ہر صاحبِ فکر پاکستانی قوانین میں احکام شریعت اور مزاجِ انسانی کے مطابق تبدیلی کا آرزومند ہے۔ لیکن اس کیلئے مناسب طریقۂ کار کیا ہے اور کس علمی وفکری اور قانونی تبحر کے مالک مقنن (Legislature) لوگ اس حساس مگر اہم ذمہ داری کو نبھائیں۔ یہ ایک کھلی بحث (Open Dialog) کے نتیجے میں طے ہو جانا چاہیے۔

لیکن یہ بات قابل تأسف ہونے کے ساتھ ساتھ حیران کن بھی ہے کہ صدر پرویز مشرف نے اپنی تقریر میں موجودہ حدود آرڈیننس پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں خواتین کے ساتھ غیر منصفانہ بلکہ بڑی حد تک ظالمانہ نوعیت کا امتیاز روا رکھا گیا ہے۔ یہ کوئی پہلی تقریر نہیں ہے جس میں حدود آرڈیننس کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے بلکہ اس سے قبل بھی مغربی دانش کدوں سے اکتسابِ فیض کرنے والے ''ریموٹ کنٹرول مفکرین'' اور اغیار کی فنڈنگ پر پلنے والی این جی اوز اسلامی قوانین اور شرعی سزاؤں کو وحشیانہ اور غیر انسانی کہہ چکی ہیں۔ اصل مسئلہ قوانین کا نہیں بلکہ ذہنیت کا

Marfat.com

ہے۔ اگر دماغ کے بت خانوں میں مادیت اور سیکولرازم کے اندھیرے چھائے ہوئے ہوں تو الہامی قوانین سے خیر کا پہلو تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر نظر سرمۂ افرنگ کی بجائے خاکِ حرم سے سرگیں ہو تو اسلامی احکام اور شرعی قوانین عین فطرتِ انسانی کے مطابق دکھائی دیتے ہیں۔ زاویۂ فکر کی تبدیلی سے طے شدہ نتائج بدل جاتے ہیں اور موجودہ حدود آرڈیننس 1980ء کے عشرہ میں ایک سابق فوجی جرنیل ضیاء الحق مرحوم نے قانون کے طور پر متعارف کروایا تھا۔ جس کے نتیجے میں یہ تعزیرات پاکستان (PP.C) کا حصہ بنا۔ میں یہ مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے قارئین کے سامنے اسلامی حدود کی حکمت، فلسفہ اور مصالح تفصیلاً بیان کروں تا کہ شکوک وشبہات کی گرد بھی صاف ہو جائے اور شرعِ محمدی کی حقانیت بھی آشکارا ہو سکے۔

لغت عرب میں حد کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''الحاجز بین الشیئین'' یعنی دو چیزوں کے درمیان فصل بن جانے والی چیز کو حد کہتے ہیں۔ جبکہ فقہاء کے نزدیک حد کی تعریف یوں کی گئی ہے ''عقوبة مقدرة تجب حقاً للّٰه'' یعنی وہ سزا جو اللہ تعالیٰ کے حق کی حیثیت سے واجب ہوتی ہے۔''

حد کی تعریف کا مزید مفہوم واضح کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مقالہ ''HADD'' کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"In a narrower meaning hadd has become the technical term of the punishment of certain acts wich have been, forbidden of sanctioned by punishment of the kuran and thereby become crimes against religion. These are unlawful inter course (zina) its counterhart false accusation of unlawful intercourse (kadhaf) drinking wine (khamr) theft (sarik) and highway

Marfat.com

robbery (katal) (see Vol, 111,P21

جبکہ شمس الآئمہ ابن بکر السرخسی رحمہ اللہ نے حد کی تعریف یوں نقل کی ہے:

"فی الشرع اسم لعقوبة مقدرة یجب حقا للّٰه تعالیٰ ولهذا لا تسمی به التعزیر لانه غیر مقدور ولا یسمی به القصاص لانه حق العباد"۔

یعنی شرعی طور پر حد اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر مقرر کی گئی ہو اسی وجہ سے تعزیر کو حد نہیں کہتے ہیں کیونکہ تعزیر مقرر نہیں ہوتی اور قصاص کو بھی حد نہیں کہا جاتا کیونکہ وہ حق العباد ہے۔ (المبسوط جلد 9 صفحہ 36)

حدود شرعیہ کے نفاذ میں بہت سی مصلحتیں کارفرما ہیں جبکہ دو مقاصد بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اولاً: مجرم کے اندر سزا کا خوف پیدا کرنا تاکہ وہ دوبارہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرے۔

ثانیاً: مجرم کو دوسروں کیلئے سامانِ عبرت بنا دینا تاکہ دوسرے لوگ اس جرم کا ارتکاب نہ کریں۔

انسان کو جرائم سے باز رکھنے کے بھی دو طریقے ہیں۔ ایک اس کے اندر خوفِ خدا اور دوسرا خوفِ سزا پیدا کیا جائے۔ اسلامی شریعت نے معاشرے کے شریف اور صالح افراد کے اندر خوفِ خدا پیدا کر کے انہیں جرائم کے ارتکاب سے روکا۔ جبکہ سوسائٹی کے شریر افراد کے اندر خوفِ سزا پیدا کر کے انہیں جرائم کے ارتکاب سے باز رکھا نیز اسلام میں سزائیں بذات خود مقصود نہیں بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ بھی ہیں۔ اس لئے یہ شریعت میں حکم تکلیفی کی بجائے حکم وضعی شمار ہوں گی۔ اسلامی اور غیر اسلامی نظامِ تعزیرات کا تقابلی مطالعہ کرنے والا غیر متعصب شخص بآسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اسلام کا نظام تعزیرات زیادہ جامع اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

Marfat.com

اب ہم حدود کی ان سزاؤں کی علیحدہ علیحدہ حکمتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

حد زنا اور اس کی حکمت

غیر شادی شدہ مرد و عورت کیلئے شریعت نے بدکاری کی سزا ایک سو کوڑے مقرر کی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں اس سزا کا ذکر کیا گیا ہے وہاں ساتھ یہ حکم بھی ہے کہ: ''وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ'' (ترجمہ) تم کو ان دونوں (زانی اور زانیہ) پر حد جاری کرتے وقت کسی قسم کا رحم اور ترس نہ آئے۔ یہ کون کہہ رہا ہے وہ رب کریم جو حدیث نبوی کے مطابق اپنے بندے سے ننانوے ماؤں سے بڑھ کر پیار فرماتا ہے۔ یعنی بندوں کا بندوں کے بارے میں جذبہ ترحم اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہیں۔ اسی لئے سورۂ نور کے آخری حصہ میں ارشاد فرمایا: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ان دونوں کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو موجود رہنا چاہئے اس حکم کے اندر بھی وہ حکمتیں ہیں کہ سزائے نفاذ سے جہاں ضرورت دین کے تقاضے پورے ہوں گے وہاں فرد کی اصلاح بھی ہوگی اور اس کی سزا کی نمائش سے دیگر افراد معاشرہ بھی عبرت حاصل کریں گے۔

جبکہ محصن یا محصنہ (شادی شدہ مرد و عورت) کیلئے بدکاری کا ارتکاب کرنے پر رجم (سنگساری) کی سزا کا شریعت اسلامی میں حکم دیا گیا ہے۔ اس سزا کے بھی دو اجزاء ہیں۔ (i) ایک اسی زانی یا زانیہ کا قتل (ii) اس قتل کیلئے سنگساری کی متعینہ شکل۔ جہاں تک اس زانی کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو اس میں حکمت یہ کارفرما ہے کہ وہ شخص جو نطفہ انسانی کو حلال محل کی بجائے حرام محل میں بشکل زنا صرف کر رہا ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک متوقع الوجود انسان کی موت کا سبب بن رہا ہے کیونکہ عموماً ولدِ زنا کے اسقاط کی کوشش کی جاتی ہے اور بدکاری کرنے والا مرد اس بچے کی حکمی موت کا سبب بنتا ہے اور بسا اوقات اس وجہ سے اس عورت کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک یا دو

Marfat.com

قیمتی جانیں ضائع کرنے والے کا قتل کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ جہاں تک اس کو پتھر مار کر ہلاک کرنے کا تعلق ہے تو اس میں حکمت یہ ہے کہ جس طرح زانی نے زانیہ عورت کے خاندان کے بے شمار افراد کو ہمیشہ کیلئے ذلیل ورسوا کر دیا ہے اسی طرح ضروری ہے کہ اس زانی کو بھی رسوا کن اور ذلت آمیز طریقے سے قتل کیا جائے تا کہ ایک تو مزنیہ عورت کے خاندان کی رسوائی کا کچھ نہ کچھ ازالہ ہو سکے اور دوسرا افرادِ معاشرہ اس کی ذلت آمیز سزا کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ سکیں اور آئندہ کوئی بھی ابوالہوس ایسے فعلِ شنیع کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ اس سزا کیلئے مندرجہ بالا حکمتیں بھی اگر کسی کے ذہن کو مطمئن نہ کر سکیں تو پھر میرا سوال یہ ہے کہ لبرل سے لبرل آدمی بھی چاہے وہ کتنا ہی آزاد منش کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس میں غیرت کی کچھ نہ کچھ رتی موجود ہو اگر اس حال میں اپنے گھر میں داخل ہو کہ وہ مسلح بھی ہو اور کوئی اس کی بہو، بیٹی، بہن یا ماں کی غیرت وآبرو کو داغدار کر رہا ہو تو اس کا فوری ردعمل کیا ہوگا۔ یقیناً ایک غیرت مند انسان انہیں اس حالت پر چھوڑنے کی بجائے اسی وقت شوٹ کر دے گا تو اگر اس حالت میں ان کا قتل باعثِ عار نہیں ہے تو جب ہم اس عمل پر شرعی نقطۂ نظر سے مؤاخذہ کر کے انہیں قابلِ سزا گردانتے ہیں تو پھر شور کیوں مچایا جاتا ہے۔

قطعِ یدورجل اور ان کی حکمت

چوری کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کی سزا شریعت میں مقرر کی گئی ہے۔ اس میں بھی حکمت یہ ہے کہ معاشرے کے فاسد مادے زائل کر کے وجودِ معاشرہ کو پاک وصاف کیا جائے۔ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ کی جس آیت کریمہ میں اس سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں پر واضح حکم موجود ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد وعورت کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں یہ بدلہ ہے اس عمل

Marfat.com

کا جوانہوں نے کیا۔ اس آیت کریمہ سے ثابت یہ ہوا کہ ایک تو قطع ید کی سزا معاشرتی انتشار کے ردعمل کے طور پر دی جائے گی اور دوسرا اس کی تنفیذ سے جرائم پیشہ افراد سبق حاصل کریں گے۔ کیونکہ عارضی یا مستقبل معذوری ایک طرف خود مجرم کے ارتکاب جرم کی راہ میں حائل ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کے کٹے ہوئے اعضاء کی رویت باقی افراد کے دل میں خوف اور نظر میں عبرت پیدا کرتی ہے۔ اسلامی شریعت میں سرعام سزائیں دینے کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ سزا یافتہ انسان ایک چلتی پھرتی نشانی اور مثال بن جائے اور اس جرم کے ارتکاب کے بارے میں سوچنے والے بھی قبل از وقت اپنے انجام کو دیکھ سکیں ہاتھ کا بنیادی کردار کسب حلال، ایثار مال اور صدقہ وخیرات ہوتا ہے مگر جب یہ اپنے اصل فنکشن سے ہٹ جائے اور چوری، لوٹ کھسوٹ اور راہزنی کیلئے استعمال ہونے لگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ انسانی جسم کا صالح عضو نہیں رہا اور ایسا عضو جسم جو زہریلے مادے کا شکار ہو چکا ہو، کیا اس کا کاٹ دینا طبی مقاصد کے عین مقاصد اور بقیہ جسم کی صحت کا ضامن نہیں ہوتا۔ وگرنہ تو وہ زہر پورے جسم میں سرایت کر کے اس کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔ لہٰذا چور کے حق میں قطع ید پورے معاشرتی جسم کو سرطان جیسے موذی مرض سے بچاؤ کا واحد ذریعہ ہے۔ کیونکہ اگر چوری کرنے والے کا قطع ید نہ ہو تو آئندہ وہ اپنے جذبۂ ہوس کی تسکین کیلئے قتل نفس کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ اس طرح جرم پر جرم کے ارتکاب سے پورے معاشرے کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ جس شخص کا ذہن اس حکمت کو بھی قبول نہ کر سکے اس کیلئے عرض یہ ہے کہ فرض کریں اس کی بیٹی کی شادی ہونے والی ہو، سامان جہیز تیار ہو اور شادی کے دو دن قبل چند افراد تمام سامانِ جہیز چوری کر لیں تو اس شخص کے ان لوگوں کے بارے میں احساسات وجذبات کیا ہوں گے؟ کیا وہ ان سب کو سونے کے تمغے دے گا یا انہیں زندہ درگور کرنے کے حق میں ہوگا۔ غور کریں کہ وہی انسان جو خود ساختہ

Marfat.com

سزاؤں کے بارے میں تو حیران نہیں لیکن اگر شریعت ایسے جرم کی بیخ کنی کیلئے ایک مناسب سزا مقرر کرے تو ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے وہاں سرِ عام قطع ید کی سزا پر عمل کیا جاتا ہے تو کیا وہاں اکثر لوگوں کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ لوگ اپنی دکانیں کھلی چھوڑ کر نماز پڑھنے کیلئے چلے جاتے ہیں اور سزا کی سختی کے ساتھ تنفیذ کی وجہ سے چوری کی جرأت کوئی نہیں کرتا اور اگر سال میں چوری کی ایک دو وارداتیں ہو بھی ہو جائیں تو انہیں عام اصول سے ہٹ کر مستثنیات میں شمار کیا جائے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ چور کے حق میں قطع ید کی سزا مبنی بر صداقت ہے اور یہ پرسکون اور مہذب سوسائٹی کے قیام کیلئے ضروری ہے۔

حدِ قذف کی حکمت

زنا اور بدکاری کی تہمت لگانے والے کی سزا شریعت میں 80 کوڑے مقرر ہے۔ یہ فعل اگرچہ خود زنا نہیں ہے لیکن اس فعل اور زنا کاری کے نتائج ایک جیسے ہیں کہ دونوں صورتوں میں نامزد شخص معاشرے میں رسوا اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ مزنیہ یا مقذوفہ کے خاندان بدنام ہو جاتے ہیں۔ حقیقی زنا اور الزام زنا میں فرق کرنے کیلئے بیس کوڑوں کی کمی رکھی گئی ہے۔ نیز یہ بھی ہے کہ قاذف کے بارے میں قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ اس کی گواہی (Evidence) قطعاً قبول نہ کی جائے گی۔ وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا تاکہ جس طرح قاذف نے مقذوفہ سے عزت سے جینے کا حق چھین لیا ہے اسی طرح قاذف بھی معاشرے میں عزت کے ساتھ سر اٹھا کر چلنے کے قابل نہ رہے۔ اس سزا کے نفاذ میں بھی حکمت یہ ہے کہ خواہ مخواہ کوئی شخص کسی شریف شہری کے خلاف دو جھوٹے بول بول کر اس کے مستقبل کو تاریک نہ کرے۔ اگر قاذف کیلئے شریعت میں یہ سزا مقرر نہ کی جاتی تو تصور کریں کہ حاسد محسود کی زندگی تباہ کرنے کیلئے

Marfat.com

کیسی کیسی کہانیاں گھڑتا؟

اور اگر کوئی ان دلائل کے باوجود اس سزا کی حکمت سے متفق نہ ہو تو وہ ذرا ان لوگوں کا حشر دیکھ لے جن کی جوان بیٹیوں پر بدکاری کی تہمت لگا کر انہیں ہمیشہ کیلئے معاشرے میں بے عزت کر دیا جاتا ہے۔ فرض کریں ایسا ہنگامہ اگر اس سزا سے اتفاق نہ کرنے والے کے گھر میں کھڑا کیا جائے تو ایسا شخص حواس باختہ نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟

حد شرب کی حکمت

شراب نوشی یعنی شراب پینے والے شخص کی سزا بھی 80 کوڑے مقرر کی گئی ہے جو اگرچہ حد قذف کی طرح نص قطعی سے ثابت نہیں ہے۔ تاہم اسے حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے دورِ صحابہ میں اجتہاد کے ذریعے مقرر کیا گیا۔ شراب جس کو زبانِ نبوت سے اُمّ الخبائث (تمام برائیوں کی ماں) کہا گیا ہے۔ از خود اپنے اندر ہزاروں ایسی بیماریاں رکھتی ہے کہ اس کو کوئی بھی سلیم الفطرت شخص پینے کو تیار نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ یہ فلسفہ بگھارنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شراب مقدار میں تھوڑی ہو اور ذہن کو مختل نہ کرے وہ جائز ہے۔ ایسا کہنا قطعاً درست نہیں کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

"ما اسکر کثیرہ فقلیلہ' حرام" یعنی جس چیز کا اکثر حصہ نشہ پیدا کرے اس کا قلیل حصہ بھی حرام ہے۔ بعض لوگ حد شرب کی نفی کرتے ہیں اور اس کی سزا تعزیری تجویز کرتے ہیں حالانکہ تعزیری سزا میں زمانے کے حالات کے مطابق تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے اور وہ جج کی صوابدید پر مشتمل ہوتی ہے۔ جبکہ شراب نوشی کو بطور حد عہدِ صحابہ میں ڈکلیئر کیا گیا ہے اور اس کی سزا 80 کوڑے مقرر کر کے اس پر باقاعدہ صحابہ کرام کا اجماع ہوا ہے اور اجماع صحابہ کو چیلنج کرنے کیلئے اسی سطح کے اجماع کی ضرورت ہے جو فی زمانہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ علامہ ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں حد شرب کی حکمت بھی زبانِ صحابہ سے ہی بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''اس معاملے میں جمہور کا مذہب صحابہ کرام کے ساتھ سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی مشاورت پر مبنی ہے جو اس وقت ہوئی جب ان کے زمانے میں کچھ لوگ زیادہ شراب پینے لگے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے اس کی سزا بھی 80 کوڑے مقرر کردی جائے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے جواب میں استدلال کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ پیئے گا تو مدہوش ہوگا اور مدہوش ہوگا تو بکواس کرے گا اور بکواس کرے گا تو دوسروں پر جھوٹی تہمتیں لگائے گا۔ (جلد دوم صفحہ 332)

80 کوڑوں کی سزا کی تائید میں یہ حدیث پاک بھی ملتی ہے جس کو امام طحاوی علیہ الرحمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (شراب پینے والے کو) دو جوتوں سے الگ الگ چالیس ضربیں لگائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوتے کی ہر ضرب کو کوڑے سے بدل دیا جبکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی ایک گھونٹ بھی شراب پیئے گا اس کو 80 کوڑے مارو'' لہٰذا ثابت ہوا کہ شراب کی سزا کا اجماع بھی مبنی بر حدیث ہے۔

حد قصاص کی حکمت

قتل کے بدلے قصاص میں قتل کا حکم قرآنی آیت سے ثابت ہے اور خود قرآن میں ہی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ یعنی اے صاحبانِ عقل! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔ تھوڑی سمجھ رکھنے والا شخص سوچتا ہے کہ قتل کے بدلے میں قاتل بھی قتل ہو رہا ہے تو پھر اس میں زندگی کیسے ہے؟ قرآن نے عقلمندوں کو جھنجھوڑ کر کہا ذرا سوچو کہ جب قاتل کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا تو آئندہ کسی سرکش کو کسی کا چراغ زندگی گل کرنے کی جرأت نہیں

Marfat.com

ہوتی اور جب افراد معاشرہ قاتل کا انجام دیکھ کر قتل نفس جیسے گھناؤنے جرم سے باز رہیں گے تو اس طرح زندگی کو تقویت اور حسن نصیب ہوگا۔ قرآن مجید میں قتل کی سنگینی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے ایک شخص کو قتل کیا گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا ہے اور ایک شخص کے احیاء کو ساری انسانیت کے احیاء کے مترادف قرار دیا ہے۔ قتل کی سزا قصاص کے ساتھ ساتھ دیت یعنی خون بہا بھی مقرر کی گئی ہے۔ تاکہ یا تو قاتل کے قتل سے مقتول کے ورثاء کے جذبۂ انتقام کی تسکین ہو سکے یا پھر مقتول کے ورثاء خون بہا لے کر راضی ہو جائیں۔ ہر دو صورتوں میں اس حکم میں انسانیت کیلئے ہزاروں حکمتیں مضمر ہیں مگر ذرا عقل و دانش کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

اجرائے حدود میں حد درجہ کی احتیاط

مندرجہ بالا سطور میں حدود کے نفاذ کی جو حکمتیں بیان کی گئی ہیں ان سے یہ مراد نہیں کہ جرم ثابت ہوئے بغیر ہی خواہ مخواہ کسی کو دھر لیا جائے بلکہ شریعت اسلامیہ میں اجرائے حدود میں کمال درجہ کی احتیاط کا حکم دیا گیا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے: ''ادرؤ الحدود بالشبهات'' یعنی اگر جرم کے ثابت ہونے میں ذرا سا بھی شک پڑ جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کی ایک احتیاط کا پتہ اس حدیث شریف سے بھی چلتا ہے جس کو امام ابو یحییٰ ترمذی نے اپنی جامع الترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔

''عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرؤ الحدود من المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام ان يخطأ في العفو خير من ان يخطأ في العقوبة'' ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جتنا تم سے ممکن ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو رفع کیا کرو۔ اگر ذرا بھی گنجائش ہو کہ ملزم سزا سے بچ

Marfat.com

جائے تو اسے بچ جانے دو۔ اگر حاکم (قاضی یا جج) معاف کر دینے میں غلطی کرے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ دینِ اسلام اگرچہ جرائم کو جڑ سے اکھاڑنے کیلئے سخت سے سخت سزائیں تجویز کرتا ہے لیکن ان سزاؤں کے نفاذ میں جس احتیاط کا حکم دیا گیا ہے اس سے دینِ اسلام کا دینِ فطرت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دین معاشرے کے شریف اور صالح افراد کیلئے تو رحمت ہی رحمت ہے مگر شریر افراد کو قوتِ بازو سے درست کرنے کی حکمت عملی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے ترنگ میں آکر اسلام کی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیا ہے انہوں نے یا تو مغرب کی اندھی تقلید میں بددیانتی سے کام لیا ہے یا پھر آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر اسلام کے نظامِ تعزیرات (Penal System) کا کما حقہٗ مطالعہ ہی نہیں کیا کیونکہ اگر وہ اس کے مطالعہ کی زحمت گوارہ کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ شریعت میں اجرائے حدود کیلئے کتنی کڑی شرائط مقرر کی گئی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند ایک شرائط کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اجرائے حدود کی شرائط

1.....جس شخص پر حد جاری کی جائے اس کا صحیح العقل اور سلیم البدن ہونا ضروری ہے۔

2.....حد کی مستوجب اگر عورت ہو تو اس کو بٹھا کر اور کپڑے پہنا کر حد لگائی جائے گی اور اگر حاملہ ہو تو وضعِ حمل تک انتظار کیا جائے گا اور اگر نومولود بچے کی پرورش کا کوئی معقول انتظام نہ ہو تو رضاعت کی مدت تک مزید دو سال کی مہلت دی جائیگی۔

3.....مقدمات حدود میں قاضی یا جج اپنے علم سے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا بلکہ مقررہ شہادت یا اقرار کا ہونا لازمی ہے۔

4.....حدود کا اقرار گونگے کے اشارے کنائے سے مقبول نہیں اور حد قذف کے سوا حدود مدعی کے دعوے پر موقوف نہیں۔

Marfat.com

5۔.....حدود کے اجرا میں جہاں تک ممکن ہو سکے درگزر سے کام لیا جائے گا کیونکہ جج کا غلطی سے چھوڑ دینا غلطی سے سزا دینے کے مقابلے میں افضل اور باعثِ اجر ہے۔

حدود آرڈیننس کے خلاف واویلا کرنے والوں کا رد

اب میں اس مضمون کے آخر میں ان لوگوں کے فکری کھوکھلا'پن کا تذکرہ کروں گا جو حدود آرڈیننس کے خاتمے یا اس میں اپنی خواہشات کے مطابق تبدیلی کا شور مچاتے نہیں تھکتے۔

1..... جہاں تک صدر پرویز مشرف کا یہ کہنا ہے کہ حدود آرڈیننس میں خواتین سے ظالمانہ سلوک روا رکھا گیا ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ آپ نے خواتین کو گھر کی چار دیواری سے نکال کر میدانِ سیاست میں لا کھڑا کیا ہے جس کے نتیجے میں آج ملک بھر میں 36 خواتین سینیٹرز، قومی اسمبلی میں 73 خواتین اراکین اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں 143 خواتین ممبرز براجمان ہیں۔ لیکن ایک سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود ان خواتین نے حقوق نسواں کا کس حد تک تحفظ کیا ہے۔ کیا بھڑاس نکالنے کیلئے حدود آرڈیننس ہی باقی رہ گیا تھا۔ جو از خود حقوق خواتین کے تحفظ کا بہت بڑا چارٹر ہے۔

2.....جن ممالک کے نظام میں خواتین کو مردوں کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں کیا وہاں پر خواتین کو کسی قسم کے امتیازی سلوک کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

3۔.....جن ممالک کے نظامِ تعزیرات سے ہمارا مغرب زدہ طبقہ متأثر ہے ان میں سرِ فہرست امریکہ ہے جہاں کی فیڈرل بیورآف انویسٹی گیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق ہر انتالیس (39) منٹ پر ایک قتل ہوتا ہے اور ہر تیرہ منٹ کے بعد ایک امریکی خاتون سے زنا بالجبر کیا جاتا ہے۔ (واضح رہے یہ تعداد تو زنا بالجبر کی ہے جبکہ امریکہ میں زنا بالرضا کوئی جرم نہیں ہے۔)

Marfat.com

اس سے آپ وہاں کے اخلاقی معیار کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ خوفِ طوالت دامن گیر نہ ہوتا تو میں اس سیکولر طبقہ کے نظریاتی تار و پود کو مزید بکھیرتا اور ان کے سامنے اسلامی نظام تعزیرات کی عالمی صداقتوں کا تذکرہ کرتا لیکن قرآنی آیات کے مفہوم کے مطابق عقل مند کیلئے اشارہ ہی کافی ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ انسان نے جب بھی الہامی مجموعہ قوانین کی جامعیت کا انکار کر کے محض انسان ساز (Man Made) قوانین کو ترجیح دی ہے اس نے ٹھوکریں ہی کھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

Marfat.com

حدود آرڈیننس پر اعتراضات کا علمی جائزہ

حدود آرڈیننس کی آڑ میں اسلامی قوانین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا رواج بنتا جارہا ہے۔ حقیقت میں پاکستان کا اسلامی و نظریاتی تشخص ہمیشہ مغرب کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہے۔ امریکہ کئی مرتبہ یہ مطالبہ کر چکا ہے کہ آئین پاکستان میں موجود اسلامی شقیں اقوام متحدہ کے عالمی منشور اور حقوق انسانی سے متصادم ہیں۔ پاکستان میں موجود مغرب کی فنڈنگ پر پلنے والی این جی اوز نے ہمیشہ حدود تعزیر، قانون توہین رسالت، اقلیتوں کے حقوق اور قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والے قوانین کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈہ کیا ہے۔

حدود آرڈیننس کا پس منظر

1977ء میں چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق کے اقتدار سنبھالتے ہی ملک میں اسلامائزیشن کا عمل شروع ہوگیا۔ دیگر امور کے علاوہ قوانین کی اسلامائزیشن پر خاصی پیش رفت کی گئی۔ حدود قوانین کو تجویز کرنے اور ترتیب دینے والوں میں شریف الدین پیرزادہ، اے کے بروہی، خالد ایم اسحٰق، اے کے ہمدانی، مولانا ظفر احمد انصاری، جسٹس مولانا تقی عثمانی اور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ جیسے قانونی ماہرین اور اسلامی علوم کے متبحرین شامل تھے۔ ان قد آور شخصیات نے 14 ماہ کی مسلسل محنت شاقہ اور بحث و نظر کے بعد حدود قوانین کے متعلق اپنی سفارشات کو حتمی شکل دی۔ اس سلسلہ میں شام کے ایک مشہور سکالر ڈاکٹر زرقا اور سوڈان کے سابق اٹارنی جنرل سے بھی رائے لی گئی۔ اس ساری جدوجہد کے نتیجے میں 1979ء میں ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے حدود قوانین کا نفاذ کیا گیا۔ ان قوانین میں

Marfat.com

قذف (بہتان)، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی، زنا اور زنا بالجبر جیسے جرائم کی تعریف کا تعین کیا گیا اور ان پر حدود اللہ لاگو کی گئی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1. Prohibition / enforcement of hadd order iv of 1974.

یہ قانون شراب نوشی اور منشیات کے انسداد اور سزا سے متعلقہ ہے۔

2. The offences against property / Enforcement of hudood ordinance no. vi of 1979.

یہ جائیداد سے متعلق جرائم (نفاذ حدود) کا قانون ہے۔

3. The offences of zina / enforcement of hudood ordinance no. vii 1979.

جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس

4. The offences of qazf enforcement of Hudood ordinance no. viii 1979.

جرم قذف (نفاذ حدود) آرڈیننس

5. Executive of whiphing ordinance (10 of 1979)

اجرائے سزا تازیانہ آرڈیننس

حدود آرڈیننس کے خلاف ہنگامہ خیزی کا اصل مقصد

حدود آرڈیننس کے خلاف سیکولر اور مغرب نواز طبقے کے شور شراب اور ہنگامہ خیزی کا اصل مقصد تو پاکستانی معاشرے کو آزاد اور بے دین بنانا ہے تاہم اس مقصد کے حصول کیلئے حدود آرڈیننس میں سقم تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اس آرڈیننس پر تعمیری تنقید کر کے اصلاح طلب پہلو کا جائزہ لیا جائے۔ لیکن اس کی آڑ میں اسلامی قوانین اور اسلامی نظام معاشرت پر حملہ آور ہونا از خود سنگین جرم ہے۔ پاکستان کی مغرب نواز این جی اوز نے کئی مرتبہ صدر

Marfat.com

جنرل پرویز مشرف کی زبان سے یہ بیان دلوایا ہے کہ "حدود قوانین فرد واحد کے نافذ کردہ ہیں لہٰذا ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔" اس سلسلہ میں جنرل پرویز مشرف نے ایک کمیشن بھی تشکیل دیا جس کا نام National comission on the status of women رکھا گیا جس کی چیئر پرسن جسٹس (ر) واجدہ رضوی کو مقرر کیا گیا کہ وہ حدود قوانین پر نظر ثانی کر کے ان کے متعلق جائزہ رپورٹ پیش کریں۔ جسٹس واجدہ رضوی نے 2003ء کی آخری سہ ماہی میں اپنی جائزہ رپورٹ جنرل پرویز مشرف کو پیش کی جس میں کہا گیا کہ حدود قوانین میں تبدیلیوں سے عورتوں کے حقوق پر پڑنے والے منفی اثرات ختم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان قوانین کو سرے سے ختم کر دینا چاہیے۔ یہ رپورٹ جس بھونڈے انداز میں تیار کی گئی' اس کا انکشاف اسی کمیشن کے ایک اہم رکن اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین ڈاکٹر ایم ایس زمان نے یوں کیا کہ جسٹس واجدہ رضوی نے کراچی میں کمیشن کا ایک اجلاس ڈرامائی انداز میں یوں کیا کہ بعض اراکین سے پوچھا کہ بتائیں اس قانون کو منسوخ کیا جائے یا اس میں ترمیم کی جائے؟ اس اجلاس کے بیس دن بعد واجدہ رضوی نے جنرل صدر پرویز مشرف کو رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اکثر ارکان نے ان قوانین کو منسوخ کرنے کی رائے دی ہے۔ لہٰذا اس میں ترمیم کی بجائے اس کو منسوخ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ بعد ازاں جون 2006ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں وزارتِ قانون کی طرف سے انکشاف کیا گیا کہ حکومت کے قانون سازی سے متعلق ادارے حدود قوانین میں ترمیم و تجاویز کے حوالے سے تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ جن پر عمل درآمد کی پیش رفت متوقع ہے۔ اس کے علاوہ پیپلز پارٹی کی ایک خاتون رکن قومی اسمبلی شیری رحمان نے قومی اسمبلی میں ایک بل جمع کرا رکھا ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ حدود قوانین کو منسوخ کیا جائے۔ یہ ساری صورتحال واضح کرتی ہے کہ حکومت کے اندر

Marfat.com

اور باہر ایسے لوگ کثرت سے موجود ہیں جن کا مقصد اسلامی قوانین پر نہ صرف تنقید کرنا ہے بلکہ ان قوانین کو ختم کروا کر ان کی جگہ سیکولر قوانین کو نافذ کروانا ہے۔

حدود آرڈیننس پر اعتراضات

این جی اوز اور سیکولر طبقہ کی طرف سے حدود آرڈیننس پر ہونے والے اعتراضات درج ذیل ہیں۔

1..... اسلامی نظریاتی کونسل حدود قوانین میں ترمیم کی وسعت تسلیم کر چکی ہے اور واجدہ رضوی کمیشن کے کچھ ارکان بھی ترامیم کے حق میں رائے دے چکے ہیں۔ لہٰذا ان قوانین میں تبدیلی اور ترمیم کی مخالفت کا کوئی جواز نہیں ہے۔

2..... یہ قوانین فرد واحد کی طرف سے نافذ کردہ ہیں۔ لہٰذا ان میں ترمیم ضروری ہے۔

3..... حدود زنا آرڈیننس میں عورت کو گواہی سے محروم رکھا گیا ہے اگر کسی عورت سے کسی ایسی جگہ زیادتی کی جاتی ہے جہاں کوئی مرد گواہ موجود نہ ہو اور صرف عورتیں ہی ہوں تو موجودہ قوانین کے تحت مجرم سزا سے بچ سکتا ہے۔

4..... زنا اور قذف کے قوانین عیسائیوں کے ازدواجی قوانین سے متصادم ہیں۔ لہٰذا یہ عیسائی مذہب میں مداخلت کے مترادف ہے۔

5..... اسلامی قوانین کا اطلاق مسلمانوں پر ہونا چاہیے۔ غیر مسلموں پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے۔

6..... زنا آرڈیننس پر عملدرآمد کے دوران زنا یا زنا بالجبر کی تفریق کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ لہٰذا عورت ہر حال میں قانونی شکنجے میں پھنس جاتی ہے۔

7..... دھوکہ دہی کا شکار ہو کر اغواء ہونے والی بے قصور خواتین کو بھی ان قوانین کی وجہ سے جرائم میں ملوث کر لیا جاتا ہے جو عورتوں کے ساتھ سراسر زیادتی ہوتی ہے۔

8..... حدود قوانین بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہیں۔ لہٰذا انہیں ختم کر دینا چاہیے۔

Marfat.com

حدود قوانین پر اعتراضات کا علمی جائزہ

حدود قوانین پر ہونے والے تمام اعتراضات من گھڑت، بے وزن اور غیر معتبر ہیں تاہم چونکہ یہ لایعنی اعتراضات کر کے اسلامی قوانین پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اعتراضات کا علمی محاکمہ کر کے اصل صورتحال واضح کی جائے۔ یہ بات میں دوبارہ لکھ رہا ہوں کہ قوانین کے نفاذ و اطلاق کے طریقۂ کار میں مثبت اور تعمیری تنقید اور اس کے نتیجے میں ان میں اصلاح و ترمیم کی گنجائش تو بہرحال ہر قانون میں ہوتی ہے۔ لیکن ترمیم کے بہانے سے قوانین کے خاتمے کا مطالبہ کرنا کسی طور پر درست نہیں ہے۔

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ یہ قوانین عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کا باعث بن رہے ہیں۔ بالکل بوگس اعتراض ہے کیونکہ اس بات کو اگر تحقیق کے معیار پر رکھا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ قوانین خواتین کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں امریکی پروفیسر چارلس ایچ کینڈی جو امریکی ریاست نارتھ کرولینا کی ویک فارسٹ یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کے شعبے سے وابستہ ہیں کی تحقیق بھی قابل غور ہے جو انہوں نے اپنی کتاب اسلامائزیشن آف لاء اینڈ اکانومی کیس سٹڈیز آف پاکستان میں پیش کی۔ اپنے تفصیلی تجزیئے میں انہوں نے حدود قوانین کے بارے میں کئی نکات کی وضاحت کی ہے۔ خصوصاً اس نکتے پر زور دیا ہے کہ یہ قوانین خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک پر مشتمل نہیں ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امتیازی سلوک تو کسی حد تک مردوں کے ساتھ بھی برتا گیا ہے۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن عدالتوں میں جن افراد کے خلاف حدود دفعات کے تحت مقدمات قائم کئے گئے اور ان کو سزا دی گئی ان میں 84 فیصد مرد ہیں۔ ان میں سے جن کی سزاؤں کو وفاقی شرعی عدالت نے جرم قرار دے رکھا ہے وہ 90 فیصد مردوں کی سزائیں ہیں۔ لہٰذا حدود

Marfat.com

آرڈیننس میں خواتین سے امتیازی سلوک برتنے کا اعتراض کرنا دراصل عدالتی نظام، طریقۂ کار اور کیسز کے فیصلہ جات سے عدمِ واقفیت کا نتیجہ ہے۔

یہ اعتراض کرنا کہ اس آرڈیننس میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر میں فرق روا نہیں رکھا گیا ہے۔ بالکل انہونی بات ہے کیونکہ حدود آرڈیننس کے سیکشن 5 میں زنا کی الگ تعریف کی گئی ہے جبکہ زنا بالجبر کی الگ تعریف درج ہے۔ دونوں کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ شہادت کا طریقہ ایک ہے جبکہ سزا اور تعریف الگ الگ ہیں۔

وہ عورت جس سے زبردستی زنا کیا جائے' اسلامی قانون میں اسے سزا سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ اس کی دلیل ابوداؤد شریف کی وہ حدیث بھی ہے جس کو حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے ذرا مختلف الفاظ میں اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ''عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک عورت نماز کیلئے نکلی' راستے میں ایک شخص نے اسے دیکھا اور اس پر غلبہ پالیا اور اپنے نفس کی پیاس بجھائی جب وہ چیخی چلائی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اسی اثناء میں ایک آدمی کا گزر اس طرف ہوا تو اس عورت نے اُسے بتایا کہ اس شخص نے اس طرح سے اسے رسوا کیا ہے پھر مہاجرین کی طرف سے ایک گروہ بھی اس طرف آنکلا۔ اس عورت نے انہیں بھی اپنی روئیداد سنائی تو وہ بھاگے اور اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس عورت کا خیال تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے جب وہ اس شخص کو پکڑ کر عورت کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں اسی نے زیادتی کی ہے۔ چنانچہ وہ اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے اسے سزا دینے کا حکم دے دیا۔ یہ دیکھ کر اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میں تھا جس نے عورت سے زیادتی کی ہے۔ اس پر آپ نے عورت سے فرمایا تو چلی جا، اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے اور جو شخص شبہ میں

Marfat.com

پکڑا گیا اس سے کلماتِ خیر فرمائے پھر اس شخص کو جس نے عورت سے زنا بالجبر کا اعتراف کیا تھا فرمایا اسے رجم کر دو۔

تو یہ ہے زنا بالجبر کے بارے میں اسلام کا حکم لیکن اگر کسی عدالت نے دونوں کو سزا دے دی ہے تو اس میں عدالت کا قصور ہے یا تعبیر کی غلطی ہے۔ قانون میں تو سقم نہیں ہے۔

3..... جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ حدود آرڈیننس میں عورت کو گواہی سے محروم رکھا گیا ہے' درست نہیں ہے کیونکہ اگرچہ قرآن مجید میں سورۂ نساء کی آیت نمبر 15 اور سورۂ نور کی آیت نمبر 6 کی بنیاد پر جرمِ زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کی شرط رکھی گئی ہے۔

لیکن قانون شہادت 1984ء کے آرٹیکل 17 کی ذیلی دفعہ 2B کے تحت وضاحت کی گئی ہے کہ حد زنا کے نفاذ سے قطع نظر زنا کے مقدمے میں عدالت ایک فرد یا ایک عورت کی گواہی پر تعزیر کی سزا دے سکتی ہے۔ عدالت کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ گناہ کے اثبات کیلئے گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے متعلق بھی فیصلہ کرے ہائی کورٹ نے ایک مقدمے میں اس اصول کی حسب ذیل الفاظ میں وضاحت کی ہے۔ قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ مقدمہ کے حالات وواقعات کے پیش نظر گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے تعین کا اختیار عدالت کو حاصل ہے۔

(1992ء پاکستان کریمنل لاء جرنل صفحہ 1520)

سپریم کورٹ آف آزاد کشمیر نے قصاص اور زنا کے مقدمات میں عورت کی گواہی کے حوالے سے یہ اصول بیان کیا ہے کہ "قصاص اور نفاذ حدود کے مقدمات میں بھی چار مرد گواہوں کی شہادت کے بعد مزید شہادت کیلئے عورت کی گواہی میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔" (1979 PLD سپریم کورٹ آزاد کشمیر صفحہ 56)

Marfat.com

1979ء میں جبراً زیادتی کے ایک مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے کراچی ہائی کورٹ نے صرف ایک مظلومہ عورت کے بیان کو کافی گردانا اور قرار دیا کہ زنا بالجبر کے مقدمے کے حالات وواقعات کے بیان پر ملزم کو سزا دی جاسکتی ہے۔

(1979 PLD کراچی صفحہ 147)

اسی طرح وفاقی شرعی عدالت نے خود بھی بہت سے مقدمات میں عورتوں کی گواہی پر زنا بالجبر کے ملزمان کو سزائیں سنائی ہیں اور عورتوں کی گواہی کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ متعلقہ مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت نے قرار دیا کہ

"حدود قصاص کی متعین سزاؤں میں اگرچہ بالعموم فقہاء مردوں کی عینی شہادت کو لازم سمجھتے ہیں لیکن حدود سے فروتر تعزیری سزاؤں میں عورتوں کی چشم دید شہادت اور شہادت بالقرائن کو بھی آئمہ سلف نے قابل قبول قرار دیا ہے۔

(1987 PLD وفاقی شرعی عدالت صفحہ 113)

4..... حدود آرڈیننس سے قبل PPC (تعزیرات پاکستان) کی دفعہ 497 میں لفظ "زنا" کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے: "جو کوئی کسی عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور اس کے بارے میں اس کو علم یا یقین ہے کہ وہ کسی اور کی بیوی ہے اور اس شخص کی اجازت یا مشاورت کے بغیر اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے نیز اس کا یہ فعل جبراً زیادتی کے زمرے میں بھی نہیں آتا تو تصور کیا جائے گا کہ اس نے زناء کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر اس کو پانچ سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکیں گی۔ اس مقدمہ میں عورت کو بطور ترغیب دینے والی کے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

جبکہ حدود آرڈیننس نے زنا کی تعریف یوں کی ہے: "ایک مرد اور عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں، زنا کے مرتکب قرار پائیں گے اگر وہ ایک دوسرے کے ساتھ بغیر کسی جبر کے رضامندی سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں،

Marfat.com

اب ان دونوں قوانین کا تقابلی جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ حدود آرڈیننس عورت کی عزت وعصمت کا زیادہ محافظ ہے۔

i..... سابقہ قانون میں زنا کے مجرم کے خلاف صرف متاثرہ عورت کا شوہر ہی مقدمہ درج کرا سکتا تھا کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں تھا جبکہ حدود آرڈیننس کے تحت کوئی بھی شہری مدعی بن سکتا ہے۔

ii.....سابقہ قانون کی رو سے خاوند اور بیوی کی رضامندی کے ساتھ اگر کوئی شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے مجرم نہیں گردانا جا سکتا تھا لیکن حدود قوانین نے یہ استثنیٰ ختم کر دیا۔

iii.....سابقہ قانون میں کسی غیر شادی شدہ عورت، کنواری لڑکی، بیوہ یا مطلقہ سے کیا گیا فعل زنا تصور نہیں ہوتا تھا جبکہ حدود آرڈیننس کی رو سے اپنی بیوی کے علاوہ کسی بھی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ عورت سے زنا کو جرم تصور کیا گیا ہے۔

iv.....سابقہ قانون میں مرد ہی زنا کا ملزم قرار دیا جا سکتا تھا۔ اس جرم میں شریک خاتون کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ حدود آرڈیننس نے یہ استثنیٰ بھی ختم کر دیا ہے۔

v.....سابقہ قانون میں زنا کا جرم قابل راضی نامہ تھا جبکہ حدود آرڈیننس نے اس جرم کو ناقابلِ معافی جرم قرار دیا ہے۔

vi.....سابقہ قانون میں زناء کے جرم میں پانچ سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی تھیں۔ جبکہ حدود قوانین میں مجرم کو حد کی صورت میں سنگسار کے ذریعے سزائے موت یا سو کوڑے اور تعزیر کی صورت میں دس سال قید بامشقت یا کوڑوں اور جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

vii..... حدود قوانین شادی شدہ عورت یا مرد کے لئے زنا بالجبر کی سزا سنگسار کے ذریعے سزائے موت اور غیر شادی شدہ کیلئے سو کوڑے مقرر کی گئی ہے جبکہ سابقہ قانون

Marfat.com

میں اس جرم کی سزا دس سال تک قید اور جرمانہ تھی۔ حدود قوانین میں یہ اہتمام بھی رکھا گیا ہے کہ تزکیہ الشہود (چار مردوں کی گواہی) کے معیار پر زنا بالجبر کا جرم ثابت نہ ہو سکے تو مقدمہ کے دیگر حالات وواقعات کی روشنی میں 4 سال سے 25 سال تک سزائے قید بھی دی جا سکتی ہے اور 30 کوڑے بھی مارے جائیں گے اور اگر اس جرم کا ارتکاب دو یا دو سے زیادہ افراد نے باہم مشورہ سے کیا تو ایسے تمام افراد کو سزائے موت دی جا سکتی ہے۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم سے نواز رکھا ہے تو آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حدود قوانین کے نفاذ واطلاق کے طریقۂ کار میں ترمیم وتبدیلی بجا لیکن ان کے خاتمہ کا مطالبہ اسلامی قوانین سے بغض وعناد کا واضح ثبوت نہیں تو اور کیا ہے جب کہ یہ قوانین تو عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی بھی سالمیت کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

Marfat.com

تحفظ حقوق نسواں بل کا علمی محاکمہ

اسلام کا نظام حدود وتعزیرات دنیا کے دیگر نظام ہائے عقوبات وتعزیرات سے مختلف ہی نہیں ممتاز ومنفرد بھی ہے جو انسان کی عزت ووقار اور جسمانی وروحانی مصالح کا بہت زیادہ محافظ ہے۔

1979ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دورِ حکومت میں جب حدود آرڈیننس کو قانونی حیثیت دی گئی تو اس وقت سے ہی مغرب نواز اور یورپ سے مرعوب طبقہ نے اس حدود آرڈیننس کی مخالف شروع کردی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں حدود آرڈیننس میں چند پہلو قابل اصلاح تھے لیکن اس کا قطعاً یہ مطلب بھی نہیں کہ اصلاح کی آڑ میں اصل آرڈیننس کا ہی حلیہ بگاڑ دیا جائے موجودہ حکومت پچھلے کئی ماہ سے اس آرڈیننس میں ترمیم کا واویلا کر رہی تھی۔ چنانچہ موجودہ حکومت نے تحفظ حقوق نسواں بل منظور کیا جس کی کئی شقیں واضح طور پر قرآن وسنت کے متصادم ہیں۔ ذیل میں ان خلاف شریعت شقوں کا علمی وتحقیقی محاکمہ پیش خدمت ہے:

☆.....حکومت نے ترمیمی بل کی رو سے زنا بالرضا (Adultery) اور زنا بالجبر (Rape) میں فرق کرتے ہوئے زنا بالجبر کی شرعی سزا کو بطور حد ختم کر دیا ہے اور اسے حد سے نکال کر تعزیر میں شامل کر دیا ہے جبکہ حدود آرڈیننس کی رو سے جس جرم کو زنا موجب تعزیر کہا گیا تھا اس کو فحاشی (Lewdness) کا نام دے کر اس کی سزا کو دس سال کی بجائے پانچ سال کر دیا گیا ہے اور اس کے ثبوت کو مشکل بنا دیا گیا ہے۔ حکومت نے زنا کے مرتکب افراد کے حوالے سے عہد نبوی سے معروف ومستعمل محصن (شادی شدہ) اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) کی اصطلاحات وتقسیم ختم کر کے زنا

Marfat.com

بالرضا اور زنا بالجبر کی خود ساختہ اصطلاحیں گھڑی ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ حکومتی کارندوں نے استدلال یہ پیش کیا ہے کہ زنا کی قرآنی سزا صرف اس صورت میں لاگو ہوتی ہے جب زنا کا ارتکاب مرد وعورت نے باہمی رضامندی (Mutual Consent) سے کیا ہو لیکن زنا کا ارتکاب اگر بالجبر کیا جائے تو زنا کی قرآنی سزا نافذ العمل نہیں ہوتی۔ یہ بالکل لغو، بے ہودہ اور لایعنی استدلال ہے کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ نور کی جس آیت کریمہ میں زنا کی سزا کا ذکر ہے وہاں اشارۃً بھی یہ مترشح نہیں ہوتا کہ یہ سزا زنا بالجبر کی نہیں بلکہ بالرضا کی ہے، آیت مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (نور:2)

ترجمہ: زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں۔

اس آیت کریمہ میں مطلقاً زنا کی سزا بیان کی گئی ہے لیکن یہ سزا غیر محصن (غیر شادی شدہ) مرد وعورت کیلئے بیان کی گئی ہے۔ اگر انہوں نے زنا بالرضا کیا ہے تو دونوں اس سزا کے مرتکب ہوں گے اور اگر مرد نے زنا بالجبر کیا ہے اور وہ غیر شادی شدہ ہے تو مرد کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور عورت کو سزا سے مستثنیٰ رکھا جائیگا، مجبور عورت کو سزا سے مستثنیٰ رکھنے کی دو دلیلیں ہیں۔

سورۂ نور میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ (نور)

ترجمہ: جو (کمینہ خصلت) مجبور کرتے ہیں انہیں (عصمت فروشی پر) تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کی لغزشوں کو) بخشنے والا (اور ان پر) رحم فرمانے والا ہے۔

ایک حدیث جس کو حضرت علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے اس میں مجبور عورت کو سزا سے مستثنیٰ رکھنے کی دلیل ملتی ہے، امام ابوداؤد نے اس

Marfat.com

حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیه ان امراة خرجت علی عهد رسول الله ﷺ تريد الصلوٰة فتلقاها رجل فتجللها فقضیٰ حاجته منها فصاحت والطلق فمر عليها رجل فقالت ان ذالک فعل بی کذا وکذا ومرت عصابة من المهاجرين فقالت ذالک فعل بی کذا وکذا فانطلقوا فاخذوالرجل الذی ظنت انه وقع عليها فاتوها به فقالت نعم هو هذا فلما امر به قام صاحبها الذی وقع عليها فقال يا رسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر اللّٰه لک وقال للرجل قولا حسنا (قال ابو داؤد الرجل الماخوذ) وقال للرجل الذی وقع عليها ارجموه۔

(سنن داؤد حدیث نمبر 14379)

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نماز کیلئے گھر سے نکلی تو راستے میں ایک شخص نے اسے دیکھا پس اس نے اس پر غلبہ پالیا اور اپنے نفس کی پیاس بجھائی اس پر وہ چیخی چلائی تو وہ بھاگ کھڑا ہوا، اسی اثناء میں ایک آدمی کا گزر ادھر سے ہوا تو اس عورت نے اسے بتایا کہ ایک شخص نے اس طرح اسے رسوا کیا ہے، پھر مہاجرین میں ایک گروہ بھی اس طرف آنکلا اس عورت نے انہیں بھی اپنی روئیداد سنائی تو وہ بھاگے اور انہوں نے اس شخص کو پکڑ لیا جس کے بارے میں اس عورت کا خیال تھا کہ اس نے اس سے زیادتی کی ہے پس وہ اسے اس عورت کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہی ہے وہ شخص جس نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ چنانچہ اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لائے تو آپ نے اسے سزا دینے کا حکم دیا یہ دیکھ کر اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ میں تھا جس نے اس عورت سے زیادتی کی ہے اس پر آپ ﷺ

Marfat.com

نے اس عورت سے فرمایا جا چلی جا، اللہ نے تجھے معاف کر دیا ہے اور جو شخص شبہ میں پکڑا گیا اس سے کلمات خیر فرمائے۔ اس شخص کے بارے میں جس نے اس عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا فرمایا اسے رجم کر دو۔

اس حدیث پاک کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مُسند میں اور امام ترمذی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو عورت زنا بالجبر کا شکار ہو وہ تو سزا سے مستثنیٰ رہے گی لیکن زنا کرنے والا مرد اگر شادی شدہ ہے تو اسے رجم (سنگساری) کی سزا اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ لہٰذا حکومتی کیمپ کے لوگوں کا یہ استدلال غیر منطقی ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں قرآنی سزا پر عمل درآمد ممکن نہیں رہتا۔

☆.....حدود آرڈیننس کی: دفعہ 20 شق 5 کی رو سے یہ کہا گیا تھا کہ ضابطہ فوجداری کے باب 19 میں صوبائی حکومت کو سزا معطل کرنے، اس میں تخفیف کرنے یا تبدیلی کرنے کا جو اختیار دیا گیا تھا یا آئین پاکستان کی رو سے صدر مملکت کو سزا معاف کرنے کا جو وسیع اختیار حاصل تھا اس اختیار کا اطلاق حد کی سزا پر نہیں ہوگا۔ یعنی (حدود میں) صدر مملکت اور صوبائی حکومتیں سزا معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتیں۔ یہ تعین شریعت کے مطابق قانون تھا۔)

موجودہ ترمیمی بل کے ذریعے حدود آرڈیننس کی دفعہ 20 شق 5 کو ختم کر دیا گیا ہے اس کا واضح مطلب ہے کہ زنا کے مجرم کو اگر عدالت سزا دے تو صوبائی حکومتوں اور صدر مملکت کو اس سزا کو معاف کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔ یہ ترمیم قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ کی واضح خلاف ورزی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

Marfat.com

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو حق نہیں ہے یعنی اس معاملہ میں ان کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ (احزاب)

نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک جب کسی شخص کے خلاف حد ثابت ہو جائے تو کسی کو اس سزا کو کم کرنے یا معاف کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تعافوا الحدود فیمابینکم فما بلغنی من حد قد وجب۔''

(ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: آپس میں حدود سے درگزر کرتے رہو لیکن جب وہ مجھ تک پہنچ جائے گی تو اس کا نفاذ ضروری ہو جائیگا۔ اس پر اجماع امت ہے۔

i.....فقہ کی مشہور و معتبر کتاب الہدایۃ میں امام برہان الدین المرغینانی نے لکھا ہے:

واذا وجب الحد وکان الزانی محصنا رجمه بالحجارة حتی یموت وعلی هذا الاجماع الصحابة۔ (ہدایۃ مع فتح القدیر)

ترجمہ: اور جب حد واجب ہو جائے اور زانی شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مر جائے اور اس پر اجماع صحابہ ہے۔

ii.....امام محی الدین النووی الشافعی لکھتے ہیں:

اجمع العلماء علی وجوب الزانی البکر مائة ورجم المحصن وهو الثیب ولم یخالف فی هذا احد من اهل القبلة۔

(شرح صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 65)

ترجمہ: علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے لگانا اور شادی شدہ زانی (محصن) کو رجم کرنا واجب ہے۔

مذکورہ بالا علماء کے علاوہ امام ابوحنیفہ و حافظ ابن حجر، موفق ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہم اور بہت سے آئمہ کے نزدیک اور زانیہ کو حد ثابت ہو جانے کے بعد شرعی

Marfat.com

سزا (سو کوڑے یا رجم) واجب ہے اور کسی کو اسے معطل کرنے، معاف کرنے یا تخفیف کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ ہمارے حکمران اس شرعی سزا کو معاف کرنے کا اختیار حاصل کر کے عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔

☆..... قذف آرڈیننس کی دفعہ 16 میں قرآن کریم کا بیان کردہ لعان کا طریقہ درج ہے جس کی رو سے اگر مرد بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو عورت کے مطالبے پر اس مرد کو لعان کی کاروائی میں قسمیں اٹھانی ہوں گی اور میاں بیوی کی قسموں کے بعد ان کے درمیان نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ قذف آرڈیننس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مرد لعان کی کاروائی سے انکار کرے تو اسے اس وقت حراست میں رکھا جائیگا جب تک وہ لعان پر آمادہ نہ ہو جائے۔ موجودہ ترمیمی بل میں یہ حصہ حذف کر دیا گیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ شوہر کے لعان پر آمادہ ہونے کی صورت میں بیوی نہ نکاح فسخ کرا سکے گی اور نہ اپنی بے گناہی ثابت کر سکے گی۔ اس طرح وہ بے چاری مجبوری کے عالم میں کھیل تماشہ بنے رہے گی، اہل علم وفکر غور فرمائیں کیا اس ترمیم سے اس عورت کے حقوق کا تحفظ ہو گیا یا اس کی عزت وحرمت کی دھجیاں بکھیریں جائیں گی اور قذف آرڈیننس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر عورت لعان کی کاروائی کے دوران اعتراف زنا کر لے تو اس پر زنا کی شرعی سزا بطور حد جاری ہوگی۔ موجودہ حکومتی ترمیمی بل میں یہ حصہ بھی حذف کر دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اعتراف زنا کے بعد بھی اور لعان کی کاروائی خود شروع کروانے کے باوجود بھی اس عورت پر حد کی سزا کا اطلاق نہیں ہوگا۔ یہ ترمیم بھی واضح سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے۔

حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حدیث پاک نقل کی ہے کہ

Marfat.com

قبیلہ آذر کی ایک شاخ غامد کی ایک عورت بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجھے پاک فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا تم پر رحم کرے جا لوٹ جا اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر اور توبہ کر جب اس نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: ''قال وما ذالک قالت انها حبلی من الزنا فقال انت قالت نعم۔ ''کیا بات ہے کہنے لگی میں نے زنا کیا اور حاملہ ہوں آپ نے فرمایا تو نے؟ عرض کی ہاں فرمایا جا پہلے بچے کو جن جو تیرے شکم میں ہے کچھ عرصہ بعد ایک انصاری نے عرض کی غامدیہ نے بچہ جنا ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی اسے رجم نہیں کریں گے اس کا بچہ چھوٹا ہے اس کو دودھ پلانے والا کوئی نہیں ہے۔ ایک انصاری نے اٹھ کر عرض کی یارسول اللہ! میں اس بچے کی رضاعت کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں۔ فرجمها پس نبی پاک ﷺ نے اس عورت کو رجم فرمایا۔

(مسلم شریف جلد 2 صفحہ 203 باب حد الزنا)

اسی حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں مختلف الفاظ مگر اسی مفہوم سے نقل کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر عورت اعتراف زنا کر لے تو اس کو سزا بطور حد دی جانی ضروری ہے جبکہ حکومت ترمیمی بل کے ذریعے اس عورت کو سزا سے بچا کر گویا اس کے حقوق پورے کر رہی ہے جو صراحتاً قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہے۔

☆..... حکومتی ترمیمی بل میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو عورت زنا بالجبر کا شکار ہوتی تھی بعد ازاں رپورٹ درج کرانے کیلئے تھانے میں جاتی تھی تو چار گواہ پیش نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کو گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیا جاتا تھا۔ (یہی وہ منطق ہے جو جنرل پرویز مشرف نے ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے دوہرائی ہے۔) حالانکہ یہ بات سرے سے ہی بے بنیاد ہے۔ یہ وہ پروپیگنڈہ ہے جو حکومت ملکی مشینری

Marfat.com

اور میڈیا کے زور پر پھیلا رہی ہے حالانکہ پاکستان کی عدالتی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ہے کہ کسی عورت کو محض اس وجہ سے جیل ڈال دیا گیا ہو کہ وہ چار گواہ پیش نہیں کرسکی (اس بات کا دعویٰ جسٹس مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی کیا ہے جو پہلے فیڈرل شریعت کورٹ اور بعد ازاں 17 سال سے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلنٹ بینچ کے رکن کی حیثیت سے حدود آرڈیننس کے مقدمات کی براہ راست سماعت کرتے رہے ہیں۔ ان کے بقول اتنے عرصے میں کوئی ایک مقدمہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں عورت کو زنا بالجبر کی صورت میں صرف چار گواہ پیش نہ کرنے کی بناء پر سزا دی گئی ہو ترمیمی بل کے پیراگراف نمبر 3 میں 203 C کا اضافہ کیا گیا ہے اور اس کی ذیلی دفعہ 2 میں استغاثہ درج کرانے کیلئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ مستغیث یا مستغیثہ دو عینی گواہ (At least two eye witnesses) پیش کرے یہ تعزیری جرم کے ثبوت کیلئے شرط رکھی گئی ہے۔ حالانکہ تعزیری جرم کیلئے دو عینی گواہوں کی شرط غیر معقول بات ہے کیونکہ تعزیری جرم صرف ایک قابلِ اعتماد گواہ سے یا دستاویزی اور قرائنی شہادت (Documentery Evidenc) سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کمیٹی نے تعزیری جرم کیلئے دو عینی گواہوں کی شہادت کی بجائے Evidenceasas as available such کی تجویز دی تھی جس کو ترمیمی بل میں نظر انداز کر دیا گیا ہے حکومت کے دوہرے معیار کا ثبوت یہ ہے کہ زنا بالرضا کیلئے مقدمات کے اندراج کو بہت مشکل بنا دیا گیا ہے جب کہ زنا بالجبر کا شکار ہونے والی عورت کیلئے سیشن کورٹ میں مقدمہ درج کرانے کا قانون بنایا گیا ہے گویا وہ مظلومہ یا مجبورہ جو زنا بالجبر کا شکار ہوئی ہے پہلے تو چار عینی گواہوں کو جمع کرے گی پھر اگر وہ کسی دور دراز دیہات میں رہتی ہے تو لمبا سفر کر کے ضلعی صدر مقام میں واقع سیشن کورٹ میں آئے گی اور پھر مقدمہ درج کروائے گی۔ اس ترمیم میں تین نقائص ہیں۔ مجبورہ کو

Marfat.com

سیشن کورٹ تک پہنچنے کے دوران طویل سفر کے نتیجے میں مجرموں کی طرف سے جان کا خطرہ ہوگا۔ دوسرا ثبوت کافی نہ ہونے کی وجہ سے مجاز عدالت کا جج مقدمہ درج ہی نہیں کرے گا۔ تیسرا فرض کریں جرم ثابت ہوگیا تو سزائے موت کے مجرم گرفتاری سے قبل اس عورت کے ساتھ مزید گھناؤنا سلوک کریں گے؟

اس طرح اس طریقہ کار کو اتنا مشکل اور پیچیدہ بنادیا گیا کہ گویا "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی"۔

☆..... اور ترمیمی بل میں حدود آرڈیننس کی دفعہ 8 کے ذریعے زنا کے مقدمات کو ناقابل دست اندازی پولیس (Non-cognizable crime) قرار دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پولیس کے ڈر سے جو لوگ اس فعل شنیع سے باز رہتے تھے انہیں بھی حوصلہ اور جرأت مل گئی ہے کہ اب کوئی ان کے برے دھندے کو ڈسٹرب کرنے کا قانونی جواز نہیں رکھتا۔ (شاید اسی وجہ سے بازار حسن کی عورتوں نے تحفظ خواتین ترمیمی بل کے منظور ہونے پر مٹھائیاں بانٹی ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب ان کے کوٹھے دوبارہ آباد ہوجائیں گے، مزید انہوں نے صدر اور وزیراعظم کو دعاؤں سے نوازا ہے جو ان کے کاروبار کی بحالی کا باعث بنے ہیں) جبکہ اس سے قبل حدود آرڈیننس کی رو سے زنا کے جرائم قابل دست اندازی پولیس تھے تو گویا ترمیمی بل نے خواتین کو جدید حقوق عطا کرتے ہوئے ان کیلئے گناہ کے ارتکاب کا راستہ مزید آسان بنادیا ہے جبکہ قرآن مجید اور رسول اکرم ﷺ کی سنت کی رو سے اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے ارباب بست وکشاد منکرات وفواحش کی روک تھام کیلئے اپنا دینی فریضہ ادا کریں۔

قرآن مجید میں ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران:110)

Marfat.com

ترجمہ: جب تم (تمام امتوں سے) بہتر امت ہو جسے لوگوں کیلئے نکالا گیا ہے تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

اسی طرح حدیث مبارکہ جس کو امام ترمذی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔"

(ترمذی کتاب الفتن عن ابی سعید)

ترجمہ: تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے ہاتھ سے بدل (ختم کر) دے اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان کے ساتھ روکے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل میں اُسے ضرور برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

مندرجہ بالا نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بدی و بے حیائی کے خلاف جہاد کرے نہ یہ کہ بدی و بے حیائی کے راستوں کو آسان کر دے۔

☆..... سابقہ زنا آرڈیننس کی رو سے یہ کہا گیا تھا کہ اگر عدالت کو شہادتوں کے ذریعے یہ ثبوت مل جائے کہ ملزم نے کسی ایسے عمل کا ارتکاب کیا ہے جو حدود آرڈیننس کے علاوہ کسی اور رائج الوقت قانون کے تحت جرم ہے تو اگر اس جرم کی سماعت عدالت کے دائرۂ اختیار (jurisdiction) میں ہو تو عدالت اس ملزم کو اس جرم میں سزا دے سکتی ہے مگر موجودہ ترمیمی بل کے ذریعے عدالت کے اس اختیار کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اس ترمیم کا دوہرا نقصان ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اس سے مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور دوسرا یہ کہ مقدمات ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل کرنے سے عدالتی پیچیدگیاں اور قانونی موشگافیاں پیدا ہوں گی جس کے نتیجے میں عدالتی کاروائی مزید طوالت کا شکار ہو جائے گی۔ نیز یہ ترمیم بھی اسلامی اصول فقہ

Marfat.com

(Islamic jurisprudence) کے اصولوں کے خلاف اور اسلامی فقہ (Islamic law) کے نظائر و امثال (Presedents) کے خلاف ہے۔

امام سرخسی فرماتے ہیں:

"جب کسی نے لونڈی کے ساتھ زنا کیا اور اسے قتل کر دیا اگر اس نے اپنے فعل سے اسے قتل کیا ہے تو اس شخص پر حد بھی لازم آئے گی اور ضمان بھی حد زنا کی وجہ سے اور ضمان (مالی معاوضہ) یا دیت قتل کی وجہ سے۔ (المبسوط للسرخسی)

☆..... موجودہ ترمیمی بل کی رو سے سولہ سال سے کم عمر بچی بالغ تصور نہیں کی جائے گی۔ فرض کر لیا اگر سولہ سال سے کم عمر میں بالغ ہو جانے والی بچی زنا کا ارتکاب کرتی ہے تو اس کیلئے زنا قانوناً جرم نہیں ہوگا یعنی اگر کوئی بچی ایسے جرم کا ارتکاب کرے گی تو ریاست کا قانون خاموش تماشائی بن کر اپنی بے بسی کا ماتم کر رہا ہوگا۔ حالانکہ بلوغت کا تعلق عمر سے یا ماہ و سال سے نہیں بلکہ علاقے، موسم، آب و ہوا اور خوراک سے ہوتا ہے۔ یہاں پاکستان میں بعض بارہ سال کی بچیاں جوان ہیں۔ اس اب رہی سہی کسر کیبل نے نکال دی ہے تو اندازہ کریں کہ جو بچی بلوغت کے چار سال بعد تک کسی ایسے فعل بد کی مرتکب پائی گئی قانون اس کے خلاف حرکت میں نہ آ کر اسے تحفظ فراہم کر رہا ہے یا اسے گناہ کی کھلی چھٹی دے رہا ہے۔ ایسے کرنا قرآن و سنت کے احکامات کی واضح خلاف ورزی ہے۔

شرعاً لڑکی اس وقت بالغ سمجھی جاتی ہے جب اس کا زمانہ حیض شروع ہو جائے اور حیض نہ آنے کی صورت میں کم از کم عمر نو سال ہے اور لڑکا اس وقت بالغ سمجھا جائیگا جب اس میں آثار بلوغت (احتلام وغیرہ) رونما ہونے لگیں اور اس کی عمر کم از کم 12 سال ہے۔ صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) نے امام ابو حنیفہ کے برعکس یہ نقطہ نظر بیان کیا ہے اگر لڑکا محتلم اور لڑکی کا حائضہ ہونا معلوم نہ ہو تو دونوں کی پندرہ سال

Marfat.com

کی عمر بلوغت کی عمر تصور کی جائے گی، امام شافعی نے بھی صاحبین کے قول سے اتفاق کیا ہے ان کے اس قول کی بنیاد وہ حدیث نبوی ہے جس کو امام کاسانی نے نقل کیا ہے۔

عن سیدنا عمر رضی اللّٰہ عنه عرض رسول اللّٰه علیه وآله وسلم غلام وهو ابن اربع عشرة سنة فرده وعرض هو ابن خمس عشرة فاجازة فقد جعل علیه السلام خمس عشر حد البلوغ.

(بدائع الصنائع والکاسانی مطبوعہ مصر جلد 7 صفحہ 172)

اس حدیث پاک اور اقوال آئمہ سے ثابت ہوا کہ بلوغت کی عمر 11 سال یا 12 سال عموماً ہوتی ہے جبکہ پاکستان کے موسمیاتی حالات کے پیش نظر اس عمر میں بچے اور بچی کا بالغ ہونا یقینی ہے۔ لہٰذا ترمیمی بل میں بچی کی عمر 16 سال رکھنا خلاف شرع وعقل ہے۔

☆..... حکومت ترمیمی بل کے ذریعے خواتین کیلئے سہولتیں اور آسانیاں تلاش کر رہی ہے حالانکہ ایسی سہولت اور آسانی جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی یا حدود میں تغیر وتبدل کی شکل میں تلاش کی جائے وہ قیامت کے دن ایسے شخص (حاکم) کیلئے سخت ترین مشکل میں بدل جائے گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جس نے حد میں کمی کی ہوگی اس سے پوچھا جائے گا "لم فعلت ذالک" تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا "رحمة لعبادک" تیرے بندوں پر رحمت وشفقت کیلئے اسے کہا جائے گا "انت ارحم بهم منی" کیا تو مجھ سے زیادہ ان پر رحم کرنے والا ہے؟ "فیومر به الی النار" اسے دوزخ میں پھینک دینے کا حکم دیا جائیگا، پھر ایسے حاکم کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے ایک کوڑا زیادہ مارا ہوگا اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی اللہ تعالیٰ فرمائیں

Marfat.com

گے۔ ''انت احکم منی فیو مر الی النار'' کیا تو مجھے سے زیادہ حکم (فیصلہ) کرنے والا ہے پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم صادر ہوگا۔

(تفسیر ضیاء القرآن سورہ نور)

اندازہ کریں کہ حدود اللہ میں تغیر وتبدل کس طرح حاکم وقت کیلئے اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث بنے گا۔ موجودہ حکومتی تحفظ حقوق نسواں ترمیمی بل بھی درحقیقت حدود اللہ میں کمی اور بیشی کا واضح ثبوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عالم کفر کی خوشی کا باعث بنا ہے، اسی وجہ سے امریکہ نے اس ترمیمی بل پر خوشی کا اظہار کیا ہے، قومی اسمبلی میں اس بل کے پیش ہونے کے بعد امریکہ کی وزارتِ خارجہ کی ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اسلام آباد کا امریکی سفارت خانہ پاکستان میں تحفظ ختم نبوت کے قوانین تحفظ ناموس رسالت کے قانون اور حدود آرڈیننس کو ختم کرانے کیلئے حکومت اور ارکان اسمبلی سے مسلسل رابطے میں ہے۔

☆..... قومی اسمبلی سے ترمیمی بل منظور ہونے کے بعد امریکی حکومت کے ایک افسر نے کہا کہ باقی دو قوانین کے بارے میں بھی جلد پیش رفت ہوگی۔ حکومت وقت کو چاہیے کہ وہ عالمی طاغوت اور اس کے حواریوں کو خوش کرنے کیلئے اسلامی نظام تعزیرات اور شرعی قوانین کا حلیہ نہ بگاڑے اور کہیں ایسا نہ ہوا کہ حکمران طبقہ کیلئے مہلت کی گھڑیاں ختم ہو جائیں اور وہ خود عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آنے کے ساتھ ساتھ قوم کو بھی اپنے سیاہ کرتوتوں کے باعث رسوا کر دیں۔ کیونکہ حکمرانوں کی لمحوں کی غلطیاں قوموں کو صدیوں کی سزا سے دوچار کر دیتی ہیں۔

Marfat.com

.....حصہ سوم.....

جدید تہذیبی کشمکش میں ہمارا کردار

اس حصہ میں امت کے ان مسائل کا حل ڈھونڈنے کی سعی جمیلہ کی گئی ہے جو مسلمانوں کی سیاسی وتہذیبی بقاء کیلئے ضروری ہیں۔ نیز مدنی تہذیب 'مغربی تہذیب کا مقابلہ کیسے کرسکتی ہے اس کا لائحہ عمل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

Marfat.com

جدید اسلامی ریاست فکر اقبالؒ کی روشنی میں

جس دور میں علامہ اقبال نے شعور کی آنکھ کھولی، ملت اسلامیہ ہر سطح پر ادبار و انحطاط کا شکار ہو کر تماشہ گاہ عالم بنی ہوئی تھی۔ سیاسی سطح پر مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی۔ تمدنی حوالے سے روح شرق مسلسل مغربی ثقافت کی لپیٹ میں تھی۔ مذہبی طور پر افراد امت بے یقینی کی صورت حال سے دوچار تھے۔ مسلمانان عالم بالعموم اور ایشیائی مسلمان بالخصوص برطانوی سامراج کے پنجۂ جبر میں جکڑے ہوئے تھے۔ فکری اعتبار سے سیکولر نظریات کے ڈنکے بج رہے تھے۔ ان حالات میں فطرت کو مسلم امہ کی بے بسی پر رحم آیا اور مسلم ملت کی کوکھ نے ایک ایسے دانائے راز اور گوہر یکتا کو جنم دیا جس نے صدیوں کے علمی و فکری جمود کو توڑنا تھا۔

چنانچہ 9 نومبر 1876ء کو سیالکوٹ میں ایک متوسط طبقے کے درویش کے گھر وہ بچہ پیدا ہوا جو اپنے ساتھ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کی پوری تاریخ لیکر آیا جو سیاسی اعتبار سے ابن خلدون سے بڑا مفکر، میکیاولی سے بڑا مدبر، کارل مارکس سے بڑا ماہر اقتصادیات، شاہ ولی اللہ کے پائے کا نکتہ طراز اور ابن عربی کا ہم پلہ صوفی تھا۔ اس میر کارواں نے خفتہ بخت امت کو بیدار کرنے کیلئے ایسا صور پھونکا کہ نوجوانان امت کی رگوں میں خودی، عزت اور غیرت کا خون دوبارہ گردش کرنے لگ گیا۔

مستشرقین نے ہمیں یہ احساس دلانے کی بھرپور کوشش کی کہ اسلام بھی قدیم مصری اور ہندی تہذیبوں کی طرح ایک مٹی ہوئی تہذیب ہے جس طرح بابل و نینوا اب صرف صفحۂ تاریخ میں زندہ ہیں' اسی طرح بغداد و قرطبہ کی تہذیبیں بھی اپنی اثر

Marfat.com

پذیری کھو چکی ہیں اور اسلام کی تہذیب ایک ختم شدہ قوت (Spent-up-force) ہے اور مسلمانوں کی بقا کا اب ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا ہے کہ وہ جدید مغربی تہذیب کو اپنا لیں۔ ہماری شکست خوردہ ذہنیت نے کافی حد تک اس اثر کو قبول کر لیا تھا مگر خدا بھلا کرے قلندر لاہوری اور نابغۂ زماں علامہ محمد اقبال کا جنہوں نے مغربی تہذیب کو للکار کر مسلمانوں کو پیغام دیا تھا کہ غور کرو اگر اسلام کی تہذیب ایک ختم شدہ قوت ہے تو پھر عالمی سطح پر ہمارے خلاف اس قدر واویلا کیوں مچایا جا رہا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے کہا مسلمان اب بھی ایک زندہ قوت ہیں اور اسلام ایک حیات بخش تہذیب ہے جبکہ مغربی تہذیب کے بارے میں فرمایا:

فساد قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک وخیال بلند وذوق لطیف

انہوں نے خطبہ الہ آباد کے شروع میں فرمایا تھا:

"میں نے اپنی زندگی کا پیشتر حصہ اسلام اور اسلامی فقہ وسیاست، تہذیب وتمدن اور ادبیات کے مطالعہ میں گزارا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس متواتر اور مسلسل تعلق کی بدولت جو مجھے تعلیمات اسلامی کی روح سے رہا ہے، میں نے یہ بصیرت پیدا کر لی ہے کہ میں اس حقیقت کا ادراک حاصل کروں کہ ایک عالمگیر حقیقت کے اعتبار سے اسلام کی قسمت کیا ہے؟ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل ووطن کی قید سے آزاد کرا سکتا ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ مذہب کو فرد اور جماعت دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔"

Marfat.com

علامہ محمد اقبال نے اپنے خطبات میں پرزور طریقے سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عصر حاضر کے زوال کے تدارک کیلئے ماضی کا غلط قسم کا احترام اور مصنوعی تعبیریں کوئی علاج نہیں ہے بلکہ اپنے عہد رفتہ کی روشنی میں عصر نو کی تعمیر ضروری ہے۔ ایسے رجال کار کی تیاری مطلوب ہے جن کی توجہ باطن کی گہرائی کی طرف مرکوز ہو اور جو افراد زمانے کی تہوں میں ڈوب کر قوت وحرارت کے نئے سرچشموں کا سراغ لگا سکیں۔

سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی کی بدولت اب دنیا بھر میں مسلمانوں کی نئی پود اپنے یقین کی از سر نو تجدید کا مطالبہ کرتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی بیداری کیلئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ فکر اقبال کی روشنی میں اس طریقۂ فکر اور اسلوب حیات تک رسائی حاصل کی جائے جس کی بدولت یورپ مادی ترقی کی انتہاؤں تک جا پہنچا۔

راقم الحروف کے نزدیک فکر اسلامی کی تشکیل نو کیلئے اگر پرانے نظام ونصاب ہائے تعلیم کی نقالی چھوڑ کر ان کی تجدید کی جائے تو ان نتائج تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے جن کی بدولت یورپ کو مادی بالادستی حاصل ہوئی۔ کیونکہ موجودہ نظام تعلیم کے بطن سے کس بلند نگاہ اور صاحب بصیرت انسان کا پیدا ہونا محال ہے۔ جس نظام تعلیم کی بنیاد ہی طلب زر پر ہو وہ صاحب فقر افراد کہاں سے پیدا کرے گا۔ بقول اقبال:

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کف جو

بدقسمتی سے ہمارا نظام ونصاب تعلیم مقصدیت سے خالی ہے جدید علوم کے حصول کی دوڑ میں ہم نے اپنے نظام تعلیم کو دین اسلام کی محکم اساس پر استوار کرنے کی بجائے مغربی علوم کے سیکولر دھارے میں شامل کر لیا ہے۔ نتیجتاً مسلمانوں کی نئی نسل اپنی فکر ونظر کی پیاس چشمۂ دین سے بجھانے کی بجائے میکدۂ مغرب سے بجھانے لگی گی۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

Marfat.com

دیں ہو تو مقاصد میں پیدا ہو بلندی
فطرت جوانوں کی زمین گیز، زمین تاز
پانی نہ ملا زمزم ملت سے جو اس کو
پیدا ہیں نئی پود میں الحاد کے انداز

اسلام کا نظام تعلیم ایک حرکی نظام (Dynamic System) ہے جس میں علم وآگہی کے سوتے تو پھوٹتے ہی ہیں مگر ساتھ ساتھ فطرت شناسی کا گوہر یکتا بھی نصیب ہوجاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسلامی نظام تعلیم کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں، نظر میں، اذان سحر میں

اس شعر میں خبر، علم وعقل ہے۔ نظر، حقیقت کا وجدانی شعور اور اذان سحر، اخلاق عمل کا پیغام ہے۔ علوم میں جدت اور نادرہ کاری سے یہ مراد نہیں کہ صرف مغرب کے نظام تعلیم کا مقابلہ کیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ مغربی علوم کی ہم عصری کے ساتھ ساتھ بعض میدانوں میں اس سے بھی آگے بڑھا جائے کیونکہ مغربی نظام تعلیم کے علمی اور تجرباتی پہلو پر کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس کے سیکولر پہلو سے ہے وگرنہ سائنسی غور وفکر اور تجربہ ومشاہدہ تو فکر اقبالؒ کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اقبال کا مقصود یہ ہے کہ جدید تعلیم صرف تسخیر آفاق کا درس دیتی ہے جبکہ اسلامی تعلیم تسخیر آفاق کے ساتھ ساتھ تسخیر انفس کا بھی درس دیتی ہے۔ علامہ اقبال مسلمان طالب علم کو جھنجوڑ کر کہتے ہیں:

فرنگ سے بہت آگے ہے منزل مومن
قدم اٹھا یہ مقام انتہائے راہ نہیں

Marfat.com

کھلے ہیں سب کیلئے غریبوں کے میخانے
علوم تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تیری
ترے من میں اگر سوز لاالہ نہیں

عصر حاضر میں ہمیں اپنے نظام حیات کی تجدید کی اشد ضرورت ہے۔ لگے بندھے اصولوں پر چلنے والے افراد اور اقوام زمانے کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو نباض عصر، دوررس اور زمانہ شناس ہوں۔ اگرچہ سطحی فکر ونظر کے حامل لوگ مجددین کے طرز فکر کو باغیانہ روش سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن تاریخ اور حقائق کی شہادت یہی ہے کہ یہ لوگ ہی احوال زمانہ کو بدلنے والے ہوتے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں قاضی ابوبکر باقلانی نے غالباً سب سے پہلے اس دستور کے خلاف فتویٰ دیا تھا جو صدیوں سے ہمارے قانون کا جزو لاینفک بنا رہا کہ خلافت وامامت صرف قریش کا حق ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے جب یہ دیکھا کہ قریش کی طاقت وصلاحیت ختم ہوتی نظر آرہی ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر کوئی غیر قریش زیادہ صلاحیت وطاقت کا حامل ہو تو بلاشبہ وہ مسلمانوں کا امام وخلیفہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ خلافت کیلئے قریشیت کی شرط جو صدیوں سے رائج تھی، ختم ہو کر رہ گئی۔

اسی قسم کے طرز عمل کا اظہار علامہ اقبال نے اس وقت کیا جب ترکی میں خلافت کے ادارے کا خاتمہ ہوا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

"اس بہادر قوم نے صدیوں تک خلافت کے ادارے کو زندہ رکھا۔ اس کی زبردست خدمت کی مگر جب موجودہ حالات اس کیلئے سازگار نہیں ہیں تو ان کو حق پہنچتا ہے کہ ایسے ادارے کو ختم کر دیتے جو محض نشان رہ گیا تھا اور جس کی شان وشوکت جاتی رہی تھی اور جس کا باقی رہنا مصلحت اور ضرورت کے

Marfat.com

خلاف تھا۔"

علامہ اقبالؒ نے ترکوں کے اس سیاسی اجتہاد سے بھی اتفاق کیا کہ خلافت کے خاتمے کے بعد منصب خلافت کی ذمہ داریاں کسی فرد واحد کی بجائے منتخب افراد (جدید پارلیمنٹ) اور اہل الرائے لوگوں کے سپرد کردی جائیں۔ ان کے نزدیک ایسا طرز عمل بادشاہت وآمریت کے خاتمے اور اسلامی جمہوریت وشورائیت کی روح کے عین مطابق تھا۔

علامہ محمد اقبالؒ نہایت دور رس نگاہ رکھتے تھے اور جو نتائج، واقعات کی تہہ میں ابھی مضمر یا مخفی ہوتے تھے وہ بسا اوقات ان کو بھی دیکھ لیتے تھے۔ خلافت کے خاتمے میں انہیں عالم اسلام کیلئے ایک نیک شگون دکھائی دیا۔ چنانچہ انہوں نے ترکی کے مشہور شاعر "ضیاء" کی ایک نظم کا انگریزی ترجمہ کرکے اپنے تصور کو مزید واضح کیا۔ نظم کا اردو ترجمہ یوں ہے:

"مسلمانوں میں کوئی مؤثر سیاسی اتحاد پیدا ہوگا تو جب ہی کہ بلاد اسلامیہ آزاد ہوجائیں اور پھر سب کے سب مل کر ایک خلیفہ کی اطاعت اختیار کرلیں۔ لیکن کیا اس امر کا آج کوئی امکان ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر بجز انتظار کے چارۂ کار ہی کیا ہے۔ اور خلیفہ کو چاہیے کہ اور نہیں تو اس اثناء میں اپنا گھر ہی درست کرلے۔ وہ ایک ایسی ریاست کی تاسیس کا بیڑا اٹھائے جو زمانۂ حال میں چلنے کے قابل ہو۔ بین الاقوامی دنیا میں کمزوروں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں رکھتا۔ یہاں صرف طاقت کا احترام کیا جاتا ہے۔"

علامہ اقبال ترکوں کے جذبۂ عمل، انقلاب پسندی اور شعور زندگی کے تو معترف تھے لیکن ذوق تجدید کی داد کے ساتھ علامہ محمد اقبالؒ نے ان خدشات کا بھی اظہار کیا ہے جو عموماً جوش تجدید میں پائے جاتے ہیں اور بڑی سختی سے فرمایا کہ حریت

Marfat.com

اور اجتہاد کی اسلامی تحریک کہیں اپنی جائز حدود سے آگے تجاوز نہ کرے۔ میرے نزدیک شاید یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال جنہوں نے ابتداء میں مصطفیٰ کمال اتاترک کی اصلاحات کو تحسین کی نظر سے دیکھا تھا بعد ازاں اس سے بدظن ہو گئے تھے کیونکہ مصطفیٰ کمال نے سیاسی ڈھانچے کی بنیادیں روح اسلامی کی بجائے سیکولر افکار پر استوار کرنے کی کوشش کی۔ علامہ محمد اقبال نے مصطفیٰ کمال پر بڑی شدید تنقید کی اور فرمایا:

نہ مصطفیٰ نہ رضا شاہ میں ہے نمود اس کی
کہ روح شرق ہے بدن کی تلاش میں ابھی

علامہ محمد اقبالؒ جس سیاسی نظام کو مسلمانوں کی بقا کیلئے ضروری سمجھتے تھے۔ اس کے بنیادی خدوخال وہ افکار اسلامی پر رکھنا چاہتے تھے وہ جمہوریت کے تو داعی تھے لیکن مغربی نہیں بلکہ روحانی جمہوریت کا پرچار کرتے تھے۔ جس میں فرد کی شخصی آزادی اور حریت پر کوئی حرف نہ آئے اور فرد سے لیکر حکمران تک سب قانون کی نظر میں مساوی سمجھے جاتے ہوں۔ اقبال نے مغربی مفکرین میں سے مارٹن لوتھر اور میکیاولی پر سخت تنقید کی ہے۔ کیونکہ وہ سیاست کو مذہب سے جدا سمجھتے تھے۔ سیاست کو دین سے جدا سمجھنے کے مضر اثرات کا تذکرہ کرتے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

اور علامہ نے مغربی جمہوری نظام پر بڑی کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا تھا:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندرون چنگیز سے تاریک تر

علامہ اقبال عمر بھر فقہ کی تجدید نو کے متمنی رہے۔ ان کے نزدیک اعلیٰ تصوف اور اعلیٰ مذہب نے جو کچھ حاصل کیا۔ ان میں تقلید کا عنصر کم اور جدت فکر و نظر اور اجتہاد کا

Marfat.com

حصہ زیادہ تھا۔ مگر بعد میں آنے والوں میں یہ کیفیت باقی نہ رہی وہ اگلوں کے تجربات ہی کے پابند اور نقال ہو کر رہ گئے اور یوں تازگی فکر و نظر ہم سے رخصت ہو گئی۔

علامہ اقبال نے ہماری قدامت پرستی کو ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جب تک ہم ان طور طریقوں سے باہر قدم نہیں رکھیں گے جو روایتاً چلے آ رہے ہیں ہمارے دین کی اصل معنویت جدید تمدن پر روشن نہیں ہو گی۔

علامہ اقبالؒ قدیم فقہا کی قانون اسلامی کی تصریحات و تشریحات کو عصر نو کے مسائل کیلئے کافی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فقہ کی تشکیل جدید کے زبردست مؤید و حامی ہونے کے باوجود یہ احساس بھی رکھتے تھے کہ صدیوں سے مروج اصول و ضوابط کو چھیڑنے یا ان کی تشریح جدید سے سطحی لوگ سیخ پا ہو جائیں گے۔ فرماتے ہیں:

1..... ''پہلی بات جو ہمیں اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے یہ ہے کہ ابتدائی دور سے عہد عباسیہ کے آغاز تک قرآن حکیم کے سوا اسلامی قانون تحریری شکل میں موجود نہ تھا۔

2..... دوسری یہ کہ پہلی صدی کے وسط سے لیکر چوتھی صدی کے آغاز تک اسلام میں قریب قریب انیس (19) فقہی مذاہب اور آراء کا ظہور ہوا۔ یہی ایک واقعہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کافی ہے کہ ایک بڑھتی اور پھیلتی ہوئی تہذیب کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ہمارے فقہائے متقدمین نے کس طرح لگاتار محنت سے کام لیا۔ فتوحات کے پھیلاؤ اور اس کے نتیجے میں اسلامی نقطۂ نظر میں پیدا شدہ وسعت نے ان فقہاء کو مجبور کر دیا کہ وہ اشیاء کو وسیع النظری کے ساتھ دیکھیں اور جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان کے مقامی حالات و عادات اور خصائل کا مطالعہ کریں۔ مختلف فقہی مذاہب کو اگر ہم اس عہد کی عمرانی اور سیاسی تاریخ کے پس منظر میں بنظر غائر دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقہاء اپنی تشریحی کوششوں میں بتدریج استخراجی

Marfat.com

اسلوب سے استقرائی رجحان تک جا پہنچتے ہیں۔

3.....تیسرے جب ہم اسلامی قانون کے چار مسلمہ ماخذوں اور ان سے پیدا شدہ اختلافات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں تسلیم شدہ مذاہب فقہ کی مذعومہ سختی اور تشدد کا کہیں نشان نہیں ملتا اور ارتقائے مزید کا امکان صاف صاف نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔'' (فکر اسلامی کی تشکیل نو)

پروفیسر محمد عثمان نے علامہ اقبال کے خطابات کی تشریحات پر مشتمل اپنی کتاب فکرِ اسلامی کی تشکیل نو میں بڑی عمدگی کے ساتھ علامہ اقبالؒ کے ان جذبات واحساسات کو بیان کیا ہے جو وہ فقہ کی جدید تعبیر وتشکیل کے حوالے سے رکھتے تھے' وہ لکھتے ہیں:

''علامہ اقبال نے قاضی شوکانی اور امام سرخسیؒ کے حوالے سے اس بات پر بڑے تعجب اور افسوس کا اظہار کیا ہے کہ صدیوں سے عام مسلمانوں میں یہ عقیدہ راسخ کیا جارہا ہے کہ اسلام میں مزید اجتہاد کی گنجائش اور ضرورت نہیں ہے حالانکہ اجتہاد کا اصول ہماری ترقی اور ارتقاء کی ضمانت ہے اور اس بات پر زور دیا کہ جو لوگ اجتہاد کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہو رہے ہیں ان کا کردار منفی اور نقصان دہ ہے۔''

قاضی شوکانیؒ کا جو اقتباس علامہ اقبال نے درج کیا ہے اس کا اردو ترجمہ یوں ہے:

''باب اجتہاد کا بند ہو جانا ایک خالص افسانہ ہے جسے کچھ تو اسلام میں فکر قانونی کے جمود نے پیدا کیا اور کچھ اس ذہنی کاہلی نے گھڑ لیا جو خاص طور پر روحانی زوال کے دور میں بڑے بڑے مفکرین کو قابل پرستش سمجھنے لگتی ہے۔''

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ آج انسانیت کو تین چیزوں کی اشد ضرورت ہے۔ اول، کائنات کی روحانی تعبیر۔ دوم، فرد کی آزادی۔ سوم، ایسے آفاقی قوانین کی

Marfat.com

تدوین جو روحانی بنیادوں پر انسانی معاشرے کے ارتقاء کا سامان کر سکیں۔ علامہ اقبالؒ فقہ اسلامی کی از سر نو تدوین کے داعی ہونے کے باوجود ماضی کو ساتھ لیکر چلنے کے داعی رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"اسلام کے فقہی نظام میں تبدیلی کے آرزومند مسلمان کو چاہیے کہ اول تو خود زندگی کی خُو ماضی کو ساتھ لے کر چلنے کی ہے۔ لیکن اسلام کا مزاج اس بارے میں اور بھی محتاط واقع ہوا ہے۔ گزشتہ دور کی اچھائیوں اور صحت مندیوں کو برقرار رکھنا کم سے کم اسلام کا منشا ضرور ہے۔ پھر کوئی قوم ماضی کو پورے طور پر رد نہیں کر سکتی۔"

مزید فرماتے ہیں:

"قرآن مجید نے فکر و عمل کی جو راہیں متعین کی ہیں انہیں سے سراغ پا کر فقہائے متقدمین نے متعدد فقہی نظام کھڑے کر دیئے اور تاریخ کا طالب علم خوب جانتا ہے کہ معاشرتی اور سیاسی قوت کے اعتبار سے اسلام کی نصف کامیابی اور غلبہ انہی فقہا کی قانونی ذہانت پر منحصر تھا۔ لیکن اپنی تمام تر جامعیت کے باوجود یہ فقہی نظام انفرادی تشریحات ہیں۔ اس لحاظ سے حرف آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ مزید یہ کہ ہمارے فقہاء نے اپنے استدلال اور تشریحات کے بارے میں کبھی قطعیت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ نئی نسل کو جدید تجربات اور زندگی کے بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں فقہ کے بنیادی اصولوں کی تشریح جدید کا حق حاصل ہے۔ قرآن کی یہ تعلیم کہ زندگی ارتقاء پذیر تخلیق مسلسل کا نام ہے۔ اس بات کو ضروری قرار دیتی ہے کہ عصر حاضر کے اسکالرز اسلامی قانون اس طرح وضع کریں کہ قدیم فقہ ان کی مددگار تو ہو لیکن ان کے پاؤں کی زنجیر نہ بننے پائے۔"

Marfat.com

میں اس بات کو پھر دہرا رہا ہوں کہ علامہ اقبالؒ قانون اسلامی کی تشکیل کیلئے ماضی کے فقہی ورثہ سے کامل راہنمائی کے حق میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علامہ ابن تیمیہ اور عبدالوہاب نجدی کی اصلاح مذہب کی تحریک کو ایک طرف تحسین کی نظر سے دیکھا تو دوسری طرف ان کے طریقۂ کار اور طرز فکر پر بڑی سخت تنقید کی اور لکھتے ہیں کہ:

"داخلی طور پر یہ تحریک بھی ایک قسم کی قدامت پسندانہ تحریک تھی۔ اس لیے کہ ایک طرف تو یہ فقہی مذاہب کی قطعیت کے خلاف بغاوت کرتی ہے اور ذاتی فیصلے کے حق کی شدت سے حامی ہے۔ لیکن دوسری طرف ماضی کے متعلق اس کا نقطۂ نظر بالکل غیر ناقدانہ ہے اور فقہی (قانونی) مسائل میں یہ زیادہ تر احادیث پر تکیہ کرتی ہے۔"

علامہ اقبالؒ کے معاشی نظریات کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں بھی حسن توازن نظر آتا ہے اور بقول فرزند اقبال جسٹس جاوید اقبال' علامہ اقبالؒ اپنی مجوزہ اسلامی ریاست میں معاشی برکات سے متعلق قانون سازی کو اسلامی تعزیرات سے زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ مولانا شبلی کی طرح آپ مسلمانوں میں فری مارکیٹ اکانومی کے فروغ کی خاطر بینکوں کے منافع کو ربوٰ کے زمرے میں نہیں لاتے۔ آپ چونکہ جاگیرداری کو مناسب حدود میں رکھنے کے قائل تھے۔ اس لیے پنجاب بار کونسل کی رکنیت کے زمانے میں آپ نے سرکاری اراضی بے زمین مزارعین یا کسانوں کو آسان اقساط میں بیچنے کے ساتھ جاگیرداروں پر ایگریکلچرل انکم ٹیکس لگانے کی تجاویز پیش کیں۔ آپ کے خیال میں زمیندار صرف اتنی زمین کی ملکیت کا حقدار ہے۔ جتنی وہ بذات خود کاشت کر سکے۔ اس طرح قرآنی حکم "قُلِ الْعَفْوَ" (بقرہ:219) کے تحت آپ حکومت کو ٹیکس لگانے کے ایسے اختیارات دینا چاہتے ہیں جو صاحب ثروت ہر

Marfat.com

سرمایہ دار یا کارخانہ دار سے اس کی انفرادی ضروریات سے زائد دولت حاصل کر کے مزدوروں اور ان کے بچوں کی فلاح و بہبود پر صرف کی جا سکے۔ آپ چونکہ "کیپٹل ازم اور کمیونزم" دونوں معاشی نظاموں کے خلاف تھے۔ اس لیے آپ کیپٹل از اور فیوڈلزم کو مناسب حدود میں رکھتے ہوئے اپنی مجوزہ اسلامی ریاست میں زکوٰۃ، صدقات اور عشر کی تنظیم نو نیز اسلامی قانون وراثت کے سختی سے اطلاق کے علاوہ ایسی تمام سوشل اصلاحات نافذ کرنے کے حق میں تھے' جن کے ذریعے متوسط طبقے کی فلاحی ریاست وجود میں لائی جا سکے۔

الغرض علامہ اقبال نے جدید اسلامی ریاست کا جو نقشہ اپنے فکر و فلسفہ میں بیان کیا ہے وہ اس قدر جامع اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہے کہ اگر امت مسلمہ اس کو اپنا لے تو وہ موجودہ تباہ شدہ حالت سے نکل کر ماضی کی طرح اپنے مستقبل کو تابناک بنا سکتی ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنے نظام حیات کا از سر نو جائزہ لیں۔ علامہ اقبالؒ نے ایک انگریز فلسفی "ہابس" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک ہی قسم کے احساسات و خیالات کے تسلسل کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہمارے کوئی احساسات و خیالات ہی نہیں جبکہ بلاد اسلامیہ کی اکثریت آج اسی قولؐ کے مطابق طوطے کی طرح اپنی پرانی قدروں کی رٹ لگائے جا رہی ہے۔ نئی اقدار تخلیق کرنے کی راہ پر گامزن نہیں ہے۔ ارباب بست و کشاد کی اس نااہلی کی وجہ سے روح مسلمان مسلسل اضطراب میں ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

روح مسلمان میں ہے آج وہی اضطراب
راز خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں
دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلو فری رنگ بدلتا ہے کیا

Marfat.com

اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مغربی دنیا میں جو سب سے پہلا نظریہ منظر عام پر آیا وہ جاپانی نژاد امریکی مفکر فرانسس فوکو مایا کا پیش کردہ نظریہ تاریخ کی موت (The end of history) تھا۔ ان کا خیال تھا کہ کمیونزم یا سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مختلف نظاموں کے درمیان نظریاتی کشمکش کے زمانے ختم ہو گئے ہیں۔ اس قسم کے نظریات کا اظہار اس سے قبل کارل مارکس اور ہیگل جیسی فلسفی بھی کر چکے تھے۔ لیکن فوکو مایا کے نظریہ کو جتنی پذیرائی ملی اتنی ہی جلدی یہ نظریہ طاق نسیاں بھی بن گیا۔

بعد ازاں امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں سائنس آف گورنمنٹ کے پروفیسر سیموئیل ہنٹنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم

(the clash of civilization)

کا نظریہ پیش کیا۔ امریکی جریدے فارن افیئرز میں شائع ہونے والے اپنے اس مضمون میں انہوں نے لکھا کہ اشتراکی نظام اور سرد جنگ کے خاتمے کے بعد دنیا میں مختلف تہذیبوں کے درمیان تصادم کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ سموئیل کا کہنا تھا کہ دنیا ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے اور اس نئی ابھرتی اور سکڑتی ہوئی دنیا (Globel village) میں بنیادی تصادم نظریاتی یا معاشی نہیں بلکہ تہذیبی ہوگا۔ عالمی امور میں قومی ریاستوں کی اہمیت بڑھ رہی ہے لیکن ایک بڑا تہذیبی تصادم رونما ہوگا۔

ہنٹنگٹن نے بنیادی طور پر دنیا کو چھ تہذیبی دائروں میں تقسیم کیا جن میں مغربی تہذیب، مسلم تہذیب، ہندی تہذیب، جاپانی تہذیب اور لاطینی امریکہ کی تہذیب شامل ہے۔ اگرچہ ہنٹنگٹن نے چھ تہذیبوں کا تذکرہ کیا ہے اور یہ چھ

Marfat.com

تہذیبیں اس وقت دنیا میں اپنی شناخت رکھتی ہیں لیکن اس نے تسلیم کیا ہے کہ تصادم کا اصل خطرہ اسلامی اور مغربی تہذیب کے درمیان ہے۔

مغربی تہذیب جو یورپ اور امریکہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ تہذیب تحریک احیائے علوم، اصلاح مذہب اور روشن خیالی کی تحریکوں کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے۔ اس نے جدید جمہوریت اور سرمایہ داری کو جنم دیا ہے۔ دوسری طرف اسلامی تہذیب ہے جو ایک جداگانہ تہذیب ہے۔ تہذیبوں کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر اثر پذیری کی قوت بہت زیادہ ہے۔ گزشتہ پچاس سال میں اپنی اصل بنیادوں کی طرف مسلمانوں کی واپسی کا سفر بڑی تیزی سے جاری ہے اور اسی بات کی مغرب کو تشویش ہے۔ واپسی کے اس سفر کو مغرب آخری آئیڈیالوجی سے تعبیر کر رہا ہے۔ مغرب کے دل سے اسلامی تہذیب کی اثر پذیری کا خوف کبھی ختم نہیں ہو سکا۔ عالمی شہرت یافتہ فلسفی اور اس کا برٹرینڈ رسل نے ایک مرتبہ اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ چھٹی سے لے کر دسویں صدی عیسوی تک کا زمانہ یورپ کی ذہنی تاریکی، وحشت اور تہذیب وتمدن کا دور تاریک کہلاتا ہے۔ جبکہ ٹھیک اسی وقت ہندوستان سے لے کر اسپین تک اسلام کی عالیشان تہذیب دنیا کے تین براعظموں کو روحانی اور سماجی برکات سے نواز رہی تھی۔

مغربی تہذیب کے ذہن میں اسلامی تہذیب کے بارے میں جو خوف ہے اس کے سائے وقت کے ساتھ ساتھ گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ 9-11 کے بعد عالمی صیہونی اور سامراجی ٹولے کے سرخیل بش نے افغانستان پر چڑھائی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کو کروسیڈ وار یعنی صلیبی جنگ سے تعبیر کیا تھا اور یورپ کے محدود ممالک کو چھوڑ کر باقی سب اس شیطانی اتحاد کا حصہ ہیں جن کی کمان امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ بعد ازاں جب افغانستان وعراق میں خون

Marfat.com

مسلم سے ہولی کھیلی گئی تو صورت حال مزید تشویشناک ہوگئی۔ کیونکہ بدقسمتی سے اکثر مسلم ممالک کے حکمران بھی سفارتی وسیاسی سطح پر یا تو امریکہ کے حلیف تھے یا پھر کھل کر مخالفت کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ چنانچہ امریکہ نے عراق کی ہنستی کھیلتی آبادی کو موت کے منہ میں دھکیل دیا، مسلم ممالک کے عوام کی طرف سے تو خاصا ردعمل ہوا لیکن حکومتوں کی سطح پر حکمرانوں کی بے حسی نے مغربی سامراج کو مزید حوصلہ فراہم کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے پیارے اور محبوب آقا سرور کائنات ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز خاکے شائع کرتے ہوئے ان کے ایمان کا امتحان لینا شروع کر دیا۔ ابتداء تو مسلمانوں نے روایتی بے حسی کا مظاہرہ کیا لیکن جب یورپ نے یہ خاکے اپنے دیگر اخبارات میں شائع کرنے شروع کئے تو دنیا بھر میں مسلمانوں کا احتجاج عالمگیر تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی شکل اختیار کر گیا۔

مسلمانوں نے جس قسم کے ردعمل کا اظہار کیا یہ مغرب کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔ لیکن مسلمانوں کو مغرب کی تہذیبی بالادستی کی خواہش کو دبانے کیلئے ٹھوس منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

اگر مسلمان اعتماد کے ساتھ پانچ کام کریں تو مغرب کی تہذیبی فتح کی خواہش کو ناکام بنا کر اسلامی تہذیب کی عالمگیر حیثیت کو منوا سکتے ہیں۔

1..... سب سے پہلے یہ کہ مسلمان جدید معیشت سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت حاصل کر لیں کیونکہ یہ امر طے شدہ ہے کہ اسلام کا معاشی نظریہ مغرب کے زوال پذیر اور مادی نظریہ کے مقابلے میں اخلاقی لحاظ سے بہتر ہے اور موزوں تر کارکردگی دکھانے والا بھی ہے مسلم دانشوروں نے ابھی تک اس حقیقت کا ادراک نہیں کیا لیکن سچی بات یہی ہے کہ معاشی زندگی کے بارے میں اسلامی نظریہ میں بہت سی ایسی خوبیاں موجود ہیں جن کی وکالت کیمونزم کے بطور نظام خاتمے کے بعد نیولیفٹ والے

Marfat.com

بھی کر رہے ہیں۔ اب مسلمان اصحاب فکر و دانش کی یہ ذمہ داری ہے کہ مغرب کو باور کروائیں کہ اسلام منافع کی مخالفت نہیں کرتا لیکن سود اور نفع میں فرق ضرور کرتا ہے نیز معاشی امور میں ریاست کا کردار ایسے معاملات تک محدود ہونا چاہیے جن سے منڈی خود نہیں نمٹ سکتی۔ اس کے علاوہ اسلام کے معاشی نظریہ میں تاجر کی خصوصیات بھی درج ہیں کہ وہ ایسا ہونا چاہیے جو خدا کے احکامات کی پیروی میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے وہ اپنی کمائی خرچ کرنے کے معاملہ میں حدود اللہ کا خیال رکھے، اس طرح مسلمان عالمی معیشت میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور فری مارکیٹ، اکانومی کا نظام زیادہ آزاد اور جمہوری بنائیں تاکہ عالمی معیشت کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ کیا جاسکے نیز مسلم ریاستوں کے عوام کو مغرب کی ملٹی نیشنل تجارتی کمپنیوں کے شکنجے سے آزاد کروانے کی ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان اپنی معیشت کو مضبوط بنائیں اور دنیا کی اقتصادیات میں اپنی حیثیت منوائیں۔

2.....دوسرا اہم مسئلہ خواتین کے سماجی اور معاشرتی مقام کے حوالے سے ہے مغرب اس مسئلہ کو بہت زیادہ اچھالتا ہے کہ مسلم معاشروں میں عورت کی حالت نہایت ابتر اور قابل افسوس ہے اور اس کو وہ مسلم معاشرے کی بنیاد پرستی اور قدامت پرستی سے تعبیر کرتا ہے اس میں تو شک نہیں کہ مغرب دیگر بے شمار تصورات کی طرح اس مسئلہ میں بھی مسلم معاشرے کی اپنے میڈیا کے ذریعے بھیانک تصویر پیش کرتا ہے۔ مسلم معاشروں میں خواتین کی صورتحال بالکل ایسی نہیں ہے جیسی مغرب پیش کرتا ہے لیکن اس کے باوجود خواتین کے حوالے سے بہت سی ایسی پیچیدگیاں اور خرابیاں ہیں جن کے ازالے کی بہرحال ہمیں ضرورت ہے۔ مسلم عورت کے سماجی مقام کے تعین کی اشد ضرورت ہے کہ اگر بعض علاقوں میں مسلمان عورتیں تعلیمی اور سماجی حقوق سے محروم ہیں تو یہ اسلام کی تعلیمات کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کی وجہ وہاں کے لوگوں کی رسومات اور

Marfat.com

عادات واطوار ہیں جو وہاں کے لوگوں کو سماجی اور ثقافتی ورثے کے طور پر نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں۔ اب ان رویوں کو بنیاد بنا کر پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کی غلط تعبیر وتشریح نہ صرف یہ کہ انصاف نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات سے کھلی دشمنی کے مترادف ہے۔ حالانکہ اگر خواتین کے بارے میں اسلام اور دیگر الہامی مذاہب کے تصورات کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو خواتین کے بارے میں اسلام کا رویہ یہودی اور عیسائی تصور سے کئی درجے بہتر ہے۔ اگر کچھ مسلمان ملکوں کی حیثیت عورتوں کے حق میں بہتر نہیں تو اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ وہ ممالک اقتصادی طور پر پسماندہ ہیں۔ ان کے دیہی علاقوں میں کھیتی باڑی ہوتی ہے اور شہروں میں تجارت ہوتی ہے۔ یہ دونوں عوامل عورتوں کی آزادانہ معاشی نشوونما میں مدد دینے والے نہیں۔ اس سلسلہ میں ترقی یافتہ مسلم ممالک کو غریب مسلم ممالک کو قرضے فراہم کرنے چاہیے تاکہ وہ عورتوں کی بہتری کے منصوبے بنا سکیں۔ نیز یہ امر طے شدہ ہے کہ جدید دنیا میں عورتوں کی سماجی، معاشی اور معاشرتی حالت کو بہتر بنائے بغیر اسلامی تہذیب اپنے جداگانہ تشخص کو قائم نہیں کر سکتی۔

3..... تیسری اہم چیز یہ ہے کہ مسلمان ممالک جدید دنیا کے سامنے کھڑا ہونے کیلئے حقیقی جمہوریت اختیار کریں۔ اس وقت کوئی بھی مسلم ملک ایسا نہیں ہے جسے حقیقی معنوں میں جمہوری ملک کہا جا سکے۔ چند ایک نیم جمہوری ممالک تو ہیں لیکن وہاں بار بار فوجی مداخلت سے جمہوری نظام اس قدر مفلوج ہو چکا ہے کہ اب اس کے بطن سے کسی خوشحال معاشرے کا قیام ممکن نہیں۔

مسلم دنیا میں جمہوریت کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ معاشی اور سماجی پسماندگی ہے جن کے نتیجے میں مسلم ممالک کی زمام اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہی ہے جو یا تو قوم پرستی کے اسیر رہے یا پھر اسلام کے نظام میں اشتراکیت کے پیوند

Marfat.com

لگاتے رہے ہیں جو بھی صورتحال ہو، بہرحال یورپ سے سیاسی آزادی کے بعد مسلم ممالک کو ایسی قیادت نصیب نہیں ہو سکی جو جمہوریت کے نظام کو عملاً متشکل کر کے تادیر اس کے ثمرات حاصل کر سکتی۔ بار بار حکومتوں کی تبدیلی بھی اس کی ایک وجہ ہے۔

مغرب میں جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہونے کا بنیادی سبب ان کا نظریہ ہے کہ کلیسا اور اربابِ مذہب خدائی احکامات کی تشریح وتوضیح تو کر سکتے ہیں لیکن ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ فرد اپنی علیحدہ رائے رکھتا ہے۔ یہ تصور بنیادی طور پر اسلام کا عطا کردہ تصور ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر لکھا ہے کہ کوئی فرد کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور علامہ اقبالؒ نے تو یہاں تک کہا تھا کہ سب سے پہلے فرد کی انفرادیت کو اسلام نے اجاگر کیا تھا۔ یہ بات بھی دنیا جانتی ہے کہ یورپ کی تحریک اصلاح دراصل مسلم اثرات کی مرہون منت ہے۔ اسلامی تہذیب کے زیر اثر ہی مغرب نے فرد کو مذہبی آزادی سے نوازا تھا۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ خود مسلم معاشرے بھی اسلام کی روحانی جمہوریت اور شورائیت کا نظام قائم کریں جو نہ صرف مثالی ہو بلکہ مغرب کے جمہوری نظام سے بہتر نتائج رکھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اگر اسلامی جمہوریت قائم کر دی جائے تو بہتر مسلمان قیادت کے امکانات روشن ہو جائیں گے اور مسلم تہذیب یورپی تہذیب کے مقابلہ میں رجال سازی کا فریضہ احسن انداز میں سرانجام دے سکے گی۔

4..... چوتھا اور سب سے اہم کام یہ ہے کہ مسلم دنیا سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں مہارت حاصل کرے۔ کیونکہ موجودہ دنیا میں علمی تفوق و برتری کے بغیر اپنے وجود کا لوہا منوانے کی خواہش دیوانے کے خواب کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں مغرب سے اکتسابِ علم اور جدید ٹیکنالوجی کے حصول میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ماضی میں مغرب نے بھی مسلم درسگاہوں سے خوشہ چینی کی ہے۔ علم پر کسی قوم کی اجارہ داری

Marfat.com

نہیں ہوتی۔ آج اگر مغرب علمی قیادت کا دعویٰ کرتا ہے تو کسی وقت میں یہی قیادت مشرق کے پاس تھی۔ لہٰذا اسلام کو موجودہ جہالت و پسماندگی سے نجات کیلئے جدید علمی انکشافات سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے تا کہ آنے والے کل کو علمی میدان میں مسلم تہذیب اپنی صحیح پہچان کروا سکے۔

5..... مزید برآں مسلم معاشرے کو اعلیٰ اخلاق و کردار کو اپنانا اور اسلام کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں پر عملاً نافذ کرنا چاہیے۔ مسلمان اس اسلام کو جس کا اظہار وہ اپنی تحریر و تقریر میں کرتے ہیں' اسے اپنی معاشرتی حیات میں کاملاً اختیار کرنا چاہیے کیونکہ مغربی معاشرے کے سامنے اسلام کی صرف وہی تصویر ہے جو مسلمانوں کی زندگیوں کی صورت میں وہ شب و روز دیکھتے ہیں مغربی معاشرے کے لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات حقیقت میں اسلام کی سماجی اور معاشرتی تصویر کی عکاسی کرتے ہیں۔ لہٰذا اسلامی تہذیب کی فتح کیلئے ضروری ہے کہ یورپ میں رہنے والے مسلمان بھی اس مدنی معاشرے کے آئینہ دار بن جائیں کہ جن کو دیکھ کر اغیار اسلامی تہذیب کی پاکیزگی، اعلیٰ ظرفی، وسیع المشربی اور حسن معاملات کے گرویدہ ہو جائیں۔ موجودہ حالات میں مسلمان زعماء اور اسکالرز پر سب سے بڑی یہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ جدید مسلم معاشروں کی تشکیل اس مصطفائی ڈھانچہ کے مطابق کریں کہ مستقبل میں مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کی دہلیز پر اعتراف عظمت کرتے ہوئے رابرٹ بریفالٹ کی کتاب The making of humanity کی تصدیق کر رہی ہو جس کی رو سے جدید یورپ کی پیدائش ہی اسلامی تہذیب کی مرہون منت ہے۔

Marfat.com

کامیاب زندگی کا اسلامی تصور

زندگی کے بارے میں مختلف تہذیبوں کا نقطہ نظر

دنیا کے مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کے نزدیک زندگی اور موت کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ بعض تہذیبوں کی بنیاد ڈارون کے اس نظریہ پر پڑی کہ انسان حیوان کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ ہندی تہذیب میں زندگی کا تصور صرف پیدائش سے موت تک ہے۔ ان کے ہاں موت کے بعد زندگی کا تصور اتنا بھیانک ہے کہ اسے پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہاں موت کے بعد زندگی کا کوئی اعلیٰ تصور نہیں بلکہ مرنے کے بعد انسانی لاش کو جلا کر خاکستر کر دیا جاتا ہے۔ مغربی تہذیب بھی مادیت زدہ ہے۔ مختلف تہذیبوں میں موت وحیات کے بارے میں مختلف مفکرین نے ایسے ایسے فلسفے پیش کئے ہیں کہ انہیں پڑھ کر سر چکرانے لگتا ہے۔ تخیلات کے تانے ٹوٹنے لگتے ہیں، زندگی سے پیار کی بجائے نفرت ہونے لگتی ہے اور زندگی محض چند لگے بندھے اصول وضوابط کا نام بن کر رہ جاتی ہے۔ ان کے برعکس اسلام نے جو الہامی دین ہے انسانی زندگی کا ایسا خوبصورت تصور پیش کیا ہے اور ایسا دلپذیر فلسفۂ حیات متعارف کروایا ہے کہ زندگی انسانی تمناؤں سے ہم آہنگ اور فطرت کے مقاصد کی ترجمان نظر آتی ہے جو شخص اسلام کے عطا کردہ اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ پرسکون زندگی گزارتا ہے بلکہ جب وہ موت کی آغوش میں جاتا ہے تو اسے گھبراہٹ کے دورے نہیں پڑتے بلکہ وہ مسکرا کر موت کا استقبال کرتا ہے اور موت بندۂ مومن کیلئے زندگی کی معراج ثابت ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے مومن کی موت کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

زندگی آسانیوں کے مدرسوں میں نہیں بلکہ مصائب کی درسگاہوں میں اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ کسی کا یہ قول کتنا درست ہے کہ:

It is not ease but effort, not facility but difficulty, that makes men.

یعنی سہولت نہیں بلکہ جدوجہد آسانی نہیں بلکہ مشکل وہ چیز ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے۔ لہٰذا کامیاب زندگی وہی ہے جو موت وحیات کی تلخیوں سے گزر کر ابدیت کے مقام پر فائز ہوجاتی ہے۔

کامیاب زندگی کے غیر اسلامی تصورات

کامیابی ایک بڑا دلکش اور خوشنما لفظ ہے۔ بنی نوع انسان کا ہر طبقہ کامیابی کا متمنی ہوتا ہے ہر کسی کی سوچوں کا مرکز ومحور زندگی میں کامیابی کا حصول ہوتا ہے۔ اب کامیابی حاصل کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اس مادی اور غیر مستقل زندگی میں فوز و فلاح سے ہمکنار ہونے کیلئے طرح طرح کے ذرائع اور وسائل کام میں لائے جائیں۔ جبکہ دوسری طرف رضائے الٰہی کے تحت قوانین وضوابط عملی زندگی میں نافذ کرکے اُخروی کامیابی حاصل کی جاتی ہے، کامیابی کا ایک تصور مادی ہے جبکہ دوسرا اُخروی تصور کامیابی ہے۔

کامیابی کا جو تصور مادیت سے عبارت ہے یعنی اس دنیا میں دولت وثروت کی فراوانی، فلک بوس عمارتیں، خوبصورت شاہراہیں، شاندار شاپنگ سنٹرز، جدید طرز کی گاڑیاں اور ان میں بیٹھی ہوئی حسین وجمیل عورتیں زندگی کا ماحصل سمجھی جاتی ہیں اور ان کو ہی کامیابی کی علامت سمجھا جاتا ہے لہٰذا کامیاب زندگی کا ایسا تصور رکھنے والوں

Marfat.com

کی زندگی ہمیشہ اپنی صنم ہائے لذّات کے حصول اور پھر ان کی پرستش میں گزر جاتی ہے جب ہم ایسے تصور کامیابی کیلئے قرآن مجید سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں تو قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ ایسی سوچ اور طرز فکر مشرکین مکہ کا تھا جب حضور نبی اکرم ﷺ انہیں اسلام قبول کرنے اور اپنی تعلیمات پر عمل کرنے کے نتیجے میں کامیابی کا مژدہ جانفزاء سنا رہے تھے تو مکہ مکرمہ کے صاحب ثروت واولاد سردار جواباً کہتے: وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔ (سباء:35) ترجمہ: وہ کہتے کیا ہم زیادہ مال ودولت اور اولاد کے مالک نہیں (لہٰذا) ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں۔ اگر اس مشرکانہ تصور کامیابی کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ دنیا تباہی اور وحشت ودرندگی کا مسکن بن جاتی ہے۔ عدل وانصاف اور اخلاق کی ساری قدریں پامال ہونے لگتی ہیں۔ فخر ومباہات اور تعصب انگیز تصور کامیابی سے انسانیت کی عظمت کے لبادے تار تار ہونے لگتے ہیں۔ کامیابی کے حصول کے متعلق دوسرا طرز فکر ترک دنیا کا ہے۔ اس تصور حیات کے مطابق یہ دنیا مشکلات ومصائب کی آماجگاہ ہے اور اس سے نجات پانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ دنیا اور اس کے معاملات سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے۔ ایسی سوچ کے مظہر لوگوں کا مقصود حیات یہ ہوتا ہے کہ

کسی سرنگوں سی ٹہنی پہ رکھ لیں گے چار تنکے
نہ بلند شاخ ہوگی نہ گرے گا آشیانہ

ہم مذکورہ بالا دونوں تصور ہائے حیات کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں:

1..... فنا فی الدین 2.....انقطاع عن الدنیا

ترک دنیا کا تصور عیسائیت کا ایجاد کردہ ہے جس کو رہبانیت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسی زندگی اختیار کرنے والے ہر قسم کی دنیوی نعمتوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیتے ہیں۔ اس طرح ان کا وجود انسانیت کیلئے نافع نہیں رہتا۔

Marfat.com

قرآن مجید ان دونوں تصور ہائے حیات کو رد کرتا ہے:

کامیاب زندگی کے بارے میں مشرکانہ تصور کی نفی کرتا ہوا قرآن مجید کہتا ہے کہ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی دائمی زندگی ہے جس میں ہر قانون اور اخلاقی قدر کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ نہیں قرآن مجید اس فلسفہ حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتا ہے: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ (الحدید 20)

ترجمہ: خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی (جسے تم حقیقت سمجھ رہے ہو) اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی، ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔

ایسی زندگی اختیار کرنے والوں کو قرآن مجید متنبہ کرتے ہوئے اور اس دنیا کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے کہتا ہے: فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ (لقمان)

ترجمہ: پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ ہی دھوکہ باز تمہیں اللہ پاک کے معاملے میں دھوکہ دینے پائے۔

ان دونوں آیات کریمہ سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ یہ دنیا دجل و فریب اور مکر سے بھری پڑی ہے۔ لہٰذا صرف دنیوی زندگی کی چمک دمک پر فریفتہ ہونے والے اور اُخروی زندگی کی تابانیوں سے منہ موڑنے والے اس فریب میں مبتلا ہیں کہ صرف یہی ظاہری زندگی مقصود حیات ہے موت کے بعد زندگی کے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ موت کے بعد زندگی کا سفر جاری رہتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ پھر اُخروی زندگی کیلئے اس مادی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے اور کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر یا کسی صحرا میں ڈیرہ لگا کر زندگی کے شب و روز

Marfat.com

گزار لئے جائیں۔ قرآن مجید ایسے تصور کے بارے میں کہتا ہے: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (الحدید 27)

ترجمہ: اور رہبانیت انہوں (عیسائیوں) نے خود گھڑ لی تھی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا: لا رهبانية فی الاسلام۔

ترجمہ: اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں۔

تو اسلام ان دونوں متضاد تصورات کی نفی کرتا ہے اور ان کے مقابلے میں ایسا کامیاب اور قابل عمل تصور حیات پیش کرتا ہے جس کے نکھار کا مقابلہ چشمے کا پانی بھی نہیں کر سکتا۔

اسلام کا کامیاب زندگی کا تصور کیا ہے؟

اسلام کے تصور فلاح کو موحدانہ طرز فکر کہا جا سکتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے پتہ چلتا ہے کہ مومن کیلئے اس دنیا کی اور آخرت کی کیا حیثیت ہے کیا دنیا اور سامان دنیا مومن کیلئے ممنوع ہے یا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو کس حد تک جائز ہے اور اگر دنیا کی کامیابی بھی کامیابی ہے تو پھر آخرت کی کامیابی کی کیا حیثیت ہے؟ نیز یہ کہ مسلمان کی اصل کامیابی دنیوی ہے یا اُخروی ہے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو جدید نسل کے ذہنوں میں اُبھرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا قرآن مجید کی زبان سے ہی ان کا جواب دینا میں لازمی سمجھتا ہوں۔ سب سے پہلے تو یہ بات لوح دل پر رقم کی جانے والی ہے کہ اسلام انسان کی دنیوی اور اُخروی کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے بشرطیکہ اسلام کے عطا کردہ منہج حیات کو اپنا لیا جائے۔

اسلام کا تصور کامیابی

قرآن مجید نہ تو انسان کو دنیا چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہے اور نہ اس کی نعمتوں

Marfat.com

سے منہ موڑ دینے کا درس دیتا ہے اور نہ ہی دنیا میں کھو جانے کی تلقین کرتا ہے بلکہ قرآن مجید انسان کو دنیا میں رہ کر دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہونے لیکن اپنے دل کو دنیا کی رنگینیوں سے بچا کر حریم کبریا تک پہنچانے کا درس دیتا ہے۔ دنیا سے کنارہ کشی اسلام کے تصور حیات کی نفی ہے کیونکہ مخلوقات میں سے انسان سب سے زیادہ ممتاز ہے اور دنیا کی ہر چیز انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی (ہر) چیز تمہاری خاطر پیدا کی ہے۔

علامہ اقبال نے شاید اسی آیت کا ترجمہ کیا تھا:

نہ تو زمین کیلئے نہ آسمان کیلئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ساری چیزیں تمہاری خاطر مسخر کی ہیں سب کچھ اپنے پاس سے۔'' (الجاثیہ:13)

ان آیات کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ لہٰذا دنیا سے منہ موڑنا کفران نعمت ہے لیکن دنیا کو مقصود زندگی سمجھنے والا اور دنیا کی دلکشیوں میں کھو جانے والا انسان بھی منزل آشنا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ (الزمر:10)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیک وسلم! میرے ان بندوں سے کہو جو ایمان لائے ہیں اپنے رب سے ڈرو اور جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ان کیلئے بھلائی ہے۔

دنیا اور سامان دنیا سے نفع حاصل کرنا معیوب نہیں بلکہ اس عارضی دنیا کی یہ زوال

Marfat.com

آشنا مسرتیں بھی بندۂ مومن کیلئے رضائے الٰہی کا قیمتی عطیہ ہیں لیکن ساتھ ہی بتلا دیا کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ "وان الدار الاخرة لهی الحیوان" (العنکبوت) یعنی اصل گھر (زندگی) تو آخرت کی پائیدار زندگی ہے کیونکہ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى (الاعلیٰ:17) یعنی آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ قرآن مجید کا فلسفہ حیات یہ ہے کہ یہ دنیا بھی بندہ مومن کیلئے بنائی گئی ہے لیکن مومن کا اصل گھر آخرت ہے۔ لہٰذا اسے دنیا میں ہر کام میں رضائے الٰہی کا طلبگار رہنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (توبہ:72)

ترجمہ: اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوگی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا جویا رہنا اور آخرت کی زندگی کیلئے توشہ اکٹھا کرنا ہی مقصود زندگی ہے اور یہی کامیاب زندگی کا قرآنی فلسفہ ہے قرآن مجید نے واضح طور پر اعلان فرمایا۔ یہ دنیا نہ تو مصائب و آلام کا گڑھ ہے کہ اس سے دور بھاگا جائے اور نہ ہی ایسی نعمت عظمیٰ کہ اس کو حاصل کرنے کیلئے تمام حدود و قیود کو توڑ دیا جائے بلکہ مومن کی اصل میراث آخرت ہے۔ یہ دنیا تو عارضی ٹھکانہ ہے جس سے انسان نے بہرحال ایک دن کوچ کر جانا ہے۔ لہٰذا اسے آخرت کا سامان بنانے کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:18)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل (آخرت) کیلئے کیا سامان اکٹھا کیا ہے۔

جو شخص آخرت کی کامیابی کو ہی منشور زندگی سمجھ لیتا ہے اور اس راز سے آگاہی کے بعد اپنے شب و روز اس دائمی زندگی کی کامیابی کیلئے وقف کر دیتا ہے (اس

Marfat.com

سے یہ مراد بھی نہیں کہ وہ دنیوی کامیابی کا خیال دل سے نکال دے بلکہ وہ دنیا میں بھی ہر مستحسن محاذ پر کامیابی حاصل کرے لیکن حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی سمجھے) تو پھر ایک نہیں کئی جنتیں اس بندہ مومن کے انتظار میں کروٹیں بدلتی رہتی ہیں درحقیقت یہی اعلیٰ کامیابی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ۔

ترجمہ: اور اس دن جو سزا سے بچے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی رحم فرمایا اور یہی واضح کامیابی ہے۔

اسلام نے زندگی کی اصطلاحات بدل ڈالیں

اسلام نے کامیاب زندگی کے بارے میں صرف نظری اصول ہی نہیں دیئے کہ جس کا جی چاہے ان نظریات پر اپنے نظام حیات کا ڈھانچہ کھڑا کر لے بلکہ عملاً ایک کامیاب اسلامی معاشرہ قائم کر کے ان قرآنی اصولوں کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے جب قرآن مجید یہ اصول انسانیت کو عطا کر رہا تھا یہ وہ دور تھا جسے یورپ میں ''زمانہ تاریکی'' (Dark ages) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے عرب کے وحشی بدوؤں کی زندگیوں میں وہ انقلاب برپا کیا کہ ان کے ہاں زندگی کی اصطلاحات ہی بدل گئیں۔ زندگی پہلے چلنے پھرنے کا نام تھی مگر اب زندگی اسلام کی خاطر جان لٹا دینے کا نام بن گئی۔ پہلے امیر اس شخص کو کہا جاتا تھا جس کے پاس مال و دولت کے انبار ہوتے مگر اب امیر وہ ہے جس کے پاس ایمان کی دولت زیادہ ہے۔ پہلے عزت و وقار کا مستحق اسے سمجھا جاتا جو لوگوں کی عزتیں زیادہ اچھالتا اور جو بدمعاشی اور چوہدراہٹ کا مالک تھا مگر اب عزت و عظمت کا معیار صرف تقویٰ قرار پایا۔ پہلے لوگ زندگی بچانے کے حیلے تلاش کرتے تھے مگر اب زندگی راہ یار پر فدا کرنے کے مواقع ڈھونڈنے لگے پہلے زندگی کے بعد موت سے ڈرتے تھے مگر اب شہادت کی

Marfat.com

دعائیں کرنے لگے پہلے کامیاب زندگی مال واولاد کی فراوانی تھی مگر اب کامیاب زندگی سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب مکرم ﷺ کی رضا کا حصول بن گیا۔ الغرض زندگی خود بھی کرب کے کٹھن مرحلوں سے نکل کر تابندگی حیات کے مزے لوٹنے لگی۔

کامیابی کا تین نکاتی قرآنی ایجنڈا

قرآن مجید نے بے شمار مقامات پر کامیاب اسلامی زندگی کے مختلف پیکجز متعارف کروائے ہیں جن میں ایک پیکج یہ ہے کہ جو شخص درج ذیل اصولوں پر زندگی بسر کرتا ہے قرآن مجید اسے کامیاب ڈکلیئر کر دیتا ہے۔ قرآن مجید کی زبان میں وہ تین اصول یہ ہیں:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

ترجمہ: تحقیق وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز پڑھی۔ تو اس آیت کریمہ میں تزکیہ نفس، ذکر الٰہی اور ادائیگی نماز کو کامیابی کے ذرائع قرار دیا گیا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد آئینہ دل کو گناہوں کی آلودگیوں سے اس طرح پاک کرنا ہے کہ ذکر الٰہی کے ذریعے وہ اپنے اندر انوار وتجلیات الٰہی کو سما سکے اور پھر بندۂ مومن کو نماز کی وہ کیفیت نصیب ہو جائے کہ نماز قلب وروح کی پاکی کی بدولت نمازی کو فرش کی پستیوں سے اٹھا کر عرش کی بلندیوں تک پہنچا دے، یہی حقیقی کامیابی ہے۔

نسل نو کا دین سے بغاوت کا سبب

آج ہماری جدید پڑھی لکھی نسل جو خود کو اعلیٰ تعلیم یافتہ گردانتی ہے اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا تصور ایک مردہ مابعد الطبیعات کا مقولہ بن کر رہ گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دور کافرانہ یقین اور مومنانہ بے یقینی کی کشمکش کا مظہر ہے۔ ظالم غاصب اور مفاد

Marfat.com

پرست آخرت کا انکار صرف اس لئے کر دیتے ہیں تا کہ کھلم کھلا نفس امارہ کے معبد میں لذت کے صنم کی پرستش کر سکیں کیونکہ اگر وہ آخرت کو صرف ذہنا ہی نہیں' قلب کی گہرائیوں سے تسلیم کریں تو موجودہ زندگی کو بدلنا لازم آتا ہے اور موجودہ زندگی کا بدلنا انہیں موت دکھائی دیتا ہے حالانکہ موت تو پھر بھی آ کر ہی رہنی ہے۔ قرآن مجید آخرت کا اقرار اس لیے کرانا چاہتا ہے تا کہ آخرت میں اپنے اعمال کی جوابدہی کے تصور کی پختگی سے ہماری یہ زندگی تقویٰ کے نور سے مزین ہو جائے۔ قرآن مجید نے بڑے حکیمانہ انداز میں تقویٰ کو آخرت کے اقرار کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (مزمل:17)

ترجمہ: تم کیونکر صاحب تقویٰ ہو سکتے ہو اگر اس دن کا انکار کرو جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ قرآنی ہدایت کے لفظ بہ لفظ محفوظ ہونے کے باوجود اس کے احکامات اور پیغام کے نتیجہ خیز ہونے کے بارے میں ہمارا اعتماد لڑکھڑا گیا ہے اگر یہ اعتماد مضمحل نہ ہوتا تو آج قرآن مجید تلاوت وثواب سے بڑھ کر عملاً ہماری زندگیوں میں متشکل ہوتا نظر آتا۔ لہٰذا قرآنی ہدایت کی نتیجہ خیزی سے مایوسی ایمان نہیں کفر ونفاق کی علامت ہے جو لوگ یہ شکوہ کرتے ہیں کہ وہ اعمالِ صالحہ جو ہم بڑی لگن سے کرتے ہیں ان کے اثرات بھی دکھائی نہیں دیتے ایسے لوگ دراصل اس نسبت کے تقاضے سے متعین ہونے والے طرز عمل سے ناواقف ہیں جو طرز عمل کسی نیکی کا اس ڈھنگ سے کرنا ہے کہ وہ نیکی اگرچہ اپنی ذات میں ایک بیج کی حیثیت رکھتی ہو لیکن اپنی نتیجہ خیزی کے اعتبار سے وہ تن آور درخت کی صورت اختیار کر لے۔ مختلف مذاہب میں نیکی کا تصور الگ الگ رہا ہے، یہودیت کے نزدیک سب سے بڑی نیکی ''تشرع'' یعنی لفظ قانون کی پیروی کرنا ہے خواہ وہ کسی حیلہ سے ہی کیوں نہ کی جائے۔

Marfat.com

مسیحیت رحمدلی کو سب سے بڑی نیکی گردانتی ہے۔ بدھ مت کی رو سے ''ہمدردی'' بڑی نیکی ہے اور ہندومت ''عجز وانکساری'' کو عظیم نیکی تصور کرتا ہے اگر انسان گہرائی میں جا کر سوچے تو ان تمام نیکیوں پر ''فریب مقدس'' (Pious Fraud) کے طور پر عمل ہوسکتا ہے مگر جس چیز کو اسلام سب سے بڑی نیکی کہتا ہے اس کا تعلق ظاہر سے کم اور باطن سے زیادہ ہے یعنی اسلام کے نزدیک ''اخلاص'' سب سے بڑی نیکی ہے اور خلوص تو صرف ایمان کے دھارے سے پھوٹتا ہے جو جتنا بڑا صاحب ایمان ہوگا وہ اتنا ہی پیکر اخلاص ہوگا۔ صحابہ کرام اور اولیائے امت کی زندگیاں اس پر گواہ ہیں۔ ان کا ایمان کامل ہی نہیں، ریاکاری سے نجات دلا کر انہیں ہر عمل میں اخلاص پر ابھارتا تھا۔ اس کے برعکس جب اعمال میں ریاکاری کا زہر گھلتا ہے تو وہ آگ کی اس چنگاری سے کم اثر نہیں رکھتا جو کسی چمن میں گر جائے تو اسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ خلوص کے ساتھ کیا ہوا عمل ذرے کے برابر بھی ہو تو رشک آفتاب بن جاتا ہے اور اگر سر پر صرف شہرت و ناموری کا خبط سوار ہو تو اعمال کی گھڑیاں بھی تنکے کی طرح بے وقعت ہو جاتی ہیں۔

فلسفہ کامیابی کی پہچان

کامیابی کا فلسفہ تو یہاں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر کامیابی صرف علم سے نصیب ہوتی تو بڑے بڑے فلاسفر، حکماء، ادباء اور دانشور جو اپنی دانش و فلسفہ اور ڈگریوں کا بوجھ لے کر تہہ خاک چلے گئے۔ آج ان کی عظمت کے ڈنکے بج رہے ہوتے اور اگر کامیابی صرف دولت و ثروت کے انبار اکٹھے کر لینے کا نام ہوتا تو ہر کارخانہ دار، صنعت کار اور صاحب جاگیر مقبول بارگاہِ الٰہی ہوتا اور لوگ بے غرض ان کی جھوک کا طواف کر رہے ہوتے لیکن کیا زمانی شہادتیں چیخ چیخ کر یہ نہیں کہہ رہیں کہ ڈالر و پاؤنڈ سے ذہنی تعیش کا تو ہر سامان خریدا جا سکتا ہے لیکن وہ سکون جو قلب کی گہرائیوں سے مثل موج ابھرتا ہے دنیا کی ساری دولت ڈھیر کر دینے سے بھی نہیں ملتا۔ افراد کا وہ جم غفیر جو درگاہِ حضرت بابا فریدؒ

Marfat.com

پر روزانہ حاضری دیتا ہے یا حضرت گنج بخش علی الہجویریؒ کے در کی دریوزہ گری کرتا ہے ان لوگوں میں شاید دس فیصد لوگ بھی ایسے نہ ہوں جو ان مردانِ پاکباز کے حسب ونسب سے آگاہ ہوں پھر وہ کون سا تعلق ہے جو آج کے مشینی دور کے مصروف ترین انسان کو کشاں کشاں کھینچ کر ان اولیاء کے قدموں میں لے آتا ہے۔ جواب بڑا سیدھا سا ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں نے زندگی کی گہرائیوں سے مقصودِ زندگی کو پالیا وہ اس طرح کہ انہوں نے صرف مخلوق کو راضی کرنے کی بجائے اپنے خالق کو راضی کیا اور جس سے خالق راضی ہو جائے، مخلوق اس سے بے تعلق و بے ربط نہیں رہ سکتی۔

کیا رب کی محبت ممتا کی محبت سے زیادہ نہیں؟

ایک ماں اپنے بچے کو شکم میں اٹھائے رکھنے کے بوجھ سے فراغت کے بعد اس سے بے خبر نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا ہمہ پہلو خیال رکھتی ہے' اپنی خوراک سے تیار شدہ دودھ اسے پلاتی ہے' اپنے ہاتھوں سے اس کی نجاست دھوتی ہے' بچے کا رونا ماں کو بے قرار کر دیتا ہے' خود بھوکی رہ کر اپنے جگر گوشے کو سیر کرتی ہے' پھر اس کی تعلیم و تربیت کے تمام پہلوؤں کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہے۔ اس سے آپ ماں کی اپنے بیٹے سے محبت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مگر جس رب سے ہم دور جا رہے ہیں' اس کے بارے میں اس کائنات کے سب سے بڑے انسان حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ ننانوے ماؤں سے بڑھ کر اپنے بندے سے محبت فرماتا ہے۔" اور اس محبت کی تپش کو صرف وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جن کی پیشانیاں سجدوں کی لذت سے آشنا ہوں اور جن کے قلوب کی بجلیاں انہیں آمادۂ عبادت رکھتی ہوں۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ جو بیٹا اپنی ماں سے ملنے والی محبت کی خیرات کے باوجود اس کا نافرمان ہو وہ بدنصیب ہے تو جو بندہ اللہ پاک کی بندے سے ننانوے فیصد محبت کے باوجود اس کے احکامات کی نافرمانی کرتا ہے اس کی حرماں نصیبی کا عالم کیا ہوگا؟

Marfat.com

علامہ اقبال کی کامیابی کا راز

کامیابی کے حصول کیلئے بڑے لوگوں کی زندگی نمونہ ہوا کرتی ہے۔ اقبال جس نے مشرق و مغرب کی فکر کو متاثر کیا وہ رہروانِ شوق کا سالار یوں ہی نہیں بنا بلکہ اسے بڑے جانگداز مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ میرے نزدیک حضرت اقبال کو اہل عشق کا امام انگریزوں سے ملے ہوئے سر کے خطاب نے نہیں طیبہ سے عطا شدہ حکیم الامت کے لقب نے بنایا۔ اقبال نے آداب سحر گاہی میونخ کی یونیورسٹی سے نہیں، مکتبِ عشق سے سیکھے ہیں۔ اس کے پیغام میں سوز اس کی بیرسٹری نے نہیں، رومی کے کلام نے پیدا کیا ہے۔ اس کی فکر میں تابانیاں آرنلڈ کی شاگردی کی وجہ سے نہیں، قرآن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے سے آئیں، اس کی نظر میں نکھار تہذیب مغرب کی چمک دمک سے نہیں، آنکھوں میں خاک مدینہ کا کجلہ لگانے سے آیا، اس کے بحر جذبات میں تلاطم فرنگی تخیلات نے نہیں، فکر عرب نے پیدا کیا، اس کو دانائے راز نظریۂ مابعد الطبیعات پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری نے نہیں، فطرت کے سمندر میں غواصی نے بنایا، اس کو فرشتوں کا رازداں فلسفہ کی موشگافیوں کے ادراک نے نہیں، تصوف کی پراسرار راہوں کی شناسائی نے بنایا۔ اس کی موت کے بعد اس کی فکر کو تابندگی اس کے علم نے نہیں، عشق نے بخشی ہے۔ یہ ساری چیزیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے یہ اقبال کی تعمیر شخصیت، تکمیل فکر اور تحصیل مقصد میں معاون ضرور بنیں لیکن حاصل مقصد نہیں تھیں۔ بالفاظ دیگر چراغ راہ تھیں، منزل نہیں تھیں۔ اس کو آشنائے منزل تو حضوری کی لذتوں نے کیا ہے جو پیہم مجاہدے کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتیں جن کے بارے میں وہ خود کہتے ہیں:

روشن تو ہوتی ہے جہاں بیں نہیں ہوتی
وہ آنکھ جس کے پردوں میں نہیں نگاہ پاک

یعنی فطرت شناس وہی نگاہ ہوا کرتی ہے جو ہرجائی نہ ہو یکجائی ہو جو اشکوں

Marfat.com

سے وضو کرے اور یادِ حبیب میں نمناک رہا کرے۔ ایسی نگاہ دل کی مرشد بن جایا کرتی ہے پھر اس سے ٹپکنے والا ایک پرخلوص آنسو طوفانوں کے رخ موڑ دیتا ہے جس سے مصائب کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ ذہنی پژمردگی کا بوجھ ڈھل جاتا ہے اور دل نورِ عرفان سے چمکنے لگتا ہے۔ اس مقام پر آ کر عارضی حیات ان کامیابیوں سے سرفراز ہوتی ہے کہ زندگی خود زندگی پر رشک کرتی نظر آتی ہے۔

زندگی حسن کی جلوہ گاہ ہے

جناب واصف علی واصف نے کتنی خوبصورت بات لکھی ہے کہ ''زندگی کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔ اسے جاننا اور پہچاننا بھی مشکل ہے یہ ایک راز ایسا راز ہے جس نے جان لیا وہ مر گیا اور جو نہ جان سکا وہ مارا گیا۔'' پھر لکھتے ہیں:

''زندگی کسی میدان کارزار کا نام نہیں یہ جلوہ گاہ ہے حسن کی جلوہ گاہ' یہ ایک بارونق بازار ہے جس میں سے خریدار گزرتا ہے وہ خریداری کرتا ہے اس کا سرمایہ ختم ہو جاتا ہے اور پھر تعجب ہے کہ اس کی خریداری بھی دھری کی دھری رہ جاتی ہے وہ خالی ہاتھ لوٹتا ہے۔''

زندگی ارتقاء کی سیڑھیوں پر محوِ سفر رہتی ہے

جناب واصف علی واصف نے اپنی کتاب ''دل دریا سمندر'' میں زندگی کے بارے میں ایک اور حقیقت بیان کی ہے کہ ''جوانی عشرت کدے تلاش کرتی ہے، پیرانہ سالی صرف گوشہ عافیت ڈھونڈتی ہے، جوانی حرکت کا زمانہ ہے، بڑھاپا جمود کا دور ہے، جوانی گرمی رفتار' گرمی افکار' گرمی رخسار کا زمانہ ہے۔۔۔ جوانی دریا کی تند موجوں کی طرح تند ہے لیکن بڑھاپا سکوت اور سکوت کا زمانہ ہے سکوت ساحل کی طرح۔ انسان کے اعمال خواہ ظاہری نتیجہ دیں یا نہ دیں اس کے باطن میں نتیجہ ضرور برآمد ہوتا ہے یہ نتیجہ سکون یا اضطراب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے غلط عمل ایک بچھو کی طرح انسان کے باطن میں موجود رہتا ہے اور اس کے بڑھاپے میں اسے اندر سے

Marfat.com

ڈستا ہے انسان بھاگتا ہے فرار چاہتا ہے قرار چاہتا ہے لیکن اس کو نہ قرار ملتا ہے نہ فرار۔۔۔ زندگی کے سمندر میں بوڑھا انسان یا تو لاش بن کر تیرتا ہے یا موتی بن کر ڈوب جاتا ہے۔ اگر جوانی میں انسان اپنے مستقبل کا خیال رکھے تو بڑھاپے میں حسرتوں کا شمار بہت کم ہوتا ہے۔ سب سے خوش قسمت بوڑھا وہ ہے جس کو ماں باپ کی دعائیں ملی ہوں اور اسے بیوی بچوں کا تعاون حاصل ہو، جوانی میں اقبال اور تھا' بڑھاپے میں اقبال اور تھا۔ آج جو اقبال ہماری فکر میں بہار لاتا ہے، ہمارے جذبات میں گرمی پیدا کرتا ہے، ہمارے باطن میں چراغاں کرتا ہے، ہماری خودی کی دھار کو تلوار کرتا ہے، ہمیں ہماری منزلوں کی خبر دیتا ہے' وہ بڑھاپے کا اقبال ہے۔ جوان اقبال خاموش و بیزار ہے، وہ خوشہ گندم کو جلانے کا حکم دیتا ہے، سلطانی جمہور کا قائل ہے اور بوڑھا اقبال اسم محمد ﷺ سے اجالا چاہتا ہے، محمد ﷺ سے وفا کا قائل ہے۔ مقصد یہ کہ زندگی ہر دور سے گزرتی ہوئی بڑھاپے تک آتی ہے۔ بعد اسی کا حاصل ہے، زندگی کے یہی آگہی کے ایام ہیں۔ خود شناسی سے خدا شناسی کے زمانے تک زندگی کی معرفت کا دور ہے، موت نے تینوں کا زمانہ مابعد کی حقیقت کی جلوہ گری کا وقت، قرب الٰہی کی گھڑی خوش نصیب وہ بوڑھا جو حسرت ندامت سے آزاد ہے جو مطمئن ہے پرسکون ہے آشنائے راز ہے آگاہِ حقیقت ہے محرم ہستی ہے مکاں لامکاں کے فرق کو جانتا ہے جو قطرے اور قلزم کی وحدت سے آشنا ہے جو لذت وجود سے آزاد ہے اور ہوس زر سے بے نیاز ہے۔

کامیاب زندگی کے متعلق اقبالؒ کا فلسفہ

علامہ اقبال جو اسلام کی روح سے آشنا تھے جو پاکباز بھی تھے اور فطرت شناس بھی۔ ان کے نزدیک کامیاب زندگی مسلسل جدوجہد تگ و تاز اور پیہم کوشش کا نام ہے۔ اقبال کے سارے فلسفۂ زندگی کا نچوڑ جہد مسلسل سے عبارت ہے وہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انگبیں

سکون کی تلاش، زندگی میں ٹھہراؤ یا کونے میں چھپ کر بیٹھنے کو وہ زندگی کی موت گردانتے ہیں۔ان کے نزدیک کامیاب زندگی آگے بڑھنے، ٹکرانے، گرنے اور گر کر پھر اٹھنے اور حصول مقصد کیلئے ساری توانائیاں وقف کر دینے کا نام ہے۔انہوں نے اپنے فارسی کلام جاوید نامہ میں مسلمان کے احساس کو جھنجوڑا ہے اپنے کلام سے اس کے جذبات کو گدگدایا ہے وہ فرماتے ہیں۔

''اگر تمہارے اندر سورج کی کوئی چمک دمک ہے تو آسمانوں کی پہنائیوں میں اپنی شعائیں پھینکو اور اگر وہ سینہ رکھتے ہو جو تیر کا وار سہہ سکے تو دنیا میں شاہین کی طرح زندہ رہو اور شاہین کی طرح مرو کیونکہ شیر کی زندگی کا ایک لمحہ بزدلوں کی ساری زندگی پر بھاری ہوتا ہے۔اس سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک زندگی گھسی پٹی فرسودہ راہوں میں گردش کرتے رہنے کولہو کے بیل کی طرح ایک دائرے میں حرکت کرتے رہنے یا ایک لکیر کو پیٹتے رہنے کا نام نہیں بلکہ زندگی تو آگے بڑھ کر بازی جیتنے کا نام ہے۔دنیا میں جتنی ترقی ہوئی اور تہذیب نے جتنے معرکے سر کئے ہیں یا جو نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں وہ سارے انسان کی قوت ایجاد اور جدت فکر ونظر کے کرشمے ہیں۔زندگی کی تب وتاب کیلئے ضروری ہے کہ انسان مشکل تر کو تلاش کرے اور آسان ترک کر دے۔چونکہ مشکل کے بطن سے ہی آسانی جنم لیتی ہے اور نئی راہ نکلتی ہے۔اسی اصول کے تحت اقبال کا کامیاب انسان سماجی اور مادی ماحول سے نبرد آزما ہوتا ہے اور اس ماحول کو اپنے نصب العین کے مطابق ڈھالنے میں مصروف عمل رہتا ہے اور اس کے اس عمل کے نتیجے میں اجتماعی اور سماجی دائرے میں ایک بہتر اور برتر معاشرہ متشکل ہوتا ہے اور مادی دنیا کو تسخیر کرنے کی کاوش کا نتیجہ سائنس وٹیکنالوجی

Marfat.com

کی فتوحات کی صورت میں نکلتا ہے۔

اسی معیاری انسان کے کردار کی بہترین تفسیر علامہ اقبال کی فارسی مثنوی ''اسرار خودی'' میں ملتی ہے۔ پروفیسر سعید راشد صاحب نے تذکرۂ اقبال میں ان فارسی اشعار کا بہت خوبصورت نثری ترجمہ کیا ہے جن میں علامہ اقبال بندۂ مومن کی ان خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں جن خصوصیات کا حامل ہونے کے بعد وہ ذرہ ہی کیوں نہ ہو رشک آفتاب بن جاتا ہے اور اگر قطرہ ہو تو قلزم بن جاتا ہے۔ علامہ اقبال کے ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

''اُٹھ اور ایک نئی دنیا پیدا کر، اپنے آپ کو شعلوں میں لپیٹ لے اور ابراہیم بن جا، عاجزی سے نامساعد حالات سے سمجھوتہ کرنا میدان جنگ میں ہتھیار ڈالنے کے مترادف ہے۔ وہ انسان یقیناً مضبوط کردار کا مالک ہے جس کے ہاتھ میں اس کے نفس کی لگام ہے اس کے مزاج سے زمانہ خود سازگار ہو جاتا ہے اور اگر زمانہ اس سے سازگار نہیں ہوتا تو وہ (بندۂ مومن) زمانے سے اور آسمان سے نبرد آزما ہو جاتا ہے وہ اپنے زور بازو سے ایک نئی دنیا اور ایسا نیا ماحول پیدا کرتا ہے جو اس سے سازگار ہو سکے۔ اگر انسان مردانہ وار زندہ نہیں رہ سکتا تو پھر بہادروں کی طرح جان دے دینا ہی زندگی ہے زندگانی قوت کا نام ہے اور اس کا سرچشمہ سربلندی و ظفرمندی کا ذوق ہے۔ زندگی کھیتی ہے اور فصل قوت ہے اور قوت حق و باطل کے راز کی شرح ہے۔ اے انسان! تو آداب امانت سے بے خبر ہے۔ اپنے آپ کو دونوں جہانوں سے بہتر شمار کر۔''

تو یہ ہے ایک عظیم کردار کے مالک انسان کا مقام جس پر جب وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر فائز ہو جاتا ہے تو پھر فرشتے بھی اس پر رشک کرتے ہیں زندگی کی سب سے بڑی خوبی اعتمادی ہے جب انسان اپنی صلاحیتوں پر اعتماد اور منزل پر بلا کے یقین کے ساتھ محو سفر ہوتا ہے اور اپنے جوش کردار سے خود آگہی کے راستے پر چل پڑتا

Marfat.com

ہے تو پھر منزل رقص کرتی ہوئی اس کے قدموں میں آجاتی ہے۔

تعمیر انسانی میں عقل کا مثبت کردار

علامہ اقبال کے نزدیک انسانی شخصیت کی تعمیر کیلئے ذہنی قوت اور روشن دماغی بھی ضروری ہے تکمیل شخصیت میں ذہنی قوت کی بڑی اہمیت ہے یہ ذہانت تسخیر آفاق میں فطرت کی قوتوں کو فتح کرنے اور انسان کے علم اور قوت میں اضافے کیلئے صرف ہونی چاہئے عقل اور ذہانت کے پورے ارتقاء کے بغیر انسان اپنے ماحول اور مادی عناصر کے رحم وکرم پر رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دائرہ عمل محدود ہو جاتا ہے جبکہ عقل اگر اپنے عروج کی طرف گامزن ہو جائے تو زمین وآسمان کی ہر چیز کو اپنے احاطہ ادراک میں لے آتی ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ہر خاکی و نوری پر حکومت ہے خرد کی
باہر نہیں کچھ عقل خدا داد کی زد سے
عالم ہے غلام اس کے جلال ازلی کا
اک دل ہے ہر لحظہ الجھتا ہے خرد سے

ضرب کلیم کے ان دو شعروں سے عقل اور سائنس کے بارے میں اقبال کے نقطۂ نظر کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے اقبال علم وفن اور سائنس کی قوت وضرورت کا قائل ضرور ہے لیکن دوسرے مفکرین اور فلسفیوں کی طرح صرف علم وسائنس یا دماغ کی روشنی کو کافی نہیں سمجھتا کیونکہ علوم وفنون، سائنس وٹیکنالوجی اور ذہن ودماغ محمود ومستحسن مقاصد کیلئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں اور مذموم مقاصد کیلئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ دور حاضر اس پر گواہ ہے کہ علم وسائنس اور ٹیکنالوجی میں بے پناہ ترقی اور ستاروں کو اپنے قدموں میں روندنے والا زمانہ حاضر کا انسان اپنے سماجی مسائل کو سلجھانے سے عاجز رہا ہے:

Marfat.com

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم وپیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک میں سحر کر نہ سکا

ان اشعار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علم وفن اور عقل ودانش مقصود بالذات نہیں ہیں لہٰذا اس قوت کو لگام دینے کی ضرورت ہے عقل کو تعمیری مقاصد کیلئے استعمال کرنے کیلئے، اخلاقی وروحانی قدروں سے راہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے انسان کامل اپنی عقل ودانش کو بھی رضائے الٰہی کے تابع کر دیتا ہے۔ اپنے ہر عمل کو توفیق الٰہی کا صدقہ گردانتا ہے اور ساری عقلی وعملی جدوجہد کرنے کے باوجود ''یہ قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں'' پر یقین رکھتا ہے۔ نتیجتاً وہ مقصود حیات کو پالیتا ہے۔

کامیاب زندگی کے راہنما اصول

علامہ اقبالؒ کے نزدیک کامیاب اسلامی زندگی کیلئے انسان میں جن تین خوبیوں کا پایا جانا انتہائی ضروری ہے وہ یہ ہیں: 1.....جرأت وحوصلہ 2.....صبر وبرداشت 3.....فقر۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں: کردار کی تعمیر وسیرت کیلئے جرأت کا رویہ ضروری ہے تعلیم کو اس طرح منظم کیا جائے کہ تعلیمی سلسلے سے وہ عام اثرات خارج ہو جائیں جو زندگی میں خوف کا رویہ پیدا کرتے ہیں فکر اقبال کے مطابق خوف بدترین جذبہ ہے ان کے نزدیک جس طرح ایمان وعشق سے انسانی ذات مستحکم ہوتی ہے اس طرح خوف سے انسان میں ذمائم کی بنیاد پڑتی ہے خوف ایمان کی نفی ہے خدا کے سوا ہر خوف

Marfat.com

جوش حیات اور ذوق زندگی کو سرد کر دیتا ہے۔ اس سے عمل کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے اگر یہ حد سے بڑھ جائے تو فکری صلاحیتوں کے سلب ہو جانے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ خوف اپنے ساتھ دھوکا، دجل وفریب، جھوٹ و بزدلی خوشامد اور کمینہ پن جیسے رزائل کو انسانی شخصیت میں پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا ایک بندۂ مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر خوف کے درخت کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکے۔ خوف دراصل خدا کی ذات پر بے پناہ ایمان ویقین سے ہی ختم ہوسکتا ہے۔ خوف موجودہ مغربی تہذیب کا امتیازی نشان معلوم ہوتا ہے۔ یہ تہذیب واضح طور پر خوف وحسد میں گرفتار ہے لیکن ایمان کو فکر وعمل کا مرکز بنا کر جرأت و بے باکی اور اولوالعزمی کی صفت کی نشو ونما کی جاسکتی ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کا خوف تو ایمان کی علامت ہے جبکہ غیر اللہ کا خوف چھپا ہوا شرک ہے اغیار کے خوف سے آزاد ہو تو قوت خوابیدہ ہے بیدار ہو جا اللہ کے خوف کے سوا ہر خوف قاطع عمل ہے خوف زندگی کے قافلے کیلئے راہزن ہے۔ جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو سمجھا ہے اس کو خوف میں شرک نظر آتا ہے جب توحید کردار کا راہنما اصول بن جائے تو انسانوں کا کردار اور زندگی سراسر بدل جاتی ہے اور ان کے نزدیک ایک نئی حرارت اور عزت نفس پیدا ہو جاتی ہے کردار سازی میں توحید ورسالت پر ایمان بنیادی شرط ہے۔

ہمارے نظام تعلیم میں کردار کی پختگی اور جرأت کا بڑا فقدان ہے جس کے نتیجے میں جرأت فکر واظہار کے ساتھ ساتھ جرأت تخلیق کی کمی بھی ہوتی جارہی ہے ہر جوش ایمان خوف کو زائل کر دیتا ہے اور اگر علم میں خوف الٰہی کا نور شامل نہ ہو تو وہ صرف چند لگے بندھے اصول بن کر رہ جاتا ہے۔ عدم صلاحیت کی بناء پر افادیت سے بھی محروم ہو جاتا ہے آپ خود سوچیں جو شخص تعلیم کو کاروباری مقاصد کیلئے استعمال کرتا ہے

Marfat.com

14 اور جو اونچی تنخواہ اور آرام دہ نوکری کیلئے زندگی وقف کر دیتا ہے وہ معراج زندگی سے کیسے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

صبر و برداشت

کامیاب زندگی کا دوسرا اصول صبر و برداشت ہے بندہ مومن حصول منزل کیلئے راستے کی مشکلات سے گھبراتا نہیں بلکہ مسکرا کر ان کا استقبال کرتا ہے وہ ہر نئی مشکل کو قرب منزل کا ذریعہ سمجھتا ہے پھر بندۂ حق اسباب کا غلام نہیں رہتا بلکہ اس کی خودی کی قوتیں اس کو سراپا خیر بنا دیتی ہیں پھر وہ خدا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر کسی کیلئے نافع بن جاتا ہے لیکن جو ذرا سی مصیبت پر چیخ اٹھے وہ اس راہ عشق اور وفا کے بازار میں کھوٹے سکے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا جنت الفردوس کی بہاریں انہی کے انتظار میں خراماں خراماں کروٹیں بدلتی ہیں جن کے ہاتھوں میں صبر و برداشت کے گلدستے ہوتے ہیں۔

فقر

فلسفہ اقبال کے مطابق کردار کی تیسری صفت فقر ہے مگر یہ فقر یا استغناء محرومی یا رہبانیت کا نتیجہ نہیں بلکہ اقبال کی نظر میں انفس و آفاق کو تسخیر کرنے، مادی دنیا کے وسائل کو زیر کرنے سائنس اور ٹیکنالوجی میں کمال حاصل کرنے اور دولت و شہرت میں کمال حاصل کرنے کے بعد ان کے مادی سود و زیاں سے بلند تر ہو جانے کا نام فقر ہے وگرنہ تو مال و دولت کی ہوس روحانی و اخلاقی ارتقاء کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے۔ صنعتی انقلاب کے بعد مغربی قوموں نے مال و دولت دنیا کی غلامی اور مادی لذتوں کی اسیری کا جو روپ اختیار کیا اس کا نتیجہ اخلاقی و روحانی خرابیوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ فقر مادی فتوحات کو اعتدال میں رکھتا ہے وہ شخص جو اپنے وسائل سے بلند اور بے نیاز نہیں ہوتا وہ آخر ان کا محتاج ہو جاتا ہے اور احتیاج سے خودی ضعیف ہوتی ہے۔ اگر غور کیا

Marfat.com

جائے تو فقر بھی ایمان کے چشمے سے پھوٹتا ہے۔

اقبال کا تصور فقر مشرقی تصوف کے فقر سے بھی مختلف ہے۔ وہ بیانگ دہل میں کہتے ہیں:

میں ایسے فقر سے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی ومہجوری
نہ فقر کیلئے موزوں نہ سلطنت کیلئے
وہ قوم جس نے گنوایا متاع تیموری

اقبال اپنے تصور فقر کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی ودلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر سے شبیری اس فقر میں امیری ہے
میراث مسلمانی سرمایۂ شبیری

یہ فقر انسان کی دولت وقوت کی مربوط قباحتوں سے نجات دلاتا ہے فقر سے انسان ذہنی وجذباتی اعتبار سے مستحکم ہو جاتا ہے۔

علم کا مقصود ہے پاکی علم وخرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب ونگاہ

یہ حقیقت ہے کہ قیادت اور انسانیت کا جوہر صرف انہی لوگوں کو نصیب ہوا جو مادی لذتوں اور خودغرضی کی زندگی سے بلند تر ہو گئے وہ اپنے وجود کی حیوانی اور سفلی جذبات کو دبانے میں کامیاب ہو گئے لیکن ہماری بدقسمتی یہ رہی ہے کہ نوآبادیاتی دور

Marfat.com

کے سیکولر نظام تعلیم نے تعلیم میں خود غرضی اور تنگ دلی جیسے احساسات شامل کر کے فقر کے ابلتے ہوئے چشمہ کو بند کر دیا ہے لہٰذا فقر کے ان دریاؤں کو بہانا ہی دور حاضر کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بلند مقاصد اور عظیم و جلیل تصورات نے اقوام اور افراد کی تقدیر بدل کر رکھ دی ہے اور بظاہر ناممکن منزلیں حقیقی کارناموں کی صورت اختیار کر گئیں۔ پروانوں کے دلوں میں چراغوں کی ہی نہیں ستاروں کی آرزوئیں مچلتی ہیں لیکن اگر ہم اقبالؒ کی بیان کردہ مذکورہ صفات کو اپنانا شروع کر دیں تو پھر قدسی صفات معاشرہ جنم لے سکتا ہے کیونکہ اگر پوری تہذیب کا مزاج ہی فقر کے رنگ میں بدل جائے تو پھر خدا آگاہ و خدامست انسانوں کا پیدا ہونا بعید نہیں پھر انہیں لوگوں سے وہ قیادت بھی اٹھے گی جس کے خدوخال اقبال ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفرین کار کشاد کار ساز

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دلنواز

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

مغربی معاشروں کی بالادستی کے ذرائع

فرد کی کامیابی ہی معاشرے کی کامیابی ہوتی ہے اور اگر فرد ہی بگاڑ کا شکار ہو جائے تو معاشرہ کردار کے حوالے سے اجڑ جایا کرتا ہے۔ اسلام فرد کی اصلاح کر کے اسے قومی و ملی دھارے میں شامل کرتا ہے۔ آج اگر امت مسلمہ عالمی سطح پر

Marfat.com

سیاسی حوالے سے عالم کفر سے شکست کھا چکی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ اسلام ناکام ہوا ہے بلکہ مطلب یہ ہے زندگی کے جن اصولوں کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا انہیں پر کفار نے اپنے نظام حیات کی عمارت تعمیر کر لی ہے اور قدرت دیکھتی ہے کہ اس کی مخلوق کیلئے نافع کون ہے۔ پس یہ عالمگیر قرآنی اصول ہے کہ جس سے نفع حاصل نہ ہو چاہے وہ فرد ہو یا قوم' فطرت اسے پیس کر رکھ دیتی ہے۔ پھر مصنوعی آکسیجن ایسے افراد اور اقوام کو زندگی کا تحفہ نہیں بخش سکتی اور جو فرد یا قوم انسانیت کیلئے نفع بخش ہے اسے حوادثات دہر کی کوئی آندھی چھیڑ بھی نہیں سکتی۔ علم و تحقیق طہارت و پاکیزگی، انسانیت کی قدر اور انسانی حقوق کے تحفظ جیسی قدروں کو مغرب نے اپنا لیا ہے اور مسلمانوں نے خود ان چیزوں کو کھو کر ان کے چھن جانے پر ماتم کرنا شروع کر دیا ہے لیکن فقط آہ وزاری سے لٹی ہوئی چیزیں ملا نہیں کرتیں بلکہ ان کے حصول کیلئے افراد و اقوام کو جرأت و استقامت کے ساتھ میدان عمل میں نکل کر قربانی دینا پڑتی ہے تب جا کر عظمت رفتہ کی بحالی ممکن ہو سکتی ہے۔

زوال امت مسلمہ کا بنیادی سبب

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ''تم پر ایک وقت آئے گا دنیا کی اقوام تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکا دسترخوان پر ٹوٹ پڑتا ہے اور تمہاری حیثیت پانی کے اوپر جھاگ سے بھی کم ہوگی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا اس وقت ہم تعداد میں تھوڑے ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں تم تعداد میں زیادہ ہو گے لیکن تمہیں ''وھن'' کی بیماری لگ جائے گی۔ وھن عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی بزدلی و بے حمیتی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس کا سبب کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ''حب الدنیا وکراھیۃ الموت'' تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرو گے یعنی دنیا پرستی کی

Marfat.com

وجہ سے بزدلی پیدا ہوگی اور بزدلی کی بدولت اقوام عالم تم پر جھپٹ پڑیں گی۔ اس حدیث پاک کا مفہوم مخالف یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر دنیا سے نفرت اور موت سے محبت کی تو پھر تم اقوام عالم کے پیشوا و امام بن جاؤ گے۔

مسلم امہ کی کامیابی کا راز

مسلم امہ آج پھر کشتی انسانیت کی ملاح بن سکتی ہے لیکن اس کے افراد کو قربانی دینا ہوگی یہ امر واقع ہے کہ وہ چیز جس کو انسان سازی کہا جاتا ہے اس کی حقیقی جگہ مصائب کی درسگاہ ہے لہٰذا مسلم امہ کو مصائب کی کوکھ سے آسانیاں پیدا کرنی چاہیے۔ 1977 میں ''ریڈرز ڈائجسٹ'' میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا:

"Dare to Change Your Life"

جس کا معنی بنتا ہے اپنی زندگی کو بدلنے کی جرأت کرو۔ اس مضمون میں کئی واقعات نقل کیے گئے ہیں جن میں ایک شخص کو ابتداء میں کافی وقت ہوتی ہے وہ مشکلات و نقصانات سے دوچار ہوتا ہے مگر حوصلہ نہیں ہارتا وہ ایک موقع ضائع ہو جانے کے باوجود دوسرے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس کی یہ تدبیر کارگر ثابت ہوتی ہے۔ نتیجتاً وہ ایک بار ناکامی کے بعد دوسری بار کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔ مضمون نگار مضمون کے آخر میں لکھتا ہے کہ زندگی دوسرے مواقع سے بھری پڑی ہے دوسرے موقع کو استعمال کرنے کیلئے جو کچھ درکار ہے وہ صرف صلاحیت ہے کہ آدمی اس کو پہچانے اور حوصلہ مندانہ طور پر اس پر عمل کرے۔ مضمون نگار لکھتا ہے:

Life is full of Second Chance. All we need for a Second Chance, is the ability to recognize it and the courge to act.

زندگی دوسرے موقع کو استعمال کرنے کا نام ہے۔ یہ حقیقت فرد اور قوم کیلئے یکساں صحیح ہے پوری تاریخ اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے صدر اول میں اسلام کو مکہ

Marfat.com

مکرمہ میں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو اسلام نے مدینہ طیبہ کے چانس کو استعمال کر کے اپنی تاریخ بنائی۔ مغربی اقوام صلیبی جنگوں میں اپنے لئے موقع نہ پا سکیں تو انہوں نے علمی مواقع حاصل کر کے دوبارہ کامیابی کا مقام حاصل کیا۔ اس دنیا میں ایک بار کھونے کے باوجود کئی بار دوبارہ پانے کے مواقع موجود رہے ہیں۔ لہٰذا آج مسلمانوں کو اپنے مستقبل سے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ قرآن مجید اور سنت نبوی کے بیان کردہ اصولوں کو دوبارہ اپنا کر اقوام عالم سے اپنا شاندار علمی ورثہ چھیننا چاہئے اکیسویں صدی یقیناً غلبہ امت مسلمہ کی صدی ہے بس صرف بیدار ہو کر مصروف عمل ہونے کی ضرورت ہے۔

مقصد کی تپش

میں کامیاب زندگی کے بارے میں اپنے احساسات وجذبات کا اظہار ان الفاظ سے کروں گا کہ

اگر زندگی کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر کوشاں ہو تو اس کی چلمن میں بہاریں رقص کناں رہتی ہیں، سلگتے انگارے پھول کی سیج معلوم ہوتے ہیں، غیروں کی گالیاں محبت کے سندیسے لگتے ہیں، ہر زخم ذوق سفر میں اضافہ کرتا ہے، راستوں کے کانٹے محبت کی بکھری کلیاں دکھائی دیتے ہیں، رتجگے پرسکون نیند سے زیادہ لطف دیتے ہیں۔ بس صرف شعور مقصد پیدا کرنے کی ضرورت ہے پھر دلوں سے لوٹا ہوا سکون بحال ہو جاتا ہے، فرحت وانبساط کے لمحے انسان کے ہم دامن ہوتے ہیں، پھر انسان دعا کرتا ہے کہ خدا کرے زندگی کی چھائیں کبھی نہ ڈھلیں، وقت کے دھاروں کی چادر مزید لمبی ہو جائے اور کبھی بھی نہ سمٹے کیونکہ اس کا سمٹنا خار فراق کو دعوت دیتا ہے جو شب ہجراں کا ہمجولی ہے۔ اس کے برعکس اگر زندگی سے مقصدیت کا نور چھن جائے تو پھر انسان ''کالانعام بل هم اضل'' کا مصداق ٹھہرتا ہے ایسا انسان جب کلفت

Marfat.com

سے دوچار ہوتا ہے تو وہ شکستہ دل ہو کر تمنا کرنے لگتا ہے کاش زندگی کا حصار ٹوٹ جائے وہ زندگی کے بندھن سے نکل کر موت کی آغوش میں چلا جائے لیکن ''مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے'' کے مصداق اس کی زندگی وموت دونوں ہی اپنی اہمیت کھو بیٹھتی ہیں۔ بے مقصد آدمی چلتی پھرتی لاش ہوتا ہے انسان اور جانور کی زندگی میں صرف مقصدیت کا فرق ہے کہ جانور کے سامنے زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا جبکہ انسان کی تخلیق ہی ایک اعلیٰ ترین مقصد کی خاطر ہوئی ہے بے مقصدی ہر قسم کے بگاڑ کا سبب ہوتی ہے اور مقصدیت ہر طرح کی اصلاح کی جڑ ہوتی ہے۔ بے مقصد آدمی کا دماغ شیطان کا کارخانہ ہوتا ہے جبکہ زندگی بامقصد ہو جائے تو پھر انسان کو وہ نظر نصیب ہو جاتی ہے جو تاریکی میں روشنی کا پہلو دیکھ لیتی ہے اور جو کھونے میں پانے کا راز دریافت کر لیتی ہے مگر یاد رکھیں مقصد سے مراد محض دولت، شہرت اور اقتدار کا حصول نہیں بلکہ مقصد ان چیزوں سے بالا تر ہوتا ہے مقصد سے مراد عبدیت کا معبودیت کے ساتھ اس قدر مضبوط ربط کا پیدا ہو جانا ہے کہ پھر بندے کی زندگی کا ہر دھارا ہی محبوب ومطلوب کی رضا کے در سے پھوٹتا ہو اور مقصد کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ

ہر اک مقام سے آگے ہے مقام تیرا
حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

Marfat.com

مسلم اُمہ کی کفر پر برتری کا راز

آج کا عالم اسلام ماضی قریب کی نسبت زیادہ حساس (Senstive) ذمہ دار اور سنجیدہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی وجہ بھی شاید یہ ہے کہ اب مسلم حکمرانوں کیلئے باہم مربوط ہوئے بغیر اپنے قومی وملی وجود کی بقا کی ضمانت فراہم کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔ آج کی مسلم دنیا کے پاس وسائل کی کثرت ہے، ان کی زمینیں سونا اگلتی ہیں، نئی نسل اپنی لیاقت کا لوہا ہر میدان میں منوا رہی ہے اور جدید علوم میں سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی امت مسلمہ کے عبقری افراد دنیا کے سائنسدانوں اور انجینئرز سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔

اس وقت دنیا میں 60 کے قریب آزاد اسلامی ممالک ہیں جن میں آباد لوگوں کی تعداد ایک ارب تیس کروڑ کے قریب ہے جبکہ دنیا کے دیگر چھوٹے بڑے ممالک میں بھی مسلمانوں کی تعداد 32 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ ان کی آبادی کا تناسب 33 فیصد ہے۔ مسلم ممالک تقریباً 26 کروڑ مربع کلومیٹر رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں جس کا تناسب 17 ہے۔ عالم اسلام زرعی پیداوار اور معدنیات کے اعتبار سے ایک بھرپور قوت کا منبع ہے۔ زرعی اور معدنی وسائل 33 فیصد مسلمانوں کے پاس ہیں۔ دنیا کا سب سے زیادہ تیل عالم اسلام میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کی سب سے زیادہ پٹ سن بنگلہ دیش میں کاشت کی جاتی ہے۔ چائے کی پیداوار بھی بنگلہ دیش میں سب سے زیادہ ہے۔ دنیا کے کل ذخائر کا 66 فیصد مسلمانوں کے پاس ہے۔ کوئلے کے وسیع ذخائر ترکی اور پاکستان میں پائے جاتے ہیں جو 75 فیصد ایران، عراق، مراکش اور افغانستان میں پایا جاتا ہے۔ ناریل کی 30 فیصد پیداوار انڈونیشیا، ملائیشیا اور مالدیپ میں ہوتی ہے اور کھجور

Marfat.com

تو 93 فیصد مصر، ایران، الجزائر اور عراق میں پائی جاتی ہے۔ پٹ سن 43 فیصد پاکستان، بنگلہ دیش، مصر، انڈونیشیا اور ایران میں ہوتی ہے اور قدرتی ربڑ 70 فیصد ملائیشیا اور کیمرون میں پائی جاتی ہے۔ کاغذ کا 40 فیصد انڈونیشیا، ملائیشیا اور نائیجیریا میں میسر ہے۔ اسی طرح قدرتی گیس اور نمک کے وسیع ذخائر الجزائر، ایران، پاکستان، تیونس، ازبکستان، مصر، اُردن اور افغانستان میں پائے جاتے ہیں۔ فطرت کا یہ اصول ہے کہ جتنا عمل سخت ہوتا ہے اتنا ہی ردعمل بھی سخت ہوتا ہے۔ ایک اسامہ کیلئے افغانستان کے مسلمانوں پر جو قیامت برپا کی گئی اور لاکھوں بے گناہ افغانیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں مذہبی و دینی طبقات اور جماعتوں نے اپنے مسلکی و فروعی اختلافات بھلا کر ایک پرچم اور جھنڈے تلے خود جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ اس اتحاد کی برکت ہی تھی کہ سابقہ الیکشن میں مذہبی جماعتیں ایک مؤثر سیاسی قوت کے طور پر ابھری ہیں وگرنہ ماضی میں ان جماعتوں کو اقلیتوں سے بھی کم ووٹ ملتے رہے ہیں۔ اگر اتحاد کی اس عمارت میں نفاق کا رخنہ نہ ڈالا جاتا تو مجھے قوی اُمید تھی کہ موجودہ 2008ء کے انتخابات میں مرکز اور صوبوں میں ایم ایم اے کی حکومت ہوتی۔

اگر یہی تجربہ ملی سطح پر بھی کیا جائے اگرچہ تجربہ کا لفظ مجھے بوجھل بھی لگ رہا ہے کیونکہ ماضی میں امت کے اتحاد کی بدولت ہی دنیا کے تین براعظموں پر اسلام کا جھنڈا لہراتا رہا ہے۔ تاہم نظام خلافت کے منہدم کے بعد یہ ایک نیا تجربہ ہی ہوگا۔ عالم اسلام میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ صاحب فراست و بصیرت افراد نے چند ہی سالوں میں اپنے ملک کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ ملائیشیا کو ہی لیجئے۔ یہ بھی برطانیہ کی نوآبادی رہا ہے۔ اسے 1957ء میں آزادی حاصل ہوئی۔ تنکو عبدالرحمٰن اس کے پہلے وزیراعظم بنے۔ 16 ستمبر 1963ء میں فیڈریشن آف ملایا وجود میں آئی۔ لیکن بعد ازاں ملائیشیا کے ڈاکٹر مہاتیر محمد جیسے عظیم مدبر کی قیادت میسر آگئی جنہوں نے

Marfat.com

اپنی جاندار قیادت سے ملائیشیا کو نہ صرف معاشی اعتبار سے سامراج کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی بلکہ اپنے ملک کو مسلم دنیا میں ایک آئیڈیل فلاحی ریاست کے طور پر پیش کیا۔ آج ملائیشیا میں بھارتی اور آٹو موبائل صنعتوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ ملائیشیا کے آئین کے مطابق اسلام سرکاری مذہب ہے اور وزیر اعظم کا آفس مذہبی معاملات کی براہِ راست نگرانی کرتا ہے اور اب ملائیشیا علمی، صنعتی معاشی اور پیداواری اعتبار سے قیادت کی پوزیشن میں ہے۔

اس طرح کی پیداواری صلاحیتیں مسلم امہ کے ہر ملک میں موجود ہیں۔ اب صرف ایک مدبر، دور اندیش، باکردار اور غیرت مند عالمی مسلم قیادت کی کمی ہے جو بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک مالا میں پرو دے جو مختلف پھولوں کو ایک گلدستے کا رنگ دیدے جو مختلف آزاوں کو ملا کر ایک ساز بنا دے جو کئی تاروں کو یکجا کر کے ایک پیانو بنا دے جس کی ہر تار کو الگ الگ چھیڑیں تو بے شک ان سے پاکستانیت، افغانیت اور عربیت کی آوازیں نکلیں لیکن جب اس قیادت کا ہاتھ اب سب تاروں کو اکٹھا چھوئے تو ان سے لاشرقیہ ولا غربیہ الاسلامیہ الاسلامیہ کی آواز نکلے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر محمد خاتمی کا پاکستان کا دورہ اس سلسلے میں ایک مؤثر پیش رفت ہوسکتا تھا اور جہاں تک قیادت کی بات ہے تو قیادت سے میری مراد کوئی خاص فرد نہیں ہے اور ایسا شاید آج کی جوہری، تکنیکی اور جغرافیائی عالمی صورتحال کے تناظر میں ممکن بھی نہ ہو۔ عالم اسلام میں باصلاحیت لیڈرشپ کی کمی نہیں ہے۔ مختلف میدانوں کے ماہرین فن اور ٹیکنو کریٹس کو مسلم دنیا کے ایک ایک ملک سے چن کر جو اپنی اپنی فیلڈ میں قیادت کرنے والے ہوں' ان پر مشتمل ایک کونسل تشکیل دی جائے جس کا ایک مستقل ہیڈ کوارٹر بھی کسی مسلم ملک میں قائم کر دیا جائے۔ تمام مسلم ممالک اس کونسل کے ممبر ہوں'۔ اس کونسل کے ذمے صرف اور صرف امت مسلمہ کے وسائل کو بروئے

Marfat.com

کارلا کر اس کے مسائل کو حل کرنا ہو۔ تمام مسلم ممالک اپنے داخلی معاملات اپنی حکومتوں کے زیر اثر حل کریں۔ البتہ اپنی خارجہ پالیسی اس کونسل کی وضع کردہ حکمت عملی کے مطابق تشکیل دیں۔ مسلمانوں کے جنگ وامن سے متعلق تمام عالمی امور اسی کونسل کے ذریعے طے پائیں۔ ساری مسلم کمیونٹی میں یورو اور ڈالر کی طرز پر ایک ہی اسلامی سکہ رائج کیا جائے جیسا کہ ملائیشیا کے بعض ماہرین اقتصادیات مسلم ملکوں کے تعاون سے ڈالر کی بجائے باہمی تجارت کیلئے گولڈ دینار رائج کرنے کے منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا اور فوری نتیجہ یہ ہوگا کہ طاغوت اور سامراج کے سرغنہ امریکہ کو ایک اسامہ کیلئے لاکھوں افغانیوں کو بھوننے کی بجائے اور ایک صدام کی خاطر کروڑوں عراقیوں کو ایٹمی قوت سے نیست ونابود کرنے کی بجائے اور چند افراد سے ذاتی مفاد کی وجہ سے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو مفلوج کرنے کی بجائے اس کونسل کے پاس جانا ہوگا اور کونسل کی اجازت سے ہی عالم اسلام کے خلاف کوئی ناگزیر اقدام کرنا ہوگا۔ وگرنہ مسلم دنیا کے کسی ایک فرد یا زمین کے ایک چپے پر حملے کو سارے عالم اسلام پر حملہ تصور کیا جائے گا۔

اگرچہ او آئی سی کی طرز پر مسلمانوں کا ایک ادارہ پہلے کام کر بھی رہا ہے تاہم اس کا کردار عالمی، سیاسی صورتحال کے تناظر میں زیادہ موثر نہیں ہے۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب مسلمانوں کے کسی علاقے پر شب خون مارا جا چکا ہوتا ہے لیکن مسلم امہ کی کونسل کے قیام کے نتیجے میں اجتماعی قیادت سے فرق یہ پڑے گا کہ پورے عالم اسلام میں بے اعتمادی اور سراسیمگی کی فضا ختم ہوگی اور مسلم امہ ایک بار پھر انگڑائی لے کر ایک طرف دانائے راز علامہ محمد اقبال کے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرے گی کہ

Marfat.com

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے
نیل کے ساحل سے لے تابخاک کاشغر

اور دوسری طرف اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی سے اقوامِ عالم پر آشکارا کر دے گی کہ یہ امت اپنے ابدی احکام اور دائمی تعلیمات کی بدولت اب بھی ہر قسم کے چیلنجز سے نبرد آزما ہو کر دنیا کی قیادت کر سکتی ہے۔ اگر اب بھی مسلم دنیا کے اربابِ بست و کشاد اور احباب حل وعقد نے عالمی مسلم بستی کے قیام کیلئے جدوجہد کر کے اسے عملی وحتمی شکل نہ دی تو پھر عنقریب عالمی دہشت گرد اور غرور و تکبر کے نشے میں دھت امریکہ کو ہر باریش آدمی اسامہ نظر آئے گا۔ ہر باصلاحیت مسلم شہری القاعدہ کا رکن نظر آئے گا اور ہر مسلم ریاست سے اسے ایٹم بم کی بو آئے گی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ عالمی وحشی درندہ ملت محمدیہ کے ممالک کو ایک ایک کر کے پیس کر رکھ دے۔ موجودہ عالمی صورتحال کے تناظر میں لمحوں کی تاخیر صدیوں کی سزا پر حاوی ہو سکتی ہے کیونکہ تاریخ کا فیصلہ یہ ہے۔

تاریخ کی گھڑیوں نے وہ دور بھی دیکھا ہے
لمحوں نے خطا کی تھی صدیوں نے سزا پائی

Marfat.com

عالمی دہشت گردی کے اسباب اور ان کا حل

دہشت گرد چاہے افریقہ کا ہو یا امریکہ کا، ایشیا کا ہو یا یورپ کا' اس کا کوئی وطن، کوئی دین کوئی ملک نہیں ہوتا وہ صرف دہشت گرد ہوتا ہے۔ دہشت گردی کی آگ پہلے صرف محدود دائروں میں بھڑکی ہوئی تھی مگر اب اس آگ کے شعلوں نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ 9/11 کے بعد امریکہ اور مغربی استعمار کو چاہیے تھا کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھتے اور دہشت گردی کے اسباب کا سراغ لگا کر اس کے ازالہ کی کوشش کرتے مگر امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے نائن الیون کے واقعہ کی بدولت دنیا کی کمزور بالخصوص مسلم ریاستوں کے خلاف جارحیت کے جواز کی راہیں تلاش کرنا شروع کر دیں اور بغیر کسی ٹھوس شہادت اور ثبوت کے کابل سے بغداد تک خونِ مسلم کی ندیاں بہا دیں اور رفتہ رفتہ امریکی صدر خود کو ساری دنیا کا بے مہار لیڈر سمجھنے لگ گیا۔ مگر شائد اسے خبر نہیں کہ

تم سے پہلے جو اک شخص یہاں تخت نشیں تھا
اس کو بھی خدا ہونے کا اتنا ہی یقیں تھا

امریکہ اور روس کے استعماری اتحادیوں کے جنگی اقدامات دفاعی نہیں بلکہ جارحانہ ہیں۔ بش اور بلیئر کی قیادتیں غارت گر اقوام ہیں جس دہشت گردی کا بہانہ بنا کر انہوں نے مسلم ممالک کی سرحدوں پر چوکیاں قائم کیں اور وہاں نظام زندگی کو مفلوج بنایا ہے۔ آج اسی دہشت گردی کا شکار مسلم امہ بھی ہے۔

سعودی عرب جو ساری ملت اسلامیہ کی عقیدتوں کا مرکز ہے اور جسے پر امن ملک سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی امریکی و مغربی خفیہ ایجنسیوں کی انسانیت سوز سازشوں کے

Marfat.com

نتیجے میں دہشت گردی کا شکار ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان ہے جو پورے عالم اسلام میں واحد ایٹمی قوت ہے مگر یہاں بھی غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں نے اپنے جال پھیلا رکھے ہیں۔ آئے روز کے دھماکوں سے پاکستان کا کونہ کونہ لرز رہا ہے۔ صرف کراچی کو ہی لے لیں جو پاکستان کی تجارتی شہہ رگ ہے۔ وہاں ایک ماہ میں دہشت گردوں نے ایسے ہولناک دھماکے کئے ہیں کہ کاروبارِ حیات معطل ہو کر رہ گیا ہے اور صرف کراچی کے سوا کروڑ لوگوں کی زندگیاں دہشت گردی کی آگ میں جھلس رہی ہیں۔ دہشت گردی صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا بھر میں ''ام الامراض'' بن چکی ہے۔ دہشت گردوں کے بڑے منظم اور طاقتور گروہ اپنے مضبوط نیٹ ورک کے ساتھ مذموم کارروائیوں میں مصروف ہیں جنہوں نے ریاستی قوت، جاسوسی کے نظام اور اربابِ حل وعقد کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنا کام جاری رکھا ہوا ہے اور دہشت گردی کی وجہ سے دنیا میں غربت، جہالت اور بے راہ روی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ کوئی صاحب دہشت زدہ فضا میں سرمایہ کاری کرنے کا رسک نہیں لیتا مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت حال کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً ہر صاحب فہم وذکاء انسان یہی کہے گا کہ اس کی ذمہ دار وہ طاقتیں ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنے فکر وعمل سے امن کی بجائے دکھ ہی بانٹے ہیں۔ اس فعل کی دلیل جانی ہو تو آپ دہشت گردی کے اسباب کا جائزہ لیں۔

دہشت گردی کے اسباب

دہشت گردی دراصل مفلوک الحال اور تنگدست لوگوں کی طرف سے قوت وطاقت اور وسائل رزق پر قابض استحصالی طبقات کے خلاف اعلانِ بغاوت ہوتی ہے۔ تاہم اس کے درج ذیل اسباب ہیں۔

1.....کارپوریٹ گلوبلائزیشن کے نتیجے میں صنعتی ممالک کا غریب اور ترقی پذیر ممالک کا معاشی استحصال کرنا۔

Marfat.com

2.....عالمی سطح پر ایسی پالیسیاں وضع کرنا جن کے نتیجے میں صرف ایسے مخصوص طبقات کی اجارہ داری قائم ہو سکے اور جو باقی دنیا کو اپنے پنجۂ جبر میں دبوچ سکیں۔

3.....مقبوضہ ممالک اور ریاستوں میں آزادی اور حریت فکر کی تحریکوں کو کچلنے کیلئے طاقت کا استعمال کرنا۔

4.....دنیا میں اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کیلئے کمزور ممالک کے خلاف ابلاغیات کی جنگ (Media War) لڑنا۔

5.....کثیر النسل اور کثیر اللسان ممالک میں مخصوص گروپس اور افراد کو امداد دے کر وہاں طبقاتی، لسانی اور نسلی اختلاف کو ہوا دینا۔

6.....استعماری ممالک کا اپنی خفیہ ایجنسیوں کو دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں مُداخلت کیلئے مکمل اختیار (free hand) دینا۔

7.....غریب عوام کو کڑی شرائط پر سودی قرضے جاری کرنا اور بعد ازاں ان پر من گھڑت پالیسیاں تھوپنا۔

یہ ہیں وہ اسباب جن کی بدولت جبر و استحصال کا مارا کوئی انسان اٹھتا ہے اور اپنے جسم سے بم باندھ کر طاقتور طبقات سے ٹکرا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور برطانیہ نے کچھ کرائے کے دہشت گرد اور ٹٹو بھی پال رکھے ہیں جو اپنے مادری اور سفلی جذبات کی تسکین کیلئے پوری دنیا کے سکون کو غارت کر رہے ہیں۔ کابل سے لے کر بغداد تک اور بیت المقدس سے لے کر سری نگر تک امریکی و اسرائیلی دہشت گردوں نے بڑی سفاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملت اسلامیہ کے جسم کا انگ انگ خون میں نہلا رکھا ہے۔

دہشت گردی کا خاتمہ

دہشت گردی کے خاتمے کے ایک سو ایک طریقے بیان کیے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

بشرطیکہ انہیں صفحہ قرطاس پر ہی نہ رہنے دیا جائے بلکہ عملی طور پر متشکل بھی کیا جائے۔
میرے نزدیک عالمی دہشت گردی کا خاتمہ صرف درج ذیل طریقوں سے ہی ممکن ہے۔

1.....دنیا بھر میں جہاں کہیں جابر اقوام نے کمزور اقوام کو محکومی کی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے انہیں ان کی پنجہ ظلم سے نجات دلوائی جائے جیسے کہ کشمیر، فلسطین اور عراق وغیرہ میں مسلم قومیت ظلم وستم سہہ رہی ہے۔ وہاں آزادی اور حق خودارادیت کی تحریکوں کو پرامن طریقے سے اپنی جدوجہد جاری رکھنے کی اجازت دی جائے۔

2.....ترقی یافتہ ممالک، ترقی پذیر اور غریب ممالک کے خلاف معاشی جنگ بند کردیں۔ نیز امریکہ وبرطانیہ اپنی جارحانہ (Agrresive) اقتصادی پالیسیوں سے باز آجائیں۔

3..... دنیا میں امن کے نام پر غارت گری کرنے والے امریکی نیو ورلڈ آڈر کی بساط لپیٹ دی جائے۔

4.....تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of civilizations) کی بجائے تہذیبوں میں مفاہمت (understanding in civilization) کی پالیسی اپنائی جائے۔

5.....امریکی ویورپی اقوام ساری دنیا پر بالادستی کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ اگر یہ اقوام حقیقتاً دنیا کی قیادت کرنا چاہتی ہیں تو دنیا میں بطور خاص مسلم ممالک میں دھماکے کرانے، میڈیا وار لڑنے، سلطنتیں اور تخت الٹنے اور فرقہ واریت کو ہوا دینے جیسے جرائم سے باز آکر دنیا کو ساتھ لے کر چلیں۔

6.....اپنی خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیوں کو منفی دائروں میں جاری رکھنے کی بجائے انہیں مثبت سمت کی طرف رہنمائی فراہم کریں۔ مثلاً خفیہ ایجنسیوں کا کام ریاستوں کے درمیان تصادم کے تانے بانے بننا نہ ہو بلکہ ان میں ہم آہنگی کی راہیں تلاش کرنا ہو۔

7.....علم سب کیلئے (Knowledge for All) کے مطابق حصول علم خصوصاً

Marfat.com

سائنسی اور فنی تعلیم کے دروازے ہر خاص وعام کیلئے کھول دیئے جائیں۔

8.....تمام ایٹمی ممالک اپنے ایٹمی ہتھیاروں کی تلفی یا ان کے عدم استعمال کے معاہدے پر دستخط کریں اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

9.....ایسے گروپ یا تنظیمیں جن پر دہشت گردانہ کاروائیوں کا الزام ہے انہیں طاقت کے بل بوتے پر کچلنے کی بجائے ان سے مذاکرات کئے جائیں اور اگر ان کے مطالبات جائز نوعیت کے ہوں تو انہیں ماننے سے گریز نہ کیا جائے۔

قارئین کرام! یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم اس دنیا کو دہشت گردی کی آگ کے شعلوں سے نجات دلا سکتے ہیں۔ وگرنہ تو آئے روز دھماکوں نے خرمن امن کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ دنیا کے گلستانوں میں امن کی بہاریں صرف اسی منہج پر چل کر ہی آسکتی ہیں ورنہ کون نہیں جانتا کہ ف ایک بٹن دبانے سے یہ دنیا آگ کے آلاؤ میں جھلس سکتی ہے۔

Marfat.com

کوسووکی آزادی..... یورپ میں دوقومی نظریہ کا احیاء

18 فروری کو ادھر پاکستان عام انتخابات کے ذریعے آمریت کی آہنی زنجیروں سے آزاد ہوکر جمہوریت کی پٹڑی پر چلنے کی کوشش کا عملی آغاز کر رہا تھا تو ادھر یورپ کے وسط میں طویل جدوجہد آزادی کے بعد آزاد نو مسلم ریاست طویل جدوجہد کے بعد مغرب کے نقشے پر نمودار ہو رہی تھی۔ ادھر آمریت کا غرور خاک میں مل رہا تھا۔ اُدھر غلامی کی زنجیریں ٹوٹ رہی تھیں۔ ادھر پاکستانی عوام ظالمانہ نظام کے چنگل سے نجات حاصل کر رہی تھی۔ اُدھر کوسووکی مسلم عوام سربیا کے فرعونوں کے دست تشدد سے آزادی حاصل کر رہی تھی۔ کوسووکی آزادی، ترکی میں حجاب پر پابندی کا خاتمہ اور پاکستان میں ڈکٹیٹر شپ پر مبنی عمارت کا زمین بوس ہونا کتنی مشابہت رکھتا ہے۔

کوسووقدیم اور تاریخی علاقہ ہے، یہ سربیا کا جنوب مشرقی صوبہ ہے جو سابق یوگوسلاویہ کے منتشر ہونے کے بعد سربیا کا حصہ بن گیا تھا مگر اس خطہ میں 90ء کی دہائی میں امن وامان کی خراب صورتحال 1999ء میں جا کر ختم ہوئی۔ 16 جنوری 1999ء کو رکاک شہر سے 45 البانوی مسلمانوں کی نعشیں برآمد ہوئیں تو مقامی آبادی مشتعل ہوگئی۔ اس دوران سرب فوج اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کا آغاز ہوا۔ چنانچہ البانوی مسلمان باشندوں نے کوسوو کے وزیراعظم ہاشم تاچی کی قیادت میں آزادی کی تحریک شروع کردی۔ ہاشم تاچی نے کوسوو کے لبریشن کے قائد کی حیثیت سے 1998ء تا 1999 میں بڑی جرأت کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑی مگر عددی قلت اور عالمی سفارتی امداد کی کمی کی وجہ سے مطلوبہ اہداف کو حاصل نہ کیا جاسکا۔ ادھر سربیا کے جابر حکمرانوں نے کوسوو کے مسلم باشندوں کو بدترین انتقام کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں

Marfat.com

پانچ لاکھ مسلمان باشندے ہمسایہ ملک البانیہ میں پناہ گزین ہوئے۔ اس انتقامی جنگ میں ہزاروں حریت پسند مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ مساجد اور گرجا گھروں سمیت انفراسٹرکچر کو شدید نقصان پہنچا جس سے کوسوو کی حیثیت بھی بری طرح متاثر ہوئی۔ اس صورتحال پر اقوام متحدہ نے کوسوو کے متعلق اپنا خصوصی مشن بھیجا جسے United Nation Mission in Kosovo کا نام دیا گیا۔ اس مشن کوسوو میں قیام کے دوران پراونشل انسٹی ٹیوشن آف سلف گورنمنٹ (PISG) اور نیٹو کا تعاون حاصل رہا۔ اس لحاظ سے اگرچہ کوسوو کی آزادی میں سفارتی سطح پر اقوام متحدہ اور نیٹو کا بھی عمل دخل ہے لیکن اصل میں کوسوو کی آزادی میں عوام کی بے پناہ قربانیاں شامل ہیں۔ کوسوو کی آزادی کا کریڈٹ ان حریت پسند مجاہدین کو جاتا ہے جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے تحریک آزادی کی جڑوں کو سینچا اب جبکہ البانوی مسلمان باشندے کوسوو کی سڑکوں پر جشنِ آزادی منا رہے ہیں تو آزادی کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے شہداء کی روحیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں:

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کر لینا جب چمن میں بہار آئے

ایک طرف عالمی سطح پر ابلاغیاتی جنگوں (Media Wars) کے ذریعے مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے کیلئے ان پر دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے تو دوسری طرف بے شمار مقبوضہ مسلمان علاقوں میں آزادی، بیداری اور احیاء کی لہر اُٹھی ہوئی ہے۔ موجودہ عالمی صورتحال نے مسلمانوں کو اغیار پر بھروسہ کرنے کی بجائے خود اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ بخشا ہے۔

کوسوو جس کا کل رقبہ 10887 مربع کلومیٹر اور آبادی 22 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں 92 فیصد البانوی مسلمان شامل ہیں جبکہ سربوں اور ترکوں سمیت

Marfat.com

6 فیصد باقی اقوام ہیں۔ مسلمانوں میں 90 فیصد آبادی سنی مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ کوسوو کا صدر مقام ''پرسٹینا'' ہے۔ کرنسی یورو جبکہ قومی سطح پر بولی جانے والی زبانیں البانوی، سرلی اور انگریزی ہیں۔

گزشتہ دنوں جب کوسوو کی پارلیمنٹ میں وزیراعظم ہاشم تاچی نے ان الفاظ کے ساتھ ''کوسوو کی آزادی کا اعلان کیا کہ کوسوو اب آزاد، جمہوری اور خودمختار ملک ہے'' تو اسلام دشمن طاقتوں کیلئے یہ اعلان شدید جھٹکے سے کم نہیں تھا کیونکہ اگر ہم یورپی یونین کی موجودہ 27 ریاستوں کا جائزہ لیں' ان میں بوسنیا کے بعد سربیا کے صوبے کوسوو کا آزاد ہونا درحقیقت یورپ میں دوقومی نظریہ کے احیاء کا اعلان ہے۔

مجھے قوی یقین ہے کہ کوسوو کی طرح یورپ کے دیگر خطوں میں جہاں کہیں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہ بھی عنقریب اپنے جداگانہ تشخص کی بقاء کیلئے آزاد خطہ زمین کا تقاضا کریں گے۔ اس طرح دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مستقبل قریب میں یورپ کے کئی ممالک میں آزاد مسلمان ریاستیں قائم ہوں گی جو سابق عربی سپین کی طرح یورپ کی نشأۃ ثانیہ کا باعث بنیں گی۔

جے ایم رابرٹس ایک منصف مزاج مؤرخ سمجھا جاتا رہا ہے، اس نے تاریخ کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے دنیا کی تاریخ پر J.M.Roberts کی دس سو پچاس (1050) صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''The Pelican History of the world'' بھی ہے جس میں رابرٹس نے کھلے لفظوں کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ عربی سپین (Arab Spain) ہی یورپ کی نشأۃ ثانیہ کا سبب تھا۔ حتیٰ کہ انڈیا، چین اور یونان کی علمی وراثت بھی اسپین مسلمان ہی کے ذریعے یورپ تک پہنچی ہے۔ اس نے لکھا کہ یہ حقیقت ہے کہ قرون وسطیٰ میں یورپ کسی بھی دوسری تہذیب کا اتنا احسان مند نہیں جتنا کہ اسلام کا ہے۔

Marfat.com

"To no other civilization did Europe owe so much in the middle ages as to Islam (P511)."

لہٰذا یورپ کی موجودہ تمدنی ترقی اسلام کے علمی نظام کی برکات کا نتیجہ ہے اور کوسووکی آزادی جہاں گم گشتہ علمی میراث کی حفاظت کا باعث بنے گی وہاں دنیا بھر میں جاری حریت اور آزادی کی تحریکوں کیلئے پیش خیمہ بھی ثابت ہوگی۔ عراق، چیچنیا، افغانستان اور کشمیر میں خون کی ندیاں بہانے والے مجاہدین کی قربانیاں عنقریب رنگ لانے والی ہیں۔ ظلم کی سیاہ رات چھٹنے والی ہے اور آزادی کا سویرا طلوع ہونے والا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان سمیت دیگر مسلمان ممالک کوسووکی آزادی کو کھلے دلوں سے تسلیم کریں تاکہ یورپ کے وسط میں قائم ہونے والی یہ تیسری اسلامی ریاست مسلم امہ کی نشأۃ ثانیہ کا باعث بن کر چمن دنیا کو نغمۂ توحید سے معمور کردے۔

Marfat.com

عالم اسلام کے خلاف نیا امریکی پلان

امریکہ نے گیارہ ستمبر کے بعد دہشت گردی کے نام پر عالمِ اسلام کے خلاف شروع کردہ جنگ کو ابھی تک ختم نہیں کیا، افغانستان اور عراق پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جانے کے بعد اب دیگر مسلم ممالک کے خلاف منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ امریکہ نے سعودی عرب پر الزام لگایا ہے کہ سعودی عرب دہشت گردی کی پشت پناہی اور اس کی مالی امداد کررہا ہے بلکہ القاعدہ کے بعض مراکز کو مالی طور پر مستحکم کررہا ہے۔

ادھر کچھ دن قبل امریکی ادارے ایف، بی، آئی نے اپنے حلیف دوست ملک کے خلاف بھی یہ ہنگامہ کھڑا کردیا کہ پاکستان بھی القاعدہ کے اراکین کو فنڈز فراہم کررہا ہے صرف یہی نہیں بلکہ امریکی وزیرخارجہ کولن پاول شام کو مسلسل دھمکیاں دے رہے ہیں کہ شام نے سابق عراقی صدر صدام حسین کو پناہ دے رکھی ہے۔ ادھر ایران پر دباؤ میں اضافہ کیا جارہا ہے اور عنقریب ایک تحقیقاتی ٹیم ایران کے دورے پر بھیجی جارہی ہے۔ اس سارے پلان کے پس پردہ سازش یہ کارفرما ہے کہ امریکہ وسطی ایشیا سے لے کر شرق اوسط تک تمام ممالک کو اگر باضابطہ اور روایتی نہیں تو کم از کم ''حکم کا غلام'' ضرور بنا کر رکھنا چاہیے تاکہ وسطی ایشیاء اور خلیجی ریاستوں کے جیو پولیٹیکل اینڈ اکنامک (Geo-political and economic) نقشے کو تبدیل کرکے ان علاقوں سے اپنے اقتصادی اور سیاسی مفادات حاصل کئے جاسکیں۔

دراصل امریکہ ''شیطانی کھیل'' کے ذریعے دشمن مسلم ممالک کو بلیک میل کرنے اور دوست مسلم ممالک کو تذبذب میں ڈال کر نچلی سطح (Ground leve) تک اپنے خودغرضانہ پلان کی تکمیل چاہتا ہے۔ لائبیریا کو ہی لیجئے جہاں اگرچہ چالیس

Marfat.com

فیصد مسلمان ہیں۔ لیکن امریکہ نے 1997ء میں اپنے ایک پالتو حلیف چارلس ٹیلر کو لائبیریا کا انتظامی وآئینی سربراہ بنادیا چارلس ایک متعصب آدمی تھا جس نے اقتدار میں آتے ہی مسلمانوں کے خلاف اپنی انتقامی کاروائیوں میں اضافہ کردیا جس کے نتیجے میں تقریباً سات لاکھ مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا۔ اسلامی مراکز اور مساجد کو بند کرنے کیلئے تمام خفیہ اور اعلانیہ حربے استعمال کئے گئے۔ چنانچہ چارلس کے مسلم کش اقدامات کی بدولت لائبیریا سے لیکر پورے براعظم افریقہ میں اسلامی تحریک کو سخت نقصان پہنچا۔ چارلس اپنی وفاداریوں کی قیمت چکا رہا تھا لیکن عالمی طاغوت کا سرغنہ امریکہ ہمیشہ اپنے حلیف سے مقاصد پورے ہونے کے بعد متعلقہ شخص، ادارے یا ملک سے آنکھیں چرالیتا ہے۔ ایسا ہی ڈرامہ چارلس کے ساتھ بھی کیا گیا اور اسے کچھ عرصہ قبل اقتدار سے علیحدہ کردیا گیا۔ اب حال ہی میں امریکی وزیرخارجہ کولن پاؤل نے لائبیریا کا دورہ کرکے وہاں کے وزیراعظم سے ملاقات کی ہے۔ دنیا بھر کا میڈیا جانتا ہے کہ کولن پاؤل نے لائبیریا کیلئے امریکی مالی اور طبی امداد کو وہاں عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ مشروط کردیا ہے۔ اس طرح براعظم افریقہ میں امریکہ اپنے چیلے حکمرانوں کے ذریعے اسلام کے درخت کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے تاکہ افریقہ کی آنے والی مسلمان نسلیں یا تو عیسائیت کی گود میں پروان چڑھیں یا پھر دہلیز شعور تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کے ذہنوں سے ''فکری اسلامی'' کا چراغ گل کردیا جائے۔ یہ امریکی کھیل صرف ایک ملک براعظم میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں جاری ہے' اب ہم ایشیا کی طرف آتے ہیں۔

مسئلہ کشمیر میں امریکہ نے بڑے عرصہ سے اپنی ٹانگیں اڑائی ہوئی ہیں۔ امریکہ مسئلہ کشمیر کے حل کیلئے اپنے پرانے تقسیم کشمیر کے فارمولے پر عمل آمد چاہتا ہے تاکہ ایک حصہ پاکستان اور دوسرا بھارت کے پاس جانے کے بعد تیسرے حصے پر

Marfat.com

امریکی کنٹرول مضبوط ہو سکے۔ اس طرح مسئلہ کشمیر کے حل کے نام پر امریکہ جنوبی ایشیاء میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانا چاہتا ہے تا کہ ایک طرف ایشیا کی سیاست پر امریکہ کی گرفت مضبوط ہو سکے اور دوسری طرف چین کی طرف سے ممکنہ خدشات سے نمٹا جا سکے کہا جا رہا ہے کیمپ ڈیوڈ اور شرق اوسط کے روڈ میپ کی طرح امریکہ نے تقسیم کشمیر کا مکمل روڈ میپ تیار کر لیا ہے اور عنقریب امریکہ اپنے اس روڈ میپ پر سختی سے عمل کروانا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے حکومتِ پاکستان پر دباؤ میں اضافہ کیا جا رہا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں دراندازی بند کی جائے۔ امریکی نفاق کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف امریکہ نے عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حکومت پاکستان کو اپنا اتحادی بنایا ہوا ہے اور دوسری طرف مسئلہ کشمیر پر امریکہ پاکستانی حکومت کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔

امریکہ کی اسلام دشمنی اب ڈھکی چھپی بات نہیں رہی جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ گزشتہ دنوں امریکی وزارت خارجہ کے ایک ترجمان فلپ ایکر نے صحافیوں کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ امریکہ نے اسرائیل کو فالکن ریڈار بردار طیارے بھارت کو فروخت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ان طیاروں پر ریڈار نصب ہوتے ہیں جو پیشگی حملے کی اطلاع دیتے ہیں۔ امریکہ نے بھارت اور اسرائیل سے کہا ہے کہ اسے دونوں ممالک کے اس سمجھوتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے حالانکہ چین پر ان طیاروں کی فروخت پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے دنیا بھر میں راسخ العقیدہ اسلامی برادری کے خلاف ایک خفیہ ایکشن پروگرام مرتب کر رہی ہے۔ سی آئی اے امریکی سپیشل فورسز کی بمباری کیلئے ہر وقت اہداف تلاش کرتی رہتی ہے۔ یہ سی آئی اے کے ہی تجویز کردہ الفاظ تھے جنہیں امریکی صدر بش افغانستان کے خلاف جارحیت کے دوران دہراتا رہتا تھا۔ "We will rout them out" یعنی ہم ان (مسلم مجاہدین) کو ان کی پناہ گاہوں سے نکال دیں

Marfat.com

گے۔ سقوطِ کابل کے بعد ایشیاء میں اگلا امریکی ہدف یہ ہے کہ پاکستان کو عالمی سطح پر سیاسی معاشی اور سفارتی حوالے سے کمزور کیا جائے۔ امریکی فوجیوں کے ہاتھوں پاکستان نوجوانوں کی حالیہ شہادت اور کابل میں پاکستانی سفارت خانے میں شمالی اتحاد کے ذریعے جو گڑبڑ کروائی گئی اس کے ڈانڈے بھی امریکہ کے عالم اسلام کے خلاف جاری خفیہ پلان سے ملتے ہیں۔

امریکی تھنک ٹینکس اور خفیہ ادارے دنیا بھر میں پھیلی اسلامی تحریکوں کو کچلنے کیلئے ہر وقت نہ صرف تانے بانے بننے میں مصروف کار ہیں بلکہ اس مقصد کیلئے ایک فعال اور منظم نیٹ ورک بھی متحرک ہے جس کی عملی شہادت دیکھنی ہو تو افغانستان، عراق، وسطی ایشیا کی ریاستوں، قطر، کویت، سعودی عرب اور خلیج میں امریکی فوجوں کی موجودگی کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان ممالک کے علاوہ دیگر مسلم ممالک میں فوجی اڈوں اور بیس کیمپ کی تلاش کا عمل جاری ہے تاکہ امریکہ دنیا بھر میں حقیقی معنوں میں پولیس مین کا کردار ادا کر سکے۔ لیکن ''ہر کمال را زوال'' کی طرح مجھے یقین کامل ہے کہ بالآخر امریکی قوت کا شیرازہ بکھرے گا، جمہوریت اور آزادی کے نام پر جاری امریکی ''شیطان سرکس'' اپنے منطقی اور ڈرامائی انجام کو ضرور پہنچے گی جس طرح عراق میں امریکی فوج کی آتش فشانیوں کے بعد وہاں اسلامی غیرت بیدار ہو رہی ہے اور اسلام بنام جمہوریت مغرب بمقابلہ بدی کا امریکی محور اور عرب قومیت بنام سیاسی افکار جیسے تصادم دیکھنے میں آرہے ہیں۔ اس طرح دنیا بھر میں مسلم حمیت جاگ رہی ہے جونہی مسلم امہ متحد ہو کر انگڑائی لے گی کفر کی لومڑیوں کو بھاگنے کیلئے جگہ نہیں ملے گی، بس ایک بار دبی ہوئی ایمان کی چنگاری کے سلگنے کی دیر ہے پھر قرآن مجید کا وعدہ ہے: وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی تم ہی غالب ہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔

Marfat.com

.....حصہ چہارم.....

☆قلبی واردات اور روحانی مسائل کا حل ☆

اس حصہ میں اس اسلامی خانقاہی نظام کا مختصر جائزہ لیا پیش کیا گیا ہے جس کی برکات سے مدتوں انسانیت کا آنگن آباد رہا۔ آج ہم کس طرح اس چشمۂ صافی سے اپنی تشنہ لبی کا سامان کر سکتے ہیں' اس کا حل اس حصہ میں پیش کرنے کی ایک ادنیٰ سی کاوش کی گئی ہے۔

Marfat.com

امت مسلمہ کو پھر ایک حسین کی تلاش

آج جس عراق پر آگ اور خون کا کھیل جاری ہے۔ بچے یتیم ہو رہے ہیں، عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں اور ان کے سہاگ لٹ رہے ہیں، ماؤں کی گودیں اجڑ رہی ہیں اور کڑیل جوانوں کا لہو زمین کو سیراب کر رہا ہے۔ یہ وہی عراق ہے جہاں کبھی یزیدی فوجیں حسینی لشکر کے ساتھ برسر پیکار ہوئی تھیں، وہی بغداد ہے جہاں کبھی ہلاکو اور چنگیز خان نے اپنی بربریت کے مظاہرے کئے تھے، دجلہ کی موجیں آج بھی مسلمانوں کے علمی خزانوں کی راکھ کو اپنے سینوں میں دفن کئے سطح آب پر رواں دواں ہیں اور دریائے فرات کی لہروں سے خون مسلم کی سرخی ابھی نہیں اُتری کہ ایک بار پھر عصر حاضر کا عالمی دہشت گرد سرزمین عراق پر فرعونیت کے مظاہرے کر رہا ہے۔ تیل کا پیاسا بش خون کی ندیاں بہا رہا ہے۔ اسلامی تہذیب وثقافت کے امین شہروں بغداد، کربلا، بصرہ، ناصریہ اور نجف اشرف مسلسل شیطانی طاقتوں کی بمباری کی زد میں ہیں۔

کاش! مسلم امہ کی قیادت نے غیرت مندی کا مظاہرہ کیا ہوتا، چلو باقی نہ سہی صرف عرب دنیا کے حکمران ہی اکٹھے ہو جاتے تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اپنے ناپاک پاؤں سے ولیوں، صحابیوں اور پیغمبروں کی سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت نہ ہوتی لیکن کیا کہیے۔

غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

ہر مسلم حکمران کے ذہن پر "سب سے پہلے پاکستان" والا نعرہ ہی سوار ہے اور ہر کوئی فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار ادا کرنے کیلئے بے تاب دکھائی دیتا ہے ان کون سمجھائے کہ وطنیت پر قومیت کی بنیاد رکھنے والے حکمرانو! اس طرح تو انسانیت

Marfat.com

دشمن امریکہ ایک ایک کر کے تمہیں روند ڈالے گا، افغانستان کے بعد عراق کی باری آسکتی ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ایران، سعودی عرب اور پاکستان کی باری نہیں آسکتی ہے۔ خدانخواستہ خاکم بدہن کل اگر امریکہ اور اس کے اتحادی مکہ و مدینہ پر اپنی وحشت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو کیا پھر بھی سب سے پہلے پاکستان کے نعرے ہی لگاؤ گے لیکن اگر ''سب سے پہلے اسلام'' ہوگا تو پھر طاغوت کے گماشتے امریکہ کو ملت اسلامیہ کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانے سے قبل ہزار بار یہ سوچنا ہوگا کہ وہ ایک ملک کے خلاف لڑنے نہیں جا رہا بلکہ اسے (60) مسلم ممالک کے بلاک سے ٹکرانا ہے۔ اس کا مقابلہ مختصر عراقی جمعیت، چند افغان مجاہدوں اور پاکستان یا ایران کی چھوٹی فوجوں سے نہیں ہے بلکہ جذبۂ جہاد سے سرشار 66 لاکھ 76 ہزار پانچ سو مسلم نوجوانوں کی فوج سے ہے جس کا ہر سپاہی شہادت کو سعادت سمجھتا ہے، زندگی سے زیادہ موت سے پیار کرتا ہے اور جو دین اسلام پر فدا ہونے کو کائنات کا سب سے بڑا اعزاز گردانتا ہے لیکن اگر امت مسلمہ خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئی تو پھر جس طرح گزشتہ سترہ ماہ سے امریکہ کی سرکردگی میں عالم اسلام پر استعماری طاقتوں کی یلغار جاری ہے اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائیگا کیونکہ امریکہ دنیا میں سیاسی اور عسکری برتری کے ذریعے تمام مسلم ممالک کو اپنی کالونیاں بنانا چاہتا ہے، جہاں حکمران بے شک نام نہاد مسلمان ہی رہیں لیکن ان کا کمانڈ و اور کنٹرول سسٹم امریکہ کے ہاتھ میں آجائے۔

امریکہ اصل میں نیو ورلڈ آرڈر اور کلچر کے ذریعے مرحلہ وار مسلمانوں کے خلاف عسکری، معاشی اور نفسیاتی جنگ جاری رکھے ہوئے ہے۔ امریکی تھنک ٹینکس کے ماہرین اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ارباب دانش ہر وقت امت مسلمہ کے خلاف تانے بانے بننے میں مصروف رہتے ہیں۔ 1991ء میں پہلے مرحلے میں امریکہ نے خلیج کی جنگ شروع کروا کر تیل کی دولت سے مالا مال عرب ملکوں کے اتحاد کو پارہ پارہ

Marfat.com

کیا دوسرے مرحلے کا آغاز 1997ء سے ہوتا ہے جب مشرق بعید کے ملکوں کو معاشی بحران سے دوچار کیا گیا اور تیسرا مرحلہ 11 ستمبر کو شروع ہوتا ہے جب امریکہ نے اپنے خونخوار اتحادیوں کے ساتھ ملکر افغانستان کی پرامن طالبان حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اسی تیسرے مرحلے کی اگلی کڑی عراق پر امریکہ کا تازہ حملہ ہے جس میں دنیا بھر کے کروڑوں اربوں لوگوں کے جذبات کو روندتے ہوئے اور سلامتی کونسل کی قراردادوں کو اپنے پاؤں تلے مسل کر امریکہ نے 20 مارچ 2003ء کو عراق پر بمباری شروع کر دی۔ اس وقت تک امریکہ عراق پر پانچ ہزار وزنی جذام بموں اور لڑاکا طیاروں کے ساتھ قیامتِ صغریٰ برپا کر چکا ہے لیکن امریکہ کی طاقت کا غرور خاک میں ضرور ملے گا، دنیا عنقریب شیطان صفت بش کا عبرت ناک انجام دیکھے گی وہ تو ڈوبے گا ہی مگر ساتھ ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی سوویت روس کی طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والا ہے، خود امریکہ کے اندر سے آزاد مسلم ریاست جنم لینے والی ہے جس کی روشنی بالآخر امریکہ سمیت پورے یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی لیکن اس کیلئے مسلمانوں کو تعطل کی زنجیریں توڑنا ہوں گی خود کو وحدت کی مالا میں پرونا ہوگا۔ شاید آپ پر یہ سطور ذرا دیر سے اثر کریں لیکن آیئے! میں آپ کو ایک ایسی ہستی کی بارگاہ قدس میں لے جاتا ہوں جہاں ہر عروج کو جمال اور ہر کمال کو دوام نصیب ہوتا ہے۔

یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک والک وسلم!

شاید میرا قلم کسی صاحب دل کے جذبات میں تو تلاطم برپا کر دے لیکن مسلم حکمرانوں کے احساسات کو گدگدا نہ سکے، ممکن ہے الفاظ کے تار و پود سے حالات کے ریلے کا رُخ موڑا نہ جا سکے، اس لئے کہ جن لوگوں کے ضمیر پر یتیم بچوں کی چیخ و پکار کا اثر نہ ہو، جن کو بیواؤں کے نوحے ہلا نہ سکیں، غمزدہ ماؤں کی گریہ زاری اور بوڑھوں کی دردانگیز آوازیں جن کے پتھروں کو موم نہ کر سکیں، وہ قلوب، گرمی تحریر سے کس طرح

Marfat.com

پگھل سکتے ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بے کس پناہ میں امت کا استغاثہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

اے میرے کریم اور لجپال آقا! یہ وہی امت ہے بدر کے ریگزاروں میں جس کو آپ کی دعا سے فتح نصیب ہوئی، وہی امت ہے جس کے جلال سے دریا و صحرا لرز اٹھے، جن کی ہیبت سے پہاڑ ریزہ ہو گئے، جنہوں نے کبھی کلیساؤں میں اذانیں پڑھیں تو کبھی یورپ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گونج پیدا کی، اسی امت کی کوکھ نے خالد بن ولید کو جنم دیا، جس کی تلوار سیف اللہ بن کر لہراتی تو کفر کی لومڑیوں کو چھپنے کیلئے جگہ نہیں ملتی تھی، آپ ہی کے غلام صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کے میناروں پر محمدی انقلاب کا جھنڈا لہرایا تھا، آپ کے نام لیواؤں میں سے قتیبہ بن مسلم نے چین کی فضاؤں کو خوشبوئے اسلام سے معطر کیا تو طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے دریاؤں کے سینے چیر کر اندلس و سپین میں دین مصطفوی کے علم گاڑے تھے، دیبل کے ایک ساحل پر ایک بہن کی آواز سن کر تڑپ جانے والا محمد بن قاسم آپ ہی کا غلام تھا، جس نے نہ صرف اپنی مسلمان بہن اور اس کے قافلے کو راجہ داہر کے ظالمانہ چنگل سے آزاد کروایا بلکہ پورے برصغیر کو برہمنوں کے طلسماتی اقتدار سے نجات دلا کر اسلام کی ضیاؤں کا امین بنایا تھا۔

مگر آج اس امت کی کوکھ کو وھن (بزدلی) کی بیماری نے نجانے اس قدر بانجھ کیوں کر دیا ہے؟ کفر اپنی زریت سمیت چار دانگ عالم میں دندنا رہا ہے اور راہنمایانِ ملت اسلامیہ ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے، قبلہ اول یہودیوں کے قبضے میں ہے، القدس سمیت تمام مقامات کو اسرائیلی درندے گھیرے ہوئے ہیں بلکہ فلپائن ہو یا الجزائر، بوسنیا ہو یا چیچنیا، کشمیر ہو یا افغانستان، ہر طرف مسلمانوں کے چیتھڑے روئی کے گالوں کی طرح فضاؤں میں اڑ رہے ہیں۔

Marfat.com

کچل گئی ہیں عزتیں لٹ گئی ہیں عصمتیں
ہزاروں بچے چیختے ہزاروں مائیں نوحہ گر

اوراب عراق ہے کہ لالہ رخ اور لالہ بدن عربیوں کے جسموں سے فواروں کی طرح خون اُبل رہا ہے۔ بغداد و نجف کے ریگستانوں سے ایک ہی گونج سنائی دیتی ہے۔

قافلہ حجاز میں ایک بھی حسین نہیں
گرچہ ہے تابدار گیسوئے دجلہ وفرات

یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیک والک وسلم!

اب آپ ہی اس امت کی چارہ سازی فرمایئے۔ یہ خاکسار تحریک ضیاء الاسلام کے کارکنان کی طرف سے تقریباً دس، دس لاکھ کلمہ شریف اور درود شریف کا استغاثہ لے کر حاضر خدمت ہے کہ آپ اپنے رب کریم کی بارگاہ میں مقام بدر والی دعا کیلئے دست مبارک اٹھایئے اور نصرت وفتح یابی کی دعا مانگیے کہ آپ کی امت کے خلاف طاغوت کی قوت کا پنجہ ٹوٹ جائے، ظلم کے طوفان تھم جائیں، خون کے سیلاب رک جائیں، جبر کی سیاہ رات چھٹ جائے اور کامیابی کی ایسی صبح طلوع ہو جو جمود کے سارے بندھنوں کو توڑ کے رکھ دے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک بار پھر خدا کی کبریائی سے گونج اٹھے، دنیا ایک بار پھر رب ذوالجلال کے جلال اور آپ کی رحمت کے نظاروں میں مست ہو جائے۔

تجھے سے فریاد ہے اے گنبد خضرا والے!
کعبے والوں کو ستاتے ہیں کلیسا والے!

اے رب ذوالجلال والاکرام! تجھے امام حسین کے غیرت مند خون کا واسطہ، عراق میں برپا کربلا میں مسلم امہ کو سرخروئی عطا فرما، تو صدام یا دیگر مسلم حکمرانوں کی غلطیوں سے درگزر فرما کر انہیں بازوئے حیدر عطا فرما کر ان کے جذبوں کو ایسی آتش

Marfat.com

فشانیاں عطا فرما جو وائٹ ہاؤس اور لندن کے فلک بوس محلات کو مکینوں سمیت جلا کر خاکستر کر دیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اپنے اس تہی دست غلام کی زبان و قلم کو ایسی حشمت آفرینیاں عطا فرمائیں کہ ان میں لفظوں کا جلال، موضوع کا جمال اور جذبوں کا کمال یوں ڈھل جائے کہ نوک زبان و قلم سے جھڑنے والے الفاظ صفحۂ قرطاس ہی نہیں، صفحۂ دل کی حکایت بن جائیں، ہر ہر لفظ زخم خوردہ امت کے انتشار کو اتحاد میں بدل دے، ہر ہر سطر دلوں سے نفاق کے پیمانے اُلٹ کر انہیں جامِ خلوص سے لبریز کر دے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بے زبان لفظوں کی یہ سوغات دہلیز پر کھڑی قبولیت کی صدائیں لگا رہی ہے کہ:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل اب وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
دنیا میں جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
آج پردیس میں غریب الغربا ہے

Marfat.com

واقعہ کربلا.....حق و باطل کا امتیازی پیمانہ

دنیا میں حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی، باطل کئی روپ بدل کر حق کے خلاف صف آراء ہوا مگر تاریخ کی شہادت یہی ہے کہ فتح ہمیشہ حق کے پلڑے میں رہی۔ یہ دیکھنے کیلئے فتح و شکست کا حقیقی معیار کیا ہے، یہ جاننا ضروری ہے کہ اخلاقی قوتیں کس موقف کی حامی رہی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا انجام بھی مادیت اور عقلیت کے پیمانوں سے نہیں ماپا جاسکتا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی آویزش کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ظاہری حالات نمرود کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ افراد کے جتھے اس کے دست و بازو بنے ہوئے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام تن تنہا نمرود کی جابریت کو للکار رہے تھے۔ نمرود نے آپ کو ختم کرنے کیلئے آگ کے الاؤ تیار کئے مگر ساڑھے چار ہزار سال گزر جانے کے باوجود تاریخ یہی پیغام دے رہی ہے کہ ابراہیم اسی آگ کے کنارے کھڑے ہو کر فتح و کامیابی کے علم لہرا رہے ہیں اور نمرود تاج و تخت کا مالک ہونے کے باوجود ایک مجرم کی طرح سہما کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

واقعہ کربلا کو اسی معیار پر پرکھیں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکار نظر آتی ہے کہ یزید اپنے لاؤ لشکر، جاہ و جلال اور حکمرانی کے نشے سمیت تاریخ کے صفحات میں مٹ چکا ہے اور امام حسین عددی قلت، ساز و سامان کی کمی اور غریب الوطنی میں شہادت کے باوجود ہر لمحہ انسانیت کو حیاتِ نو عطا فرما رہے ہیں۔ تاج پہننے والے اور

Marfat.com

تخت پر بیٹھنے والے اپنے تمام تر کروفر سمیت بحر حیات میں غرق ہو گئے مگر نیل کی موجوں سے لڑنے والے، آگ کے شعلوں میں کودنے والے، سولی پر لٹکنے والے اور طائف کی گھاٹیوں میں پتھر کھانے والے اور کربلا کے تپتے صحراؤں میں نیزوں کی نوک پر چڑھنے والے آج بھی زندہ ہیں اور ''بل احیاء ولکن لا تشعرون'' کے نعرے لگا رہے ہیں۔

دنیا کے حکمرانوں نے تلواروں کے زور پر لوگوں کی گردنیں جھکا دیں، اپنے نام کے خطبے پڑھوا لئے سکوں پر اپنے نام کشیدہ کروا لئے، فوجوں سے سلامی لے لی، اپنے کارناموں کے ڈھنڈورے پیٹتے رہے اور فلک بوس عمارتوں کی چوٹیوں پر اپنی کامرانی کے علم لہراتے رہے مگر وہ ذہنوں اور دلوں میں اعتماد اور عزت حاصل نہ کر سکے جو کہ کربلا کے مسافروں کو نصیب ہوئی۔

پیاس کی شدت سے خانوادۂ نبوت کے چہرے مرجھائے نہیں بلکہ پھولوں کی طرح مہکے کیونکہ ان کی رگوں میں خونِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلوب میں تاثیرِ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور نگاہوں میں نورِ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجزن تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا میں حق پر استقامت کا مظاہرہ کر کے صرف اس دور کی ملوکیت کا غرور ہی خاک میں نہیں ملایا بلکہ آپ کا یہ کارنامہ ہر دور کے آمروں کیلئے چیلنج بنا رہا، آزادی، حریت فکر اور سچائی کی علمبردار تحریکیں ہمیشہ خونِ حسین سے تاثیر حاصل کرتی رہیں گی۔

''سرخ رو عشق غیور از خون او''

اگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدانخواستہ مصلحت کا شکار ہو جاتے تو کبھی حق کا کوئی متوالا باطل کو نہ للکار سکتا۔ کوئی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جعفر کے سامنے چٹان کی طرح نہ ڈٹتا، کوئی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ منصور کو نہ کوستا اور کوئی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

معتصم کیلئے دردِ سر نہ بنتا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کسی دور میں حق کی کوئی آواز اٹھتی ہے، ظلم کے سامنے کوئی سینہ تان کر کھڑا ہوتا، معاشی جبر کا شکار افراد انصاف کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو ان سب کے قالبوں میں روح حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجلیاں بھر رہی ہوتی ہے۔

دنیا کا دستور یہ ہے کہ ہمیشہ طاقتور کا ساتھ دیا جاتا ہے، عہدوں کا لالچ اور دنیا کی ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے، مال و دولت کی شدت کو سامنے پا کر بڑے بڑے اپنے ارادوں کو بدل لیتے ہیں مگر قربان جائیں کربلا کے مسافروں کی غیرتِ ایمانی پر جرأت مند قائد کی ہمت یزدانی پر کہ دنیا اپنے تمام تر حسن اور بانکپن کے ساتھ ان کے پاس آئی مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کوئی لالچ اور دھمکی قافلۂ حسین میں دراڑیں نہ ڈال سکی۔

10 محرم الحرام کی رات کو امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کربلا کی سرزمین پر جب یہ مشاہدہ فرمالیا کہ دشمن میرے خون کا پیاسا ہے تو آپ نے سارے قافلہ والوں کو جمع فرما کر خطاب فرمایا کہ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں تم میں سے جو جانا چاہے وہ واپس چلا جائے اور بربنائے احتیاط شمع کو گل کر دیا تاکہ کوئی اُٹھ کر جاتے وقت شرمندگی محسوس نہ کرے۔ امام حسین علیہ السلام ایک ایک کا نام لے کر کہتے رہے کہ اے فلاں ابن فلاں اگر تمہیں کوئی مجبوری ہو تو واپس جا سکتے ہو مگر قربان جائیں ان قافلہ والوں کی ہمت و استقامت پر کہ جب دوبارہ شمع جلائی گئی تو ایک شخص بھی اُٹھ کر نہیں گیا بلکہ وہ سب بیک زبان ہو کر کہنے لگے اے حسین ابن علی رضی اللہ عنہ! ہم آپ کو راستے میں چھوڑ کر جانے والے نہیں بلکہ زندگیاں آپ کے قدموں پر لٹانے والے ہیں۔

سالار قافلہ عاشقانِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ازل سے وہ دل عطا فرمایا تھا جو دین کی غیرت سے معمور تھا، امام حسین بچوں کے لاشے وصول

Marfat.com

کرتے رہے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو میدانِ جنگ سے اُٹھا کر خیمے تک لانے میں آپ پر غم واندوہ کے اتنے پہاڑ ٹوٹے کہ آپ کی ریش مبارک کے بال سفید ہو گئے مگر نہ آپ کے ارادوں میں کمی واقع ہوئی اور نہ ہمت نے جواب دیا اور نہ ہی وقتی مصلحت کی زنجیروں نے آپ کے پاؤں چھونے کی کوشش کی۔ بلکہ ہر لحظہ آپ کی شانِ استقامت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ شہادت کا یہ انداز ہ صداقت کی انتہا ہوتی ہے اور جانثاری کا یہ طریقہ حیاتِ ابدی کا نمونہ ہوتا ہے۔

شمر، زیاد اور یزید کی ظاہری شوکت وحشمت کے محلات پیوندِ خاک ہو گئے، ان سگانِ دنیا کا نام آج بھی کوئی عزت سے نہیں لیتا جب کہ عباس علمبردار، علی اکبر، قاسم، عون ومحمد اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آج بھی لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں میں زندہ ہیں۔ اہل ایمان آج بھی ان کے تذکارِ جمیلہ سے اپنی بخشش کا ساماں پیدا کرتے ہیں۔ یزید کربلا میں تلوار کی جنگ جیت کر بھی کردار کی جنگ ہار گیا اور امام حسین خاک وخون میں نہا کر بھی امامِ عاشقان، سالار عارفاں اور حریت فکر کے قافلوں کے راہنما بن گئے، یزید کے نام پر کوئی اپنی اولاد کا نام رکھنے کو تیار نہیں مگر آج بھی لاکھوں لوگ اپنے بچے نام حسین پر قربان کرنے کو تیار نظر آتے ہیں۔

کرتی رہے گی پیش شہادت حسین
آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
ہرگز یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

Marfat.com

تعمیر انسانیت میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

چمن میں پھول کا کھلنا تو کئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

پانچویں صدی تاریخ اسلام میں علوم وفنون کی ترقی میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔اس صدی میں دینی عقلی اورادبی علوم میں بڑے بڑے باکمال ائمہ فن پیدا ہوئے جنہوں نے صدیوں دماغوں اور مزاجوں پر حکومت کی لیکن اس مردم خیز عہد اور بغداد جیسی شاداب سرزمین میں وقیع دینی خدمت کیلئے اور ذہنوں، طبیعتوں کا رُخ موڑنے کیلئے اعلیٰ علمی صلاحیتوں اور جامع کمالات شخص کی ضرورت تھی جو اس زمانے کے تمام مروجہ علوم میں بلند پایہ تبحر رکھتا ہو اور جس کی روحانی عظمت کے ساتھ ساتھ اس کے علم وفضیلت کی بھی تحقیر ممکن نہ ہو وہ اس زمانہ کی معیاری اور بلند پایہ زبان میں گفتگو کرتا ہو اس کی مجلس وعظ میں ہر ذوق کے لوگوں کو حظ حاصل ہو، پھر ضعیف الایمان لوگوں کو اس کی مجلس وعظ اور حلقہ درس میں یقین کی قوت، ایمان کی حرارت، اہل شک وارتیاب کو شرح صدر کی دولت، مغلوب وبے چین طبیعتوں اور مجروح دلوں کو سکون قلب کی نعمت، حقائق ومعارف کے طالبین وشائقین کو دقیق علوم اور لطیف مضامین کا خزانہ ملے، بے علموں اور افسردہ دلوں کو جذبات اور عمل کے محرکات اور قوت عمل حاصل ہو۔

اس پر از کمالات دور میں اللہ تعالیٰ نے دین کی دعوت اور مسلمانوں میں از سرنو ایمانی حرکت وحرارت اور توبہ وانابت کی کیفیت پیدا کرنے کیلئے 470ھ میں حضرت ام الخیر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ پاک کے چمن لالہ زار سے ایک خوش رنگ اور عطر بیز پھول کھلایا جس نے اپنی خوشبوئے روحانیت ومعرفت سے ایک

Marfat.com

سارے عالم کو مہکا دیا جو غوثیت وقطبیت کا تاجدار بن کر آیا، آسمان ولایت پر آفتاب وماہتاب کی طرح جگمگایا اور جسے دنیا نے غوث اعظم کے نام سے جانا۔

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ عظیم المرتبت روحانی پیشوا، علوم نبوی کے سچے وارث، جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان دینی مبلغ، عدیم المثال مصلح اور بے باک قائد بھی تھے۔ جو بات کہنی ہوتی آپ بڑی صفائی اور دلیری اور بے خوفی کے ساتھ فرما دیتے تھے، منہیات سے لوگوں روکنا اور خیر کی جانب بڑے موثر طریقہ پر لوگوں کے ذہنوں کو مبذول کرنا آپ کی مقدس زندگی کا اہم ترین جزو تھا۔ آپ کی حیات طیبہ میں ایسی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں کہ آپ نے اپنی اعلیٰ ترین روحانی طاقت اور حکمت عملی سے کام لے کر اُس دور کے مغرور ومتکبر ظالم وجابر سرمایہ داروں کی اکڑی ہوئی گردنیں اسلام کی دہلیز پر جھکا دیں اور انہیں اسلام اور بانی اسلام کی جناب سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔

تاریخ شاہد ہے کہ پانچویں صدی ہجری کا وہ آخری زمانہ تھا جس میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ بغداد مقدس کی سرزمین پر تشریف فرما تھے۔ خاندان عباسیہ کے آخری حکمرانوں کا دور تھا جس میں عوام تو عوام، خواص کا بھی اخلاقی ودینی معیار روز بروز انحطاط پذیر ہوتا جا رہا تھا۔ ایک طرف دولت وسرمایہ کی فراوانی اور اخلاقیات کی کمزوری نے عیش پرستی وتن آسانی کا خوگر بنا دیا تھا تو دوسری جانب دینی وروحانی بے سروسامانی نے جادۂ اعتدال اور صراطِ مستقیم سے انہیں دور کر دیا تھا۔ بالخصوص امراء دولت وسرامیہ کے نشے میں چور، شراب، انانیت سے مخمور تھے۔ مذہب کے نام پر بھی باہمی جنگ واعتدال کا ہنگامہ سرگرم تھا، کہیں بات بات پر مناظرے ہوتے اور کہیں خلقِ قرآن کے فتنے اٹھائے جاتے تھے۔ احکام شریعت کی جانب سے بالعموم لاپرواہی برتی جا رہی تھی۔ طریقت، میراث کی شکل میں نااہلوں کی جاگیر ہو چکی تھی۔

Marfat.com

مبتدعین ومعتزلہ شدت سے سر اُٹھا چکے تھے۔اصول ومغز کو دیدہ دانستہ نظر انداز کر کے سطحی وفروعی بحثوں میں نبرد آزما کی جارہی تھی۔ایسے پراگندہ دور میں کسی معلم کامل، غوثِ اعظم، مجدد وپیکر رشد وہدایت کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی جو اپنی بے پایاں روحانی طاقتوں کے ذریعے مخلوق خدا کو قعر مذلت وگمراہی سے بچا کر شاہراہ اسلام پر لا کھڑا کردے جس کے لئے خدائے حکیم ودانا، قادر وتوانا نے ہم سب کے مرکز عقیدت جیلانی تاجدار سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا اور یہ اہم ترین خدمت آپ ہی کے سپرد کی گئی اور آپ نے اس خدمت جلیل کو جس خوش اسلوبی سے انجام دیا، تاریخ میں اصلاح وتبلیغ اور احیاء دین کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

حضرت شیخ کا مادی وجود خواہ ان واقعات سے علیحدہ اور دور رہا ہو لیکن اپنے شعور واحساس کے ساتھ وہ اسی آگ میں جل رہے تھے اور اسی سوز دروں نے ان کو پوری ہمت وطاقت اور اخلاص کے ساتھ وعظ وارشاد، دعوت وتربیت، اصلاح نفوس اور تزکیۂ قلوب کی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے نفاق اور حب دنیا کی تحقیر وتذلیل ایمانی شعور کے احیاء، عقیدۂ آخرت کی تزکیہ اور اس سرائے فانی کی بے ثباتی کے مقابلہ میں حیات جاودانی کی اہمیت، تہذیب اخلاق، توحید خالص اور اخلاص کامل کی دعوت پر سارا زور صرف کر دیا۔حضرت شیخ کے مواعظ دلوں پر بجلی کا اثر کرتے تھے اور عام طور پر یہ لوگ جن بیماریوں میں مبتلا اور جن مغالطوں میں گرفتار تھے انہی کا ازالہ کیا جاتا۔اس لئے حاضرین آپ کے ارشاد ووعظ میں اپنے زخم کا مرہم، اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات وشبہات کا جواب پاتے تھے اور تاثیر اور عام نفع کی یہ ایک بڑی وجہ تھی۔پھر آپ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا اس لئے دل ہی پر اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت وعظمت بھی ہے اور دلآویزی اور حلاوت بھی اور صدیقین کے کلام کی یہی شان ہے۔

Marfat.com

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے انسانیت کی تعمیر میں جو کردار ادا کیا' اسے شیخ کاعز الدین بن عبدالسلام اور ابن تیمیہ نے اس طرح بیان فرمایا کہ حضرت شیخ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئیں۔ ان میں سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی اور آپ کا وجود اسلام کیلئے ایک باد بہاری تھا جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالم اسلام میں ایمان وروحانیت کی ایک نئی کرن ہو پیدا کردی۔

شیخ عمر کیانی فرماتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام نہ قبول کرتے ہوں اور رہزن خونی اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوئے ہوں۔ فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ جبائی کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت شیخ نے ایک روز فرمایا کہ میری تمنا ہوتی ہے کہ زمانہ سابق کی طرح صحراؤں اور جنگلوں میں رہوں نہ مخلوق مجھے دیکھے اور نہ میں اس کو دیکھوں لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا نفع منظور ہے اور میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عیاروں اور جرائم پیشہ لوگوں میں سے ایک لاکھ سے زائد توبہ کر چکے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ بغداد کی آبادی کا بڑا حصہ حضرت کے ہاتھ پر توبہ سے مشرف ہوا اور بکثرت یہودی وعیسائی اور اہل ذمہ مسلمان ہوئے۔

روایات کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ محفل وعظ میں کم وبیش چار سو افراد آپ کے ارشادات مبارکہ کے لعل وگوہر کو صفحہ قرطاس پر منقش کرنے کیلئے مامور تھے۔ ہر ماہ آپ کے وعظ وتقریر کی چار نشستیں ہوا کرتی تھیں جس میں بے پناہ تاثیر ہونے کے سبب حاضرین پر ایسا سکوت طاری ہو جاتا تھا کہ کسی کو جسم وجان تک کی خبر باقی نہ رہتی

Marfat.com

تھی۔ ان کثیر الازدحام مجالس میں دنیائے اسلام کے خواص وعوام اور بغداد مقدس کے علماء وصلحاء اور مشائخ کرام بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے جو دربار غوثیت مآب سے واپس ہو کر خود مخلوق خدا کی ہدایت میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔ اس طرح ایک شمع ہدایت سے ہزاروں چراغ فروزاں ہوئے جن کی روشنی سے دنیا تابناک ہوگئی اور انشاء اللہ صبح قیامت تک طلوع ہوتی رہے گی۔

آپ کے وعظ وارشاد کی کوئی نشست ایسی نہ ہوتی تھی کہ جس میں صدہا اللہ تعالیٰ کے بندے دامن ہوش وخرد نہ کھو بیٹھتے ہوں اور کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ جسم وجان تک کی خبر باقی نہ رہتی تھی، کوئی محو گریہ ہو جاتا، کوئی دریائے تحیر میں مستغرق ہو جاتا، کوئی مضطرب اور بے قرار ہو کر دامن تار تار کر کے چیخنے لگتا، کسی کا یہ حال ہوتا کہ آپ کے کلمات طیبات اس کے حجاب قلب کو ہٹا کی فی الحقیقت عاشق ربانی بنا دیتے اور اس کے قلب وجگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ بالآخر وہ لذت کیف وسرور سے مست ہو کر ابدی وسرمدی بند ہو جاتا۔

آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ آپ کی ہر مجلس وعظ وتقریر میں دو چار آدمی تو ضرور ہی خدائے ذوالجلال کے خوف سے واصل بحق ہو جاتے تھے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ اخلاقی مجرموں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت شیخ صرف مواعظ، پند ونصیحت اور ترغیب وتشویق ہی پر اکتفا نہیں فرماتے تھے، جہاں ضرورت سمجھتے تھے بڑی صاف گوئی اور جرأت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ حکام وسلاطین اور خلیفۂ وقت پر بھی تنفیذ اور ان کے غلط افعال اور فیصلوں کی مذمت سے بھی باز نہیں رہتے تھے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: آپ خلفاء، وزراء، سلاطین، قضاۃ خواص وعوام سب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے اور بڑی

Marfat.com

صفائی اور جرأت کے ساتھ ان کو بھرے مجمع میں اور برسر منبر علی الاعلان ٹوک دیتے، جو کسی ظالم کو حاکم بناتا اس پر اعتراض کرتے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی آپ کو پرواہ نہ ہوتی۔ صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہیں کہ جب خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے قاضی ابو الوفاء یحییٰ بن سعید بن المظفر کو قاضی بنایا جو ابن المرجم الظالم کے لقب سے مشہور تھا تو حضرت نے برسر منبر خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا جو اظلم الظالمین ہے کل کو قیامت کے دن تم اِس رب العالمین کو جو ارحم الراحمین ہے' کیا جواب دو گے؟

مؤرخ موصوف کا بیان ہے کہ خلیفہ یہ سن کر لرزہ براندام ہو گیا اور اس پر گریہ طاری ہو گیا اور اس نے اسی وقت قاضی کو اس عہدہ سے ہٹا دیا۔ الغرض حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے کفر و ضلالت کی وادیوں میں پھنسی ہوئی انسانیت کو اپنی نگاہِ فیض سے اوجِ ثریا تک پہنچانے میں جو کردار ادا کیا۔ وہ انسانیت کیلئے قابل تقلید نمونہ اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے بقول شاعر:

غوث اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

Marfat.com

تصوف روح اسلام

اسلام ایک عالمگیر نظام حیات اور ضابطہ زندگی ہے۔ آفتاب اسلام کی ضیا باریوں سے قبل انسانی ذہن پژمردگیوں کا شکار تھا ہی مگر کشت دل بالکل اجڑ چکی تھی۔ لوگوں کے قلوب شرک کی نجاستوں سے آلودہ تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دماغوں کے بت خانوں میں سجے ہوئے توہمات واوہام کے بت پاش پاش کر کے ذہنوں کو توحید کی روشنی بخشی اور دلوں کو حریم کبریا سے آشنا کیا۔ اس طرح صفائے قلب ونظر کی بدولت خود فراموش عرب، خود آگاہی کے ساتھ خدا شناسی کی دولت سے بھی مالا مال ہوئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فروغ واشاعت اسلام کیلئے لوگوں کی جو اولین کھیپ تیار کی ان کے آئینہ دل ونگاہ کو اس طرح صیقل کیا کہ بس جوان کی نظر کے دائرے میں آجاتا اس کے دل کی سیاہیاں چھٹنے لگتیں اور معرفت الٰہی کی قندیلیں فروزاں ہونے لگتیں کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو منصب عطا فرمایا گیا وہ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کا منصب تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تزکیہ قلوب سے اسلامی تحریک کا آغاز فرمایا اور صفائے قلب وباطن ہی تصوف کا مقصود ومدعا ہے۔ اس لحاظ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ خود بہت بڑے صوفی ہیں۔ کیونکہ آپ خود تہجد گزار، عبادت گزار، شب زندہ دار، اخلاق عالیہ پر فائز اور کریمانہ اوصاف کے حامل تھے اور یہی وہ اوصاف حمیدہ ہیں جنہیں اولیاء اللہ اختیار کر کے قرب الٰہی حاصل کرتے ہیں اور یہ فرق بھی واضح رہے کہ تکمیل ذات کیلئے ولائیت ہوتی ہے اور تکمیل شریعت کیلئے نبوت ہوتی ہے مکی زندگی کے بعد مدینہ طیبہ میں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو باقاعدہ تزکیہ ومجاہدہ کے مرحلوں سے گزار کر انسان کامل بنایا اور

Marfat.com

صفہ درسگاہ کے قیام کا مقصد ہی انسان کو تربیت کے مراحل سے گزار کر انسان مرتضٰی بنانا تھا۔ اسی درسگاہ میں ہادی اعظم ﷺ سے خیرات لینے والے صدیقیت وعدل اور جرأت وحیاء کے پیشوا وامام بنتے نظر آتے ہیں اور اسی فیض کو وہ آگے آنے والی نسلوں کو لٹاتے رہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تصوف اسلام سے متصادم نہیں بلکہ اسلام کی روح نظر آتا ہے اور صوفیاء اسلام کی فکر کے ترجمان نظر آتے ہیں۔

اصل المیہ یہ رہا ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں نے جہاں ہر محاذ پر اسلام کے عقائد وتعلیمات کے خلاف اپنے خبث باطنی کا اظہار کیا ہے۔ وہاں تصوف جو اصل اسلام ہے وہ بھی ان کی گھناؤنی سازشوں سے محفوظ نہیں رہ سکا اور تصوف کے خلاف پروپیگنڈہ یہ کیا گیا کہ تصوف کو افسانوں، عقائد، دیومائی کہانیوں، بچگانہ حکایتوں، اذکار رفتہ واقعات اور مکروہ رسموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حالانکہ صوفیا تو ان چیزوں کو جڑ سے اکھیڑنے کیلئے جدوجہد کرتے رہے انہوں نے ہر دور میں مادیت زدہ لوگوں کو یقین وایمان کی دولت عطا فرمائی۔

تصوف کے خلاف اغیار کا پراپیگنڈہ

تصوف کو غیر اسلامی کہنے والوں میں کثیر تعداد ان مستشرقین کی ہے جنہوں نے اسلام کا تعصب انگیز نظروں سے مطالعہ کیا اور پھر فکر اسلامی کے حوالے سے تشکیک کے جراثیم پھیلانے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ مستشرقین کا ایک گروہ وہ ہے جس میں ''ہارٹن'' (Horton) ''بلوشیٹ'' (Blochet) اور ''ماسی نن'' (Massignon) جیسے مصنف شامل ہیں انہوں نے پراپیگنڈہ یہ کیا کہ اسلامی تصوف کا ماخذ ہندوؤں کے وید ہیں اور صوفیاء نے چلہ کشی اور ریاضت کے طریقے ہندوؤں اور جوگیوں سے سیکھے ہیں۔ ایک دوسرا گروہ جس میں ''گولڈ زیر'' (Goldziher) اور ''اولیری'' (Olcary) جیسے مستشرق شامل ہیں انہوں نے

Marfat.com

اسلامی تصوف کو بدھ مت سے ماخوذ قرار دیا اور ہر طبقہ صوفیاء کو گوتم بدھ کے مقلدین کہا حالانکہ اسلام کا سرسری مطالعہ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اسلام کی تمام تعلیمات الہامی ہیں اور صوفیاء انہی الہامی تعلیمات کے داعی ہیں صوفیا کے ایک بہت بڑے مسلم نقاد علامہ ابن جوزی اولیاء وصوفیاء کی زندگی کے حوالے سے یہ حقیقت تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ صوفیاء شریعت محمدی کے ترجمان ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"وما كان المتقدمون في التصوف الا رؤسا في القرآن والفقه والحديث والتفسير۔" (ترجمہ) یعنی متقدمین صوفیاء علوم قرآن، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔

ہندو مت یا بدھ مت کو اسلامی تصوف کا ماخذ قرار دینا حماقت کا وہ اعلیٰ ترین درجہ ہے جس کے بعد انصاف کے سارے تقاضے دم توڑنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیات ایسی ہیں جو اسلامی تصوف کے بنیادی اصول (Fundamental Principel) ہیں۔ صوفیاء کی یہ کیفیت ہندوؤں کے ویدوں نے نہیں قرآن مجید نے بیان کی ہے کہ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ترجمہ: وہ (راتوں کو) اپنے پہلو بستروں سے الگ رکھتے ہیں۔ ادھر وہ اپنے معمولات سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر ستانے کیلئے چارپائی پر لیٹتے ہیں، اُدھر سے آواز آتی ہے: ؎

اٹھ فریدا ستیا جھاڑو دے مسیت
توں ستا رب جاگدا تیری ڈاہڈے نال پریت

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ میں سے بے شمار ایسی احادیث ہیں جو تصوف کی حقیقت، اہل تصوف کے مقام اور اس راہ کے راہیوں کی راہنمائی کے حوالے سے محفوظ ہیں اسلامی تاریخ کا سینہ ایسے ہزاروں واقعات سے بھرا پڑا ہے جن سے یہ امر مترشح ہوتا ہے اسلام کا خمیر ہی تصوف سے اٹھایا گیا ہے۔ صحابہ کرام کی

Marfat.com

زندگیاں تصوف کی صداقت پر شاہد عادل کی حیثیت رکھتی ہیں اگر کوئی سوال کرے کہ تصوف کیا ہے؟ تو اگرچہ تصوف کی بہت سی تعریفات کی گئی ہیں لیکن سیدھی سی بات ہے صفائے قلب و باطن کا نام تصوف ہے۔ حضرت ابوسعید الخراز سے ''صوفی'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''من صفی ربه قلبه فامتلا قلبه نورا ومن دخل فی عین اللذة بذکر اللّٰهِ۔'' یعنی صوفی وہ ہے جس کے دل کو اس کا رب پاک صاف کردے اور اس کا دل نور الٰہی سے لبریز ہو جائے اور جو شخص ذکر الٰہی کرتے ہی لذت و سرور میں کھو جائے۔

جس شخص کو ایسی لذت نصیب ہو جائے وہ فطرت شناس بن جاتا ہے پھر وہ سکوت لالہ و گل سے کلام پیدا کرتا ہے خلوت میں جلوت کے مزے پاتا ہے اس کی زندگی

تم پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

کا مصداق ٹھہرتی ہے۔ صاحب بصیرت کے سامنے تحت الثریٰ سے لے کر عرش علیٰ تک حجابات منکشف کر دیئے جاتے ہیں۔

فطرت شناس مرد کامل

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی تھے جن کا نام حضرت حارثہ تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضور نبی پاک ﷺ نے ان سے پوچھا ''کیف اصبحت یا حارثه'' اے حارثہ! تو نے صبح کیسے کی تو انہوں نے عرض کی ''اصبحت مومنا کاملا'' (الخ) میں نے مومن کامل کی حیثیت سے صبح کی ہے اور اب میری حالت یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جا رہے ہیں اور (صفائے قلب و باطن) کی وجہ سے اب سونے کے ڈھیر اور سنگریزے میرے لیے برابر ہیں۔ یعنی میرے دل کو اللہ کریم نے استغناء کی دولت

Marfat.com

سے مالا مال فرما دیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا: ''عبدا نور الله قلبه'' یہ وہ بندۂ خدا ہے جس کے دل کو اللہ کریم نے منور فرما دیا ہے۔ صرف حضرت حارثہ ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام میں اکثریت ایسی لوگوں کی تھی جو ''قائم بالليل وفرسان بالنهار'' (یعنی راتوں کے متہجد اور دنوں کے مجاہد) کی کیفیت سے مالا مال تھے۔ ان کی زندگی کے شب و روز رضائے الٰہی کے حصول میں گزرتے، اطاعت نبوی ہی ان کا سرمایہ حیات تھی۔ جب قرآن و حدیث پکار پکار کر انہیں حقیقتوں کی گواہیاں دے رہے ہیں جو صوفیاء کی زندگیوں میں عملاً متشکل ہوتی تھیں تو پھر تصوف کو بدھ مت یا ہندوازم سے اخذ شدہ ماننا تعصب کی انتہاء نہیں تو اور کیا ہے؟

تصوف کے خلاف اپنوں کی سازش

تصوف کے بارے میں اغیار نے تو حقیقت سے چشم پوشی برتتے ہوئے اس کا ماخذ قرآن و سنت ہونے سے انکار اپنے تعصب کی بناء پر کیا ہے مگر اس بزم میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی فکر و دانش کے احیاء کیلئے اہل تصوف کے خلاف برسنا شروع کر دیا جن سے فلسفے کی گتھیاں نہ سلجھ سکیں۔ انہوں نے اہلِ دل کی کیفیات میں ٹانگ اڑانا شروع کر دی۔ حرماں نصیبی کی انتہا دیکھئے کہ تصوف کو عیسائیت کا چربہ اور افیون کی گولی سے لیکر نجانے کیا کیا نام دیئے گئے' ان کی سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ اپنے ایک مقالہ ''اسلام میں تصوف کا مقام'' میں لکھتے ہیں:

> ''آج تصوف پر ہر طرف سے یورش ہو رہی ہے، الزام تراشی میں ایسی جدت طرازیاں اور ندرت آفرینیاں برتی جا رہی ہیں کہ انسان حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ بیگانے تو عرصہ دراز سے تیر افگنی میں مشغول تھے، انہیں ایسا کرنے کا حق بھی تھا کیونکہ تصوف نے ان کے ظلمت کدوں کے اندھیروں کا خاتمہ کر

Marfat.com

دیا تھا وہ اندھیروں کی مخلوق تھے۔ اس چکاچوند نے ان کی دنیا تاریک کر دی۔ ان کی بزم عیش ونشاط الٹ دی ان کے ہواوہوس کے صنم کدے ویران ہو گئے۔ ان کی عمرانی، معاشی اور معاشرتی قدریں جوانہیں بے حد عزیز تھیں اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھیں۔ تصوف اور اس کے حاملین کے ہاتھوں جنہیں اتنے چرکے لگے ہوں ان کی برہمی اور ناراضگی بے جا نہیں۔ اپنی آتش انتقام بجھانے کیلئے اگر انہوں نے کذب وافتراء کا سہارا لیا تو اس میں تعجب کی بات نہیں اور نہ ہمیں ان کا شکوہ کرنا زیب دیتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنے بھی تیشہ اور کدال لئے اس حصار محکم کو منہدم کرنے کے درپے ہیں جن کو کئی صدیاں اس قلعہ نے حوادثات دہر کی بے رحم یلغاروں سے بچایا وہ لوگ بھی چشمہ شیریں کو بند کرنے میں کوشاں ہیں جس کے آب زلال نے ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے گلستانوں کو شاداب کیا اور پر بہار رکھا جس قوم کی تاریخ تصوف کے تخلیقی اور تعمیری کارناموں سے درخشاں ہے وہی قوم اس سے نالاں ہے۔ یہ صورت حال قابل برداشت نہیں۔ وہ لوگ جو تصوف کی افادیت کے قائل ہیں جو اس کے دوررس اثرات کا علم رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ آگے آئیں، ذہنی انتشار کی پیدا کردہ ہولناک تاریکیوں میں اپنی تحقیق کے چراغ روشن کریں تا کہ سالک راہ حقیقت سے بھٹک نہ جائے اور دامان خضر اس کے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔"

مندرجہ بالا پیرہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ضیاء الامت علیہ الرحمہ حقیقت تصوف، اہل تصوف کے مقام راہ حق کے متلاشیوں کی طلب اور اس راہ کے راہزنوں کے طریقہ واردات سے آگاہ بھی ہیں اور اپنی ذمہ داری کے احساس کے تحت ظلمت شب میں یقین کے چراغ بھی جلا رہے ہیں۔

Marfat.com

مغربی مفکرین کا تصوف کی اہمیت کا اقرار کرنا

وہ لوگ جو تصوف کی افادیت کے منکر ہیں کاش وہ اس کی اہمیت کا اندازہ ان مغربی مفکرین کی تحریروں سے ہی لگا لیتے جنہوں نے تعصب کی عینک اتار کر اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔ پروفیسر ایچ اے گب (H.A. Gibb) اور پروفیسر ہٹی (Hitty) جیسے محققین نے برملا اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ "تاریخ اسلام میں بارہا ایسا ہوا کہ سیاسی سطح پر مسلمان مغلوب ہو گئے، مسلمان خلفاء کے تخت الٹ دیئے گئے، ان کی ریاستیں لوٹ لی گئیں اور ان کے شہروں کے شہر اجاڑ دیئے گئے۔ یعنی سیاسی حوالے سے مسلمان موت کا شکار ہو گئے لیکن اس تاریک دور میں بھی فقیروں کے آستانے آباد رہے۔ خانقاہوں سے عشق الٰہی اور محبت نبوی کے زمزمے بہتے رہے، مزاروں کے درودیوار قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی صداؤں سے گونجتے رہے۔ اس طرح روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ جاری رہا۔ برا ہو آتش شہرت کا کہ یہ انسان سے کیا کام نہیں کرواتی؟ جھوٹی ناموری کے دلدادہ نام نہاد مفکرین نے اپنی دانش کے اظہار کیلئے اہل دل کی بزم میں نقب زنی کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ تصوف انسان کے قوائے علم وفکر کو ناکارہ نہیں بناتا۔ یہ تو انسان کو رموز زندگی سے آگاہی بخشتا ہے اہل تصوف تو کائنات کی پنہائیوں سے واقف ہوتے ہیں۔ انہیں ہر چیز میں جلوہ حسن ربوبیت کے نظارے نظر آتے ہیں اور وہ تو ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں۔

تجلی تیری ذات کا سو بسو تھا
جدھر دیکھا بس تو ہی تو تھا

تمام فاتحین اسلام صوفیاء کے فیض یافتہ تھے

اسلامی تاریخ میں جو بھی اہم واقعہ رونما ہوا جس نے حالات کے دھاروں کا رخ بدل کر رکھ دیا اس میں صوفیاء کا کردار نمایاں رہا۔ صحابہ کرام چونکہ خود متصوفین تھے

Marfat.com

۔اس لیے انہوں نے جس سرزمین پر قدم رکھے وہاں سے کفروشرک کے اندھیرے چھٹنے لگے اور توحید ورسالت کا نور پھیلنے لگا۔ اسلامی تاریخ کا ہر فاتح کسی نہ کسی صوفی کی درگاہ کا پروردہ رہا۔ فتح ایران تاریخ اسلامی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے لیکن اس فتح کے تمام محرکات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فتح اہلِ دل کی نگاہِ عشق کا کمال تھی۔ جب مسلمان ایرانیوں کیساتھ جنگ کررہے تھے تو ایرانی فوج کے سپہ سالار رستم نے اپنا ایک جاسوس بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر آئے جب وہ جاسوس واپس آیا تو اس نے ایرانی فوج کے آرمی چیف سے کہا میرا مشورہ ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کا ارادہ ترک کردیا جائے رستم ایران غصے سے باؤلا ہوکر کہنے لگا کیا ہم اتنے بزدل ہوگئے ہیں کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تو اس جاسوس نے کہا اصل وجہ یہ ہے کہ میں نے زندگی بھر فوجوں کے احوال کا مشاہدہ کیا ہے لیکن یہ نرالی فوج ہے رستم نے پوچھا وہ کیسے؟ جاسوس نے جواب دیا میں نے دیگر فوجیوں کو دیکھا ہے کہ وہ دن کو جنگ لڑتے ہیں اور رات کو اردگرد کی بستیوں پر دھاوا بول دیتے ہیں، ان کے دن میدانِ جنگ میں گزرتے ہیں اور راتیں عشرت کدوں میں بسر ہوتی ہیں مگر اسلامی فوج کے سپاہیوں کے انداز انوکھے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ دن کو میدانِ جنگ میں لڑتے ہیں تو راتوں کو مصلوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر یادِ الٰہی میں تڑپتے رہتے ہیں۔ ساری رات ان کے خیموں سے ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن کی آوازیں آتی ہیں لہٰذا ہم ایسی پاکیزہ فوج کو شکست نہیں دے سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ کے ان کے سامنے سرنڈر (Surrender) کرجائیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب ایران فتح ہو گیا تو رستم نے مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم نے ہم پر دھاوا بول دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ہم تمہارے تاج

Marfat.com

وتخت کیلئے نہیں بلکہ ہم تو ایک مشن لے کر آئے ہیں آپ کے الفاظ تھے:

"قد ارسلنا لنخرج الناس من ظلمت الجهالة الى نور الاسلام ومن جور الملوک الى عدل الاسلام۔"

ترجمہ: ہم (اس مقصد کی خاطر) بھیجے گئے ہیں کہ ہم لوگوں کو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر اسلام کی ضیاء پاشیوں کی طرف لاسکیں اور انہیں بادشاہوں کے پنجہ جبر وتشدد سے نکال کر اسلام کے عدل اجتماعی (Social Justice) کی طرف لاسکیں۔

اسلام کا ہر فاتح اور جرنیل فقیروں کے آستانوں کا دریوزہ گر رہا ہے فاتح قسطنطنیہ بائیس سالہ نوجوان سلطان محمد کو اس کے شیخ طریقت حضرت عاق شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دعاؤں سے اس مہم پر روانہ فرمایا اور ساتھ فتح کی بشارت بھی دی تھی اور یہ اس مرد حق آگاہ کی فیض نظر کا صدقہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔ اسلامی تاریخ میں جب چنگیزی فتنہ برپا ہوا' ہلاکوں خان اور چنگیز خان نے اسلامی سلطنت کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا۔ اس وقت بھی ایک فقیر حضرت جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ جو درگاہِ غوثیت کے فیض یافتہ تھے ان کی نگاہ کرم کا صدقہ ہلاکو خاں کا بیٹا تگودار خاں مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے مسلمانوں کو زوال کے کرب سے نجات دلا کر پھر سے انہیں عظمت وعزت کی اوج ثریا تک پہنچا دیا۔ اس طرح ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی نے اپنے مرشد کریم حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ سومنات کا مندر فتح کیا۔ خود سلطان محمود کا بیان ہے کہ "میں نے اس مندر کو فتح کرنے کیلئے سولہ حملے کئے لیکن ناکام رہا۔ بالآخر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کیلئے عرض کی تو آپ نے دعا کے ساتھ اپنا جبہ بھی عنائیت فرمایا۔ میں نے وہ جبہ سامنے رکھ کر دعا مانگی اور حملہ کیا تو سومنات کا مندر پاش پاش ہو گیا۔ صرف محمود

Marfat.com

غزنوی ہی نہیں بلکہ سلطان شہاب الدین غوری، قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش اور سلطان اورنگ زیب عالمگیر تک سب کے سب فقیروں کے حجروں میں حاضری دینے والے، اولیاء اللہ سے دعائیں کروانے والے اور صوفیاء کے فیض یافتہ تھے۔ آخر ان فقیروں کے آستانوں میں کون سی قوت پوشیدہ تھی جو حالات و واقعات زمانہ کا سینہ پھاڑ کر مسلم جرنیلوں کو فتح دلا دیتی تھی۔ جواب بڑا واضح ہے یہ وہی قوت تھی جس کی طرف علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا:

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

اس حقیقت کے آشکار ہو جانے کے باوجود اگر کوئی کوتاہ اندیش یہ رٹ لگاتا رہے کہ تصوف افیون کی گولی ہے جو قوائے عمل کو مضمحل کر دیتی ہے یا تصوف عجمی تصورات سے اخذ شدہ ہے تو پھر صد حیف ہے ایسے انسان اور اس کی سوچ پر۔ کیونکہ تصوف تو روح اسلام ہے تصوف کے بغیر اسلام ادھورا نظر آتا ہے اور صوفیاء ہی دراصل عظمت اسلام کے حقیقی پاسبان ہیں۔

اس حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے کہ برصغیر میں لوگوں کی گردنیں جھکانے والے تو محمود غزنوی اور محمد بن قاسم جیسے جرنیل تھے لیکن ان کے دلوں کی سلطنتوں کو الٹنے والی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں تھیں۔

تحریک پاکستان میں صوفیا کا کردار

حصول پاکستان کی خاطر جدوجہد کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ قائداعظم

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی قیام پاکستان جیسے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکتے۔ اگر انہیں صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی معاونت نصیب نہ ہوتی۔ تحریک پاکستان میں پیران عظام نے نہ صرف قائداعظمؒ کی زبانی معاونت کی بلکہ وہ اپنے حجروں سے باہر نکل آئے اور بنفس نفیس صف اول کے قائدین میں شامل ہو گئے وہی لوگ جو آج تصوف کو خلاف اسلام قرار دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں وہ اُس وقت کانگریسی لیڈروں سے ملے ہوئے تھے اور پاکستان کے قیام کو تاریخ کی اہم ترین غلطی قرار دے رہے تھے۔ اس وقت یہ صوفیاء کے تربیت یافتہ خدام ہی تھے جنہوں نے اس تحریک میں قربانیاں دیں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں سے سرعام فرمادیا تھا۔

"جس نے قیام پاکستان کیلئے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیئے وہ میرا مرید ہی نہیں ہے۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، حضرت ابو الحسنات احمد قادری اور محدث کچھوچھوی اور ان جیسے مردان پاکباز نے قائداعظم کو ان کے پاکیزہ مشن میں کامیاب کرنے کیلئے اپنی ساری توانائیاں صرف کردیں مگر ستم ظریفی دیکھئے کہ وہ لوگ جو قیام پاکستان کے خلاف تھے حصول پاکستان کے بعد بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے یعنی ظلم یہ ہوا کہ

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اور پھر انہوں نے ہی اہل تصوف کے خلاف زہر اگلنا شروع کردیا جن کی مساعی جمیلہ کا صدقہ وہ پاکستان کے وسائل سے مستفیض ہو رہے تھے انہوں نے موقع ملنے پر انہی کے خلاف قلم درازیاں شروع کردیں، بھلا کیا یہ انداز اصلاح ہوا کرتا ہے۔

اصلاح طلب پہلو

اس میں شک نہیں کہ بعض لوگوں نے صوفیاء کے روپ میں ایسے ایسے

Marfat.com

گھناؤنے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ انسانی دماغ پھٹنے کو آتا ہے مگر ایسے تیرہ بخت کس شعبے میں نہیں ہیں۔ اگر آج روحانی آستانوں سے فقر کے چشمے ابلنے بند ہو گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض پیران عظام اہل اقتدار کے حاشیہ بردار نظر آتے ہیں۔ مادیت کی گرد نے روحانیت کی قندیلیں بجھادی ہیں اور حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ

نہ وہ دور میکدوں کے، نہ وہ شور میکشوں کا
ذرا آنکھ میں نے جھپکی تو بدل گیا زمانہ

مگر اس کا علاج یہ تو نہیں ہے کہ اپنی دانش کا فلسفہ بگھارنے والے اسلام کے پورے نظام تصوف کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے لگیں جس کو قلم کی قوت نصیب ہو وہ صوفیاء کے خلاف برسنا شروع کردے بلکہ انداز اصلاح تو یہ ہوا کرتا ہے کہ ان خامیوں کی نشاندہی کی جائے جن کی بدولت عشق و مستی کے میخانے پر بیٹھنے والے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کر رہے۔ حدیث نبوی کے مطابق "حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے" وہ اسے جہاں پائے حاصل کرلے۔ اس لئے اصلاح کا حکیمانہ انداز ہی بگاڑ کا خاتمہ کرسکتا ہے وگرنہ تو

بات بڑھے گی جوں جوں ہوا دو گے

Marfat.com

اولیائے کرام کے عرس منانے کا شرعی طریقہ

اسلام افراط، تفریط سے پاک دین اعتدال ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ توازن ہی کسی بھی چیز کے حسن کو تابندگی بخشتا ہے عبادات ومعاملات میں اعتدال اسلام کی روح اور اس کے فلسفے کی بنیاد ہے۔ اسلام کے عالمگیر نظام حیات سے اگر توازن کو حذف کر دیا جائے تو پھر یہ دین بے جان ہو جائے گا۔ مغربی معاشروں کے وہ مفکرین جو انسانی زندگی کے صرف مادی وحسی پہلو سے بحث کرتے ہیں جبکہ اخلاقی وروحانی پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں انہوں نے بھی اسلام کو دین معتدل شمار کیا ہے۔ ایک مغربی مفکر "پی اے سوروکن"(P.A.Scorokin) اپنی کتاب "Social and Cultural Dynamics" میں لکھتا ہے:

"Islam is the only culture wich provide balance between the material and spirtual aspects of human life."

یعنی اسلام وہ واحد تہذیب ہے جو انسانی زندگی کے مادی اور روحانی پہلوؤں میں توازن پیدا کرتی ہے۔

مگر بدقسمتی سے مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں بعض عجمی روایات در آئی ہیں مثلاً بزرگان دین کے مبارک عرسوں کے مواقع پر جس طرح "ڈھول اور بھنگڑا" کلچر کو فروغ دیا جا رہا ہے اور بعض منچلے نوجوان ڈھولک کی تھاپ پر رقص کرتے ہوئے جس طرح درباروں کی طرف ننگے سر عجیب وغریب حرکات کرتے ہوئے رواں دواں ہوتے ہیں ان چیزوں کا بزرگانِ دین کی تعلیمات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اور انہی چیزوں نے اسلام کے نظام اعتدال کے چہرے کو بھی مسخ کر رکھا ہے وگرنہ اولیائے کرام کی تعلیمات تو بھٹکی ہوئی انسانیت کی شب حیات میں نور افشانیاں

Marfat.com

کرتی رہیں لاکھوں کفار ومشرکین اور ہندو بزرگان دین کی سادہ پر خلوص اور دلکش تعلیمات سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔اس وجہ سے ''وائسرائے ہند لارڈ کرزن'' نے ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار پر حاضری دینے کے بعد تاثراتی کتاب میں اپنے تاثرات لکھتے ہوئے ان جذبات کا اظہار کیا تھا کہ ''میں نے ایک صاحب قبر کو برصغیر پر حکومت کرتے دیکھا ہے'' اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ان بزرگان دین نے دنیوی ومادی خواہشات سے کوسوں دور رہ کر تصنع وبناوٹ کے بغیر اسلام کی حیات بخش تعلیمات کو پیش کیا تو فکری افلاس کا شکار دنیا دوڑ کر آئی اور ان تعلیمات اسلامی کو اپنانے لگی۔پیران عظام کے حسن کردار سے متاثر ہو کر کئی راہزان، لٹیرے اور سفاک ڈاکو راہ راست پر گامزن ہوگئے۔یہ حقیقت ہے کہ برصغیر سمیت دنیا بھر میں مجاہدین نے تلوار کے زور پر صرف لوگوں کے سر دہلیز اسلام پر جھکائے لیکن صوفیاء نے ان کے دلوں کی دنیا میں انقلاب برپا کردیا اس طرح اولیاء اللہ کی تعلیمات ہی حقیقی معنوں میں انسانیت کی ہچکولے کھاتی کشتی کو ساحل مراد پر پہنچاتی رہیں۔کچھ عرصہ قبل ایک مسلمان نے ایک ہندو سے سوال کیا کہ تم لوگ بڑے اچھے تھے کہ ہمارے خواجہ معین الدین چشتی کی ایک نظر پر نوے نوے لاکھ کی تعداد میں اسلام قبول کرتے رہے مگر اب تمہاری فکری صلاحیتیں بانجھ اور تمہارے شعور کے سوتے خشک کیوں ہوگئے ہیں کہ تم اسلام قبول نہیں کرتے؟ وہ ہندو بڑا زیرک ودانا تھا۔اس نے فوراً جواب دیا کہ ہم آج بھی اسلام قبول کرنے کیلئے تیار ہیں اور تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیور سے خود کو آراستہ کرسکتے ہیں مگر آج ہمیں مسلمانوں کی بزم میں کوئی معین الدین اجمیری نظر نہیں آتا۔بات ہورہی تھی بزرگان دین کے عرسوں کے مواقع پر ہونے والی تقریبات اور عقیدت مندوں کی۔صاحب مزار سے عقیدت کے اظہار کی ابھی حال ہی میں عالم اسلام کی تین مقتدر علمی وروحانی شخصیات

Marfat.com

کے عرس گزرے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں تھیں جنہوں نے اسلام کی ہمہ جہت تعلیمات کو اتنے مؤثر پیرائے میں لوگوں تک پہنچایا کہ سیاسی حوالے سے شکست خوردہ امت مسلمہ پھر عروج وکمال سے آشنا ہونے لگی۔ ان بزرگ ہستیوں میں حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش ہجویری، حضرت سید عبداللطیف قادری المعروف بری سرکار اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ المعروف سرکار گولڑہ شریف شامل ہیں۔

حضرت داتا صاحب نے اس دور میں اسلام کی تبلیغ شروع کی جب ہندو جوگیوں نے اپنی شعبدہ بازیوں سے برصغیر میں کہرام برپا کر رکھا تھا لوگ رب کریم کی بجائے دنیوی دیو مالائی خداؤں سے خوف زدہ تھے۔ مگر اس مردِ قلندر نے بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے جانے کیلئے اپنی شبانہ روز کوششیں شروع کر دیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں بڑے حسین انداز میں شیخ کامل اور مرید صادق کی شرائط کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان جعلی اور تارک شریعت پیروں کی نام نہاد روحانیت کا بھانڈا بھی پھوڑا ہے جو نام تو اسلام کا لیتے ہیں لیکن مشنِ طاغوت کا چلاتے ہیں جنہوں نے پیری کے نام پر مکروہ دھندے کئے ہیں یا کرتے ہیں۔ اس مرد ولی کی تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ بڑے بڑے پنڈت بھی اسلام کے روح پرور افکار کو اپنانے لگے۔

لیکن کتنے افسوس کی بات ہے وہ اللہ کا ولی جو ساری عمر خود بھی شریعت پر مستحکم رہا اور شریعت محمدی پر وعظ کر کے لوگوں کو بے عملی اور غفلت کی دلدل سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کرتا رہا۔ اس کے عرس مبارک کے موقع پر لاہور میں ڈھولوں کی ڈم ڈم اور ناچ کود کے ترنگ نے اودھم مچائے رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ بے شمار لوگوں نے شرعی طریقے سے دربار شریف پر حاضری دی لیکن اکثریت ان آوارہ نوجوانوں کی تھی جو رقص کرتے اور بھنگڑے ڈالتے، ہاتھوں میں سبز چادریں اٹھائے مزار شریف کی طرف رواں دواں تھے، کوئی انہیں روکنے ٹوکنے اور سمجھانے والا نہیں تھا

Marfat.com

کہ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دینے کا یہ طریقہ نہیں اور نہ ہی اس طرح ان سے فیض حاصل ہوسکتا ہے اور اس سے بڑی بدبختی کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کے عرس پر انتظامیہ نے سرکس لگانے کی اجازت دے دی۔ یہ ان کی تعلیمات سے انحراف کا ہی نتیجہ تھا کہ عرس پر حاضری دینے کیلئے آنے والے جب سرکس دیکھنے کیلئے گئے تو اس کی مڈبھیڑ میں ہی زندگی کی بازی ہار گئے۔

اولیائے کرام کے عرس پر حاضری کا شرعی طریقہ

ایک زمانہ تھا کہ لوگ بزرگان دین کے عرسوں پر حاضری دیتے وقت گڑگڑا کر دعائیں مانگتے تھے، توبۃ النصوح کرتے اور اس طرح عرس پر آنے سے پہلے تلاوت قرآن اور ذکر واذکار کر کے اپنے شیخ کے حضور پیش کرنے کیلئے لاتے اور حاضری کے وقت شیخ کی روح مبارکہ کو ایصال ثواب کر کے آخرت کا سامان پیدا کرتے اور سجادہ نشین حضرات وعظ ونصیحت سے اپنے مریدین ومتوسلین کو راہ راست پر چلنے کی تلقین فرماتے۔ مگر اب کیسا دور آ گیا ہے کہ مرید بھی پیر کے پاس روحانی فیض لینے یا تزکیہ نفس کیلئے نہیں جاتا بلکہ کاروبار میں ترقی کیلئے تعویذ دھاگہ اور بیٹے کو امریکہ اور یورپ میں بھیجنے کیلئے (چاہے ناجائز طریقے سے ہی کیوں نہ ہو) دعائیں کرانے جاتا ہے اور پیران عظام کی اکثریت بھی مریدوں کے نذرانے وصول کرنے کیلئے ان کی جیبوں کی طرف دھیان رکھتی ہے جہاں سے غریب وامیر کا امتیاز ختم ہونا تھا۔ وہاں امیروں کیلئے پرتکلف کھانے اور غریبوں کیلئے روکھا سوکھا لنگر پکتا ہے اسی فکری وعملی تضاد نے خانقاہوں سے فقر کے ابلتے چشمے بند کر دیئے ہیں اور قلندر لاہوری علامہ اقبال کو کہنا پڑا:

یا الٰہی تیرے یہ سادہ لوح بندے کدھر جائیں
سلطانی بھی عیاری ہے فقیری بھی عیاری ہے

اسلامی تاریخ کا اگر بنظر عمیق مطالعہ کریں تو یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ

Marfat.com

صوفیاء کی چلائی ہوئی تحریک نے ہی کفر وشرک اور جہالت کی دلدل میں پھنسے معاشروں کو اسلامی تعلیمات کے ذریعے شعور زندگی بخشا اور جب کبھی بھی مسلمان حکمرانوں کی نالائقیوں کی وجہ سے مسلم معاشرے اجڑنے لگے تو صوفیاء نے اپنی سحر انگیز شخصیات اور پرکشش تعلیمات سے ان گرتے ہوئے معاشروں میں پھر زندگی کی حرکی روح دوڑا دی۔

غیر مسلم مفکرین میں سے پروفیسر گب اور پروفیسر ہٹی اپنے مقالہ جات میں جابجا اعتراف کرتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں بارہا ایسا ہوا کہ مسلمانوں پر سیاسی زوال آیا لیکن اولیاء اللہ کے آستانے آباد رہے مسلمانوں کی بڑی بڑی سلطنتوں کے تخت الٹ دیئے گئے مگر خانقاہوں کے در ودیوار قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائے دلنواز سے گونجتے رہے اور اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کے خلاف بزرگان دین کی تعلیمات نے ڈھال کا کام دیا۔ اسلامی تاریخ کا سرسری مطالعہ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ جب تاتاریوں نے اسلامی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی، ہلاکو خان اور چنگیز خان کی وحشتوں کی وجہ سے مسلمانوں کے خون سے تین دن دریائے دجلہ کا پانی سرخ رہا اور لاکھوں اسلامی کتابیں جلانے کی وجہ سے ان کی راکھ پانی کی لہروں پر خون کے ساتھ محو سفر رہی، سیاسی سطح پر مسلمان پٹ کے رہ گئے مگر اولیاء اللہ کے درباروں کی فضائیں پھر بھی ہو ہو کے عشقی ترانوں سے معمور رہیں۔

تاتاری پوری دنیا سے مسلمانوں کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ لیکن صوفیاء کی تحریک اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی راہ میں روڑے اٹکا رہی تھی۔ چنانچہ ایک دن ہلاکو خان کا بیٹا تگودار خان اپنے اقتدار حکومت کے نشے میں بدمست ہو کر عصر کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کتے کے ساتھ سیر کیلئے نکلا تو راستے میں اس کی ملاقات حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے پروردہ ایک درویش سے ہوگئی۔ تگودار خان نے سوچا اس بزرگ سے چھیڑ خانی کرتا ہوں، اس طرح اس

Marfat.com

کے طیش پر آنے کے بعد صوفیاء کے خلاف جنگ وجدال کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ مگر اسے کیا خبر تھی" ان کی نعلین کو پیوند لگانے والے قاب قوسین کی منزل کی خبر رکھتے ہیں" اور یہ کہ وہ درویش فطرت شناس ہے مگر تگودار خان نے جب مذاقاً اس فقیر سید جمال الدین کا راستہ روک کر کہا" بابا! تیری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم اچھی ہے؟" فقیر نے غصے میں آنے کی بجائے انتہائی حلم و بردباری سے فرمایا "بیٹا! اگر میں اپنے اللہ کو راضی کرلوں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں وگرنہ تیرے کتے کی دم اچھی ہے" اس سادہ مگر دلنشیں جملے نے تگودار خان کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترا اور بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے کہنے لگا میں عہد کرتا ہوں کہ جس طرح ہم نے اسلام کے جلتے ہوئے چراغوں کو بجھایا ہے اور لہلہاتے گلستانوں کو اجاڑا ہے اب گلی گلی اور کوچہ کوچہ اسلام کی عظمت کا پھریرا لہرائیں گے۔" ان تاتاریوں کی زندگیوں میں صوفیاء نے کیسا انقلاب برپا کیا کہ جو اسلام کو لوٹنے کیلئے گھر سے نکلے تھے وہ خود دہلیز اسلام پر لٹ گئے اور علامہ اقبال کو کہنا پڑا:

عیاں ہے شورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ حضرت بری سرکار علیہ الرحمہ تو خود ساری زندگی شریعت کی پابندی کا درس دیتے رہے مگر آج ان کے عرس پر ملنگ اور نشئی شریعت اسلامی کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ اسلام ناچنے کودنے والی عبادت کی کب اجازت دیتا ہے؟ اولیاء اللہ نے اپنے مریدوں کو کب نچوایا ہے یا ان سے کب رقص کروائے ہیں؟ حضرت بری سرکار علیہ الرحمہ صرف پیر ہی نہیں تھے بلکہ قرآن وسنت اور فقہ کے ساتھ ساتھ علم کلام، فلسفہ اور علم نجوم کے عالم بھی تھے۔ وہ عمر بھر خلاف شرع امور کے خلاف جہاد کرتے رہے لیکن ان کے عرس پر بھنگ اور چرس کا پیا جانا اور دیگر شرعی امور

Marfat.com

کی خلاف ورزی افسوس ناک امر ہے۔ اس بگاڑ میں آدھا قصور جہالت کا ہے (جس کی بناء پر اب عرسوں کو میلے کہا جاتا ہے) اور آدھا قصور محکمہ اوقاف کا ہے جنہیں صرف اپنی تجوریاں بھرنے سے غرض ہے بزرگوں کی تعلیمات کے تقدس کو برقرار رکھنا وہ اپنے فرائض میں شامل نہیں سمجھتے اور کچھ ان درباروں پر بیٹھنے والے سجادہ نشینوں کا بھی ہے لیکن کیا کریں اقبال نے سچ کہا تھا:

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز جو اپنے وقت کے جید اور متشرع عالم دین اور ولی اللہ تھے۔ ان کے دربار کے سجادہ نشین بھی ماشاء اللہ متشرع اور عالم دین ہیں لیکن نجانے وہاں بھی مرد وزن کا آزادانہ دربار شریف پر گھومنا پھرنا اور عرس کے موقع پر عورتوں کا شرعی پابندیوں کے بغیر مزار شریف پر حاضری دینا کیسے گوارا کر لیا جاتا ہے؟ چند ماہ قبل راقم الحروف کو عصر حاضر کے نامور مفسر اور سیرت نگار حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس پاک پر حاضری کا اتفاق ہوا۔ وہاں نہ صرف یہ کہ ڈھول نہیں بجے، رقص نہیں ہوئے اور بھنگڑے نہیں ڈالے گئے، کوئی عورت مردوں کے ساتھ دربار شریف پر جاتی ہوئی نظر نہیں آئی بلکہ عرس پر آنے والے مریدین، متوسلین اور زائرین کو دعائیں یاد کرائی گئیں، شرعی مسائل سمجھائے گئے اور صاحب سجادہ نے سختی سے شریعت پر پابندی کرنے کا درس دیا۔ اگر محکمہ اوقاف نے لوٹ مار کرنے کی بجائے شرعی طریقوں پر عرس نہ کروائے اور سجادہ نشین حضرات نے خلاف شرع امور کا قلع قمع نہ کیا تو آنے والی نسلیں پیران عظام اور بزرگان دین سے باغی ہو جائیں گی۔

Marfat.com

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر درمنثور 6 جلد

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

- کتاب رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے
نور و سرور اور جذبہ حب رسول ﷺ پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت
اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں
مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔
اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، ججز
اور عوام و خواص کے لئے قیمتی سرمایہ
آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

اہل علم کیلئے
عظیم علمی پیشکش

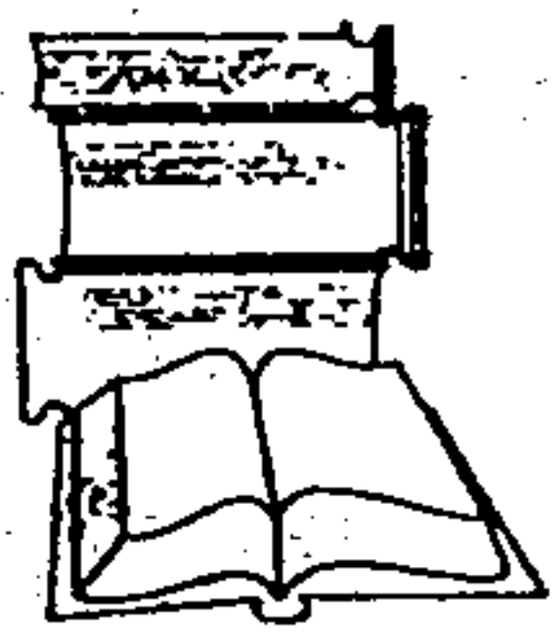

آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید!

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

Marfat.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تفاسیری کا نمونے

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمۃ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیرات احمدیہ
مُلّا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر ابن کثیر ۵ جلد
علامہ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ

تفسیر خزائن العرفان
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر سورۃ النساء
پروفیسر منیب الرحمٰن

تفسیر احکام القرآن
مولانا جلال الدین قادری

تفسیر الحسنات ۷ جلد
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر دُرِّ منثور ۶ جلد
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر مظہری جلد ۱۰
عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر نور العرفان
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

یاایھا الذین آمنوا
مفتی سعادت علی قادری

تفسیر
بینات القرآن
مفسر: الحافظ القاری
محمد طیب نقشبندی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479 فیکس 7238010
- ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 7225085-7247350
- ۱۴۔ انفال سنٹر اردو بازار کراچی 2210212-2212011 2630411